عابدہ جمیل

ذخیرۂ نقوش میں احمد ندیم قاسمی کے خطوط: تدوین وحواشی

مدیر ''نقوش''، محمد طفیل کے معاصر ادیبوں اور شاعروں سے گہرے روابط تھے۔ انھوں نے اپنی محنت اور لگن سے ''نقوش'' کو اُردو کے دوسرے ماہ ناموں کا سرتاج بنا دیا۔ اس زمانے کے بڑے سے بڑے ادیب اور شاعر بھی ''نقوش'' میں چھپنے کے خواہش مند رہتے تھے اور محمد طفیل بھی ادب اور ادیب پروری کی ایسی صلاحیت رکھتے تھے کہ انھوں نے بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر ادیبوں اور شاعروں کی محفل ''نقوش'' کے اوراق میں سجائی۔ اس نسبت سے جو علمی ادبی سرمایہ ان کے پاس جمع ہوا، وہ انھوں نے محفوظ رکھا۔ ان کے صاحبزادے جاوید طفیل صاحب نے اس قیمتی سرمائے کو استفادۂ عام کے لیے جی سی یونیورسٹی لاہور کو عطیہ کر دیا ہے۔

اس ''ذخیرۂ نقوش'' میں ادیبوں اور شاعروں کی قلمی تحریروں کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں غیر مطبوعہ خطوط بھی شامل ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خط احمد ندیم قاسمی کے ہیں۔ چناں چہ اس ذخیرۂ علمی کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے مقالے کے لیے ''ذخیرۂ نقوش'' میں شامل احمد ندیم قاسمی کے غیر مطبوعہ خطوط کی ترتیب، تدوین اور ان پر حواشی لکھنے کا ارادہ کیا۔ جو پیش خدمت ہے۔

ان تمہیدات کے بعد احمد ندیم قاسمی اور محمد طفیل کے تعلقات کا مختصر احوال پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)

اُردو زبان کے بہت بڑے افسانہ نگار اور شاعر احمد ندیم قاسمی جنھوں نے نثر اور نظم کی دنیا میں اپنا نام پیدا کیا اور ادب کے تخلیقی میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ ان کی نثر اور شاعری سماجی اور معاشرتی نشیب وفراز کا عکاس بنتے ہوئے آگے بڑھتی چلی گئی اور کسی بھی جمود کا شکار نہ ہوئی۔

قاسمی صاحب ایک عظیم کہانی کار اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم انسان بھی تھے۔ جن کی محبت اپنوں اور غیروں کے لیے یکساں بے لوث اور مخلصانہ ہوتی تھی۔ جو شخص ان سے ایک بار ملتا وہ دوبارہ ملنے کی خواہش ضرور کرتا۔

انھیں اپنی زندگی میں بہت ساری مشکلات کا سامنا رہا کبھی ذاتی تو کبھی معاشرتی وسیاسی لیکن انھوں نے کبھی ہمت نہ ہاری اور خود کو زبان وادب کے لیے وقف کیے رکھا۔

قاسمی صاحب طبیعت کے بہت اچھے، خوش اخلاق اور دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ آپ بہت ہی شائستہ اور مہذب انداز میں بات کرتے خواہ وہ چھوٹا ہوتا یا بڑا، کبھی کسی کو ان کے رویہ سے اختلاف نہ ہوا نہ کبھی شکوہ وشکایت کرنے کی نوبت آئی۔ ان کے مراسم اپنے تمام ملنے والوں کے ساتھ یکساں ہوتے اور یہ ملنا ملانا خواہ خاندان میں یا کسی اجنبی سے، وہ کسی بھائی

سے ہو یا ادیب سے، وہ کسی نقاد سے ہو یا پبلشر سے، وہ جو رشتہ بناتے اسے احسن طریقے سے نبھانے کی پوری کوشش کرتے۔ ایک ایسے ہی انسان جن کے ساتھ ان کا صرف کاروباری حوالے سے ہی رشتہ نہیں تھا بلکہ جس دوستی اور بھائی چارے کا تعلق ان سے وہ قائم کر چکے تھے اسے انھوں نے آخری دم تک نبھایا اور وہ رشتہ صرف ایک ادیب اور ناشر کے درمیاں نہیں تھا بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر تھا دوستی بھائی چارے خلوص و محبت کا۔ وہ بندھن جوان دو شخصیات کے درمیان آخری دم تک قائم رہا۔ اور وہ دوسری ہستی ہے محمد طفیل جو لاہور میں قیام پذیر تھے اور کتابت کرتے تھے بعد میں پبلشنگ کا کام شروع کیا جس سے ادیبوں شاعروں سے ان کے مراسم بڑھے۔

. محمد طفیل بھی بہت ہی سادہ لوح پرخلوص اور خوش اخلاق انسان تھے ان کا رویہ ادیبوں کے ساتھ بہت ہی مخلصانہ ہوتا تھا یہ اس دور کے بہت بڑے کاتب تاج الدین زریں رقم کے شاگرد تھے انہیں پڑھنے کا شوق تو تھا ہی مگر کتابت کے دوران ان میں ادبی ذوق بھی پیدا ہو گیا۔ جہاں تک قاسمی صاحب سے ان کے تعلق کی ابتدا کا پتا چلتا ہے وہ یہ کہ طالب علمی کے زمانے میں طفیل صاحب نے قاسمی صاحب کا افسانہ ''طلوع وغروب'' ایک ماہ نامہ رسالے ''ادب لطیف'' میں پڑھا۔ جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ وہ اپنی خاکوں پر مشتمل کتاب ''صاحب'' میں قاسمی صاحب کے افسانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ افسانہ پڑھا تو بہت متاثر ہوا متاثر کیا ہوا فنا ہو گیا'' [1]

قاسمی صاحب اپنے دور کے بہت اچھے کہانی کار تھے اور ایک ہی دور میں رہنے والے ادیب اور پبلشر کا تعلق تو بن ہی جاتا ہے۔ لہٰذا ان کی ملاقات ایک قدرتی امر تھا پھر اس کی بنیاد چاہے رسمی سے لین دین یا تاجرانہ نوعیت کی ہو یا بھائی چارے کی۔ لیکن دونوں کے آپس میں بعد کے روابط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ ان کی دوستی اور بھائی چارہ کامیاب رہا۔

محمد طفیل پہلی بار ۱۹۴۰ء میں اپنے ایک دوست کے ذریعے قاسمی صاحب سے متعارف ہوئے اس سے پہلے بطور ایک افسانہ نگار ان کے دلدادہ تھے۔ قاسمی صاحب سے پہلی ملاقات کو طفیل صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

''یہ اتنے سنجیدہ کہ مجھے ان کی سنجیدگی پر ہنسی آ رہی تھی جب ان سے میرا تعارف کروایا گیا تو انھوں نے مسکرا کر ہاتھ بڑھایا۔ تب میری جان میں جان آئی کہ انھیں مسکرانا بھی آتا ہے'' [2]

اس ملاقات کے بعد جب ۱۹۴۲ء میں قاسمی صاحب کی طفیل صاحب سے دوسری ملاقات ہوئی۔ اس وقت قاسمی صاحب سید امتیاز علی تاج کے اشاعتی ادارے دارلاشاعت پنجاب کی طرف سے شائع ہونے والے دو مشہور ہفت روزوں ''پھول'' اور ''تہذیب نسواں'' کی ادارت کرتے تھے۔ اسی دوران طفیل صاحب کا اپنے دوست لطیف فاروقی کے ساتھ آنا ہوا اور انہوں نے قاسمی صاحب سے اشاعت کے لیے کسی مجموعے کی فرمائش کی تو قاسمی صاحب نے یہ سوچے بغیر کہ یہ نا تجربہ کار نوجوان کہیں میرے مجموعے کی تہس نہس نہ کر دے۔ طفیل صاحب کی سادگی اور معصومیت دیکھتے ہوئے اپنے مزاحیہ مضامین و تراجم کا مجموعہ ''کیسر کیاری'' ان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔

قاسمی صاحب لاہور میں اکیلے رہتے تھے۔ روابط بڑھے تو ان کا طفیل صاحب کے گھر آنا جانا شروع ہوا اس طرح یہ جان پہچان گھریلو تعلقات اور بھائی چارے میں بدل گئی۔ بقول قاسمی صاحب:

''میں نے وہاں کتنی شامیں اس گھر کے ایک فرد کی طرح گزاریں اور ان کے بزرگوں اور بھائیوں کی

محبتیں وصول کرتا رہا''۔[۳۹]

۱۹۴۵ء میں جب قاسمی صاحب بیماری کے سبب تبدیلی آب و ہوا کے لیے اپنے گاؤں انگہ چلے گئے تو ان کے درمیان خط کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہنے لگا اس طرح یہ ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔

قاسمی صاحب جب آل انڈیا ریڈیو پشاور سے بحیثیت مسودہ نویس وابستہ ہوئے تو اس وقت قیام پاکستان کے بعد چوہدری نذیر احمد نے رسالہ ''سویرا'' جاری کیا اور اس کی ادارت قاسمی صاحب کے سپرد کر دی لیکن ''سویرا'' کے ابھی ابتدائی تین شمارے ہی نکلے تھے کہ قاسمی صاحب علیحدہ ہو گئے۔

یکم مارچ ۱۹۴۸ء میں طفیل صاحب نے ایک رسالہ جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ جس کا نام ''نقوش'' قاسمی صاحب نے ہی تجویز کیا۔ ہاجرہ مسرور اور قاسمی صاحب اس کے مدیر مقرر ہوئے۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں جب ''نقوش'' کا پہلا شمارہ زوبی کے سرورق کے ساتھ اُفق ادب پر طلوع ہوا تو ادبی دنیا میں ہنگامہ خیز ثابت ہوا، اور اس کی وجہ شہرت وہ الفاظ بھی بنے جو قاسمی صاحب نے اس کی پیشانی پر نقش کر دیے تھے ''زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا ترجمان'' یہ مدیران ''نقوش'' چوں کہ انجمن ترقی پسند مصنفین سے وابستہ تھے اس لیے ارباب حکومت کو ان سے اختلاف ہو گیا۔ لہٰذا نقوش نے ابھی اپنی زندگی کے تیسرے مرحلے میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس سے وہ زندگی چھین لی گئی اور منٹو کا افسانہ ''کھول دو'' چھاپنے کے جرم میں اس پر چھے ماہ کے لیے پابندی لگا دی گئی۔ یہ ایک اذیت ناک بات تھی ابھی تو نقوش نے ترقی کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہی تھا کہ اُس کو دبوچ لیا گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ ''ادب لطیف'' اور ''سویرا'' کو بھی سیفٹی ایکٹ کے تحت چھے ماہ کے لیے بند کر دیا گیا لیکن نقوش پر چھے ماہ کی پابندی کے باوجود اس کے آئندہ شماروں کی تیاریاں بھرپور انداز میں جاری رہیں۔ لہٰذا جب پابندی ختم ہوئی تو جشن آزادی نمبر اور عالمی امن نمبر کی سی خصوصی اشاعتوں نے اس رسالے کو اور چار چاند لگا دیئے۔

نقوش کے چند نمبر شائع کرنے کے بعد ہاجرہ مسرور اور ندیم صاحب بعض مجبوریوں کی بنا پر اس کی ادارت سے دست بردار ہو گئے۔ ''نقوش'' سے الگ ہونا ان کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ تھی بلکہ اس سے علیحدگی کے بعد بھی وہ اس رسالے کو دل و جان سے عزیز سمجھتے تھے۔

قاسمی صاحب جب نقوش کی ادارت سے دستبردار ہوئے تو اس سے پہلے بھی نقوش میں ان کے تین مقالات، چودہ نظمیں اور غزلیں، سات افسانے اور تین مزاحیہ مضامین شامل ہیں اور اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں جب طفیل صاحب نے خود ادارت سنبھالی تب بھی قاسمی صاحب کے تین ادبی مقالات و مضامین، اٹھتر نظمیں غزلیں، تین شخصیات پر مضامین (بشمول آپ بیتی) چھے مکاتیب، بیس افسانے ڈرامے (بشمول ناولٹ) پانچ مزاحیہ مضامین اور متعدد سمپوزیم (میں شرکت) شامل ہیں۔

''بقول احمد ندیم قاسمی:

''ہم لوگ روپے پیسے سے محروم تھے ہمارے پاس تو صرف ایک ہی دولت تھی اور وہ ہمارا قلم تھا۔ طفیل صاحب کی سیاسی بے بسی اور اقتصادی بے بسی کا تقاضا یہی تھا کہ اس اشتراک کو ختم کر دیا جائے آپ بھی مجبور ہیں اور ہم بھی مجبور ہیں مگر انسانی سطح پر ہمارے تعلقات میں کوئی رخنہ نہیں پڑنا چاہیے۔''[۴۰]

طفیل صاحب کے خیالات بھی کچھ ایسے ہی تھے وہ بھی ذاتی تعلقات کو ویسے ہی برقرار رکھنا چاہتے تھے اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ قاسمی صاحب کے ادارت چھوڑنے کے بعد بھی ان میں خط کتابت آنا جانا اور ملنا ملانا ہوتا رہا۔ مگر دکھ کی بات تو دونوں کے لیے تھی جب ہاجرہ کو اس بات کا علم ہوا تو انھیں بھی دکھ ہوا اور وہ اتنا آزردہ ہوئیں کہ جیسے کسی پیارے کی موت ہوگئی ہو۔ اس معاملے کو لے کر وہ بہت پریشان رہیں اور طفیل صاحب سے بھی مل کر دل کی خوب بھڑاس نکالی۔

ان کا ''نقوش'' سے علیحدہ ہونا تھا کہ لوگوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کر دیں کہ اب ان کے درمیان دشمنی کا رشتہ بن جائے گا۔ اور یہ ایک دوسرے کے پکے دشمن ہوں گے مگر دشمنی نام کی کوئی چیز تو ان کے درمیان کبھی تھی ہی نہیں اور نہ آخری دم تک آسکی۔ کیوں کہ ان کے درمیان صرف ایک ادیب اور پبلشر کے علاوہ بھی ایسا رشتہ تھا جو اتنی آسانی سے نہیں توڑا جاسکتا ہے اور وہ بھائی چارے کا رشتہ تھا اور بھائی کا بھائی سے جھگڑا تو ہوسکتا ہے مگر دشمنی ہرگز نہیں۔

جب قاسمی صاحب اور ہاجرہ ''نقوش'' سے الگ ہوئے تو اس وقت کے حوالے سے قاسمی صاحب طفیل صاحب کے ردعمل کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ''ان کی جگہ اگر کوئی اور صاحب ہوتے تو اپنے اس فیصلے کا جواز پیدا کرنے کے لیے باقاعدہ طیش میں آتے یا شکوہ کرتے کہ میری انتہا پسندی نے ان کے منصوبوں کو ڈیڑھ پونے دو برس تک تشنۂ تکمیل رکھا یا ''نقوش'' کی ترتیب اگر ہماری بجائے کسی اور صاحب کے سپرد ہوتی تو رسالہ زیادہ مقبول ہوتا ،طفیل صاحب ایسی کوئی بات زبان پر نہ لائے بلکہ جب وہ مجھے اپنا یہ فیصلہ سنانے میرے ہاں تشریف لائے تو ان کا انداز سراسر معذرتی تھا''۔[۵]

''نقوش'' سے علیحدگی سے ان کے درمیان ایسا کچھ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود لوگوں نے ان کے خلاف چہ میگوئیاں کرنا نہ چھوڑا ان کے نزدیک انسانی رشتے کاروباری رشتوں کے مقابلے میں زیادہ اہم اور مقدس ہیں:

بقول احمد ندیم قاسمی:

> ''یہ رشتے جنھیں انیسؔ نے آبگینے کہا ہے اگر بعض صورتوں میں ذرا سی ٹھیس لگنے سے بھی ٹوٹ سکتے ہیں تو بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ چٹانیں بھی برس پڑیں تو ان پر ایک خراش تک نمودار نہیں ہوتی''۔[۶]

''نقوش'' سے الگ ہونے کے باوجود قاسمی صاحب کے اشعار اور افسانے ''نقوش'' میں شائع ہوتے رہے اور اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس بے چارے (ندیم) کو دشمنی کا سلیقہ ہی نہیں آتا اس سلسلے میں ندیم صاحب کا کہنا ہے کہ:

> ''دشمنی تو دشمنوں کے ساتھ کی جاتی ہے اور مجھے دوستوں سے دشمنی کا سلیقہ واقعی نہیں آتا''۔[۷]

بنیادی طور پر دیکھا جائے تو ان کی رائے ایک دوسرے کے بارے میں بہت مخلصانہ اور سچی ہے۔ بقول قاسمی صاحب:

> ''طفیل صاحب کی شخصیت میں کتنی سادگی اور پھر کتنی گہرائی تھی طفیل صاحب مبالغے کی حد تک حساس انسان تھے''۔[۸]

ایک اور جگہ ''محمد نقوش'' میں ہی لکھتے ہیں:

''طفیل صاحب سیدھے سادے محنتی جنون کی حد تک مستقل مزاج ضرورت سے زیادہ سچے اور مخلص تھے'' ۔۹

جب تعلقات اس حد تک گہرے ہوں اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے اتنی محبت اور اتنا خلوص ہو تو پھر ان کے درمیان دشمنی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایک سانحہ تھا ان دونوں کی زندگی میں جو آیا اور گزر گیا پر ان کا رشتہ تو کبھی فنا نہیں ہو پایا ان کے تو جیسے نام ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے جو الگ الگ ہو کر بھی جدا نہ تھے۔ ایک ''نقوش'' کو وجود میں لانے والی اور دوسری اسے آسمان کی بلندیوں تک لے جانے والی ہستیاں ایک دوسرے سے جدا کیسے ہو سکتی ہیں لیکن اس سب کے باوجود کچھ اثر ضرور رہوا۔ ان دونوں شخصیات نے دوستی اور بھائی چارے کو نبھایا ضرور مگر کاروباری تعلق نے ایک لکیر کھینچی جس کا تفصیلی تذکرہ اگلے باب میں آئے گا۔ احمد ندیم قاسمی کے بعد ''نقوش'' کی ادارت سید وقار عظیم نے سنبھالی۔ شروع کی چند اشاعتوں میں قاسمی صاحب اور ہاجرہ کی کوئی تحریر نظر نہیں آتی اور اس کی وجہ ان کی ''نقوش'' سے علیحدگی کا صدمہ ہو سکتا ہے لیکن بعد میں آخر تک ان کی تحریریں ''نقوش'' میں آتی رہیں اور یہ اس محبت کے رشتے کی فتح ہو سکتی ہے جس میں یہ بصمیم قلب منسلک تھے۔

سید وقار عظیم کی ادارت میں ''نقوش'' کے چند ہی نمبر شائع ہوئے تھے کہ اس کے بعد طفیل صاحب نے اس کی ادارت ۱۹۵۱ء میں خود سنبھال لی اور یہ سب کے لیے بڑی حیران کن بات تھی۔ جب ندیم صاحب نے ''نقوش'' کا نیا شمارہ دیکھا کہ اس کے ایڈیٹر کوئی طفیل صاحب ہیں تو بقول ان کے:

> ''شعر و ادب سے دل چسپی رکھنے والے سب طفیلیوں پر میں نے ایک نظر دوڑائی کہ شاید طفیل صاحب نے ان میں سے کسی محمد طفیل کی خدمات حاصل کی ہوں مگر ان دنوں اس نام کے کوئی صاحب موجود نہیں تھے۔ اور مجھے یہ ماننے میں تامل تھا کہ ''نقوش'' کے ناشر محمد طفیل اب خود ہی ''نقوش'' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیں گے کہ ''نقوش'' کے مدیر طفیل صاحب مجھے ''نقوش'' کے مستقبل کے سلسلے میں تشویش لاحق ہو گئی'' ۔۱۰

قاسمی صاحب بے شک ''نقوش'' سے الگ ہو گئے تھے مگر اس رسالے کی کام یابی اور اس کی ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں اور دعا گو رہتے۔

بقول احمد ندیم قاسمی:

> ''اس تعلق خاطر کا یہ عالم ہے کہ میں اپنے رسالے ''فنون'' کی جگہ اب تک ''نقوش'' کا لفظ بول اور لکھ جاتا ہوں اور اس کی دو بڑی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ ''نقوش'' کی تعمیر میں میرے لہو کے بھی چند قطرے شامل تھے اور دوسری وجہ یہ کہ ''نقوش'' طفیل صاحب کا رسالہ تھا جو مجھے نقوش کے اجزا سے پہلے اور اس کی ادارت کے دوران جس طرح عزیز تھے اس طرح نقوش سے علیحدگی کے بعد بھی عزیز ہی رہے بلکہ کچھ زیادہ ہی عزیز ہو گئے'' ۔۱۱

بڑی حیران کن بات تو یہ ہے کہ قاسمی صاحب طفیل صاحب کے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی ان کی شخصیت کے ان پہلوؤں سے بے خبر رہے جو نقوش کے خاص نمبروں میں نمودار ہونے شروع ہوئے۔ قاسمی صاحب کے لیے یہ ایک اچنبھے کی بات تھی کیوں کہ وہ تو طفیل صاحب کی صرف ان کے پیارے پیارے خطوط کی معصوم تحریروں سے ہی واقف تھے اور وہ سمجھتے تھے

کہ ایسی معصوم تحریریں لکھنے والا انسان اعلیٰ درجے کے ادبی رسالے کے معیاروں کو برقرار نہ رکھ سکے گا۔نظم اور نثر کی موصولہ چیزوں میں ان کے انتخاب کا پیمانہ کیا ہوگا۔ جب کہ وہ اچھے شعر کی زبانی داد دینے کی بجائے صرف اپنا چہرہ سرخ کر لیتے ہیں یہ ساری باتیں قاسمی صاحب کو پریشان کررہی تھیں ادھر ہاجرہ کا بھی یہی حال تھا وہ بھی طفیل صاحب کا نام پڑھتے ہی بوکھلا گئیں کہ اب ''نقوش'' کی تباہی اور بربادی کا وقت آ گیا ہے جس رسالے کو ہم نے اتنے پیار اور محنت سے شروع کیا اس کا اب طفیل صاحب کیا حال کریں گے۔مگر جب نقوش کے خاص نمبر سامنے آئے تو ان دونوں کی ساری شکایات تحسین میں بدل گئیں۔طفیل صاحب نے منٹو نمبر،شخصیات نمبر لاہور نمبر اور آپ بیتی نمبر اور خطوط نمبر نکالے اور انہیں لفافوں کی بجائے کارڈ بورڈ کے صندوقچوں میں بند کر کے بھیجا تو اس وقت قاسمی صاحب کا کہنا تھا کہ:

''اچھا ہوا کہ میں ۱۹۵۰ء کے اوائل ہی میں نقوش کی ادارت سے الگ ہو گیا تھا کیوں کہ اگر جب الگ نہ ہوتا تو اب الگ ہو جاتا اور میرے استعفے کا مضمون کچھ اس قسم کا ہوتا کہ:

برادرِ عزیز طفیل صاحب!

آپ نے اس نمبر کا جو منصوبہ مجھے دکھایا ہے۔اس سے بحیثیت ایڈیٹر تو مجھے صد فی صد اتفاق ہے مگر میری صحت اور میری ہمت اور میرے اعصاب اور میرے خون کے دباؤ اور میرے دل کی ڈھرکنوں کو اس سے صد فی صد اختلاف ہے مجھے ابھی چند روز اور زندہ رہنے کا شوق ہے اس لیے اگر آپ اقدام خودکشی پر بضد ہیں تو میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا اور نقوش کی ادارت سے رخصت ہونے کی اجازت چاہوں گا!''۔۱۲

قاسمی صاحب کی اس عبارت سے اتنا اندازہ تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ طفیل صاحب کے اس عظیم ادبی رسالے کی کامیاب ادارت سے مطمئن اور ان کی صلاحیتوں کے قائل ہو گئے۔

قاسمی صاحب نے جب ۱۹۶۳ء میں ''فنون'' جاری کیا تو بہت سارے لوگوں نے بھڑکانا شروع کر دیا کہ اب طفیل صاحب اپنے نقوش کے حوالے سے برامان جائیں گے مگر سب الٹا ہو گیا یہ بات ان کے لیے اور بھی حیران کن ثابت ہوئی جب ''فنون'' نقوش میں چھپنے لگا کسی نے ندیم صاحب سے کہا آپ بڑے بھولے آدمی ہیں آپ نے یہ کیا کیا؟ تو اس بات کا جواب قاسمی صاحب نے یوں دیا۔

''اس سوال کا جواب مجھ سے نہیں طفیل صاحب سے پوچھیئے جو مجھ سے بھی زیادہ بھولے آدمی ہیں''۔۱۳

یہ دونوں عظیم ہستیاں اس دنیا میں اب نہیں مگر ان کے عظیم کارنامے ان کے ناموں کو روز بروز روشن کرتے اور چمکاتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔اور ان کے نام ہمیشہ کے لیے اردو ادب میں ایک زندہ مثال بن کر رہیں گے۔انسان کا فنا ہونا تو ایک قدرتی امر ہے مگر اس کا کام کبھی فنا نہیں ہوتا۔

زندگی ہے نام لطف صحبت احباب کا
یہ نہیں فانیؔ تو جینا کوئی جینا ہی نہیں
(فانی بدایونی)

(۲)

خط تہذیب انسانی کے محیر العقول عجائبات میں سے ہے انسان کی یہ اختراع اس کی زندگی کے عجیب وغریب اور ہمہ گیر تقاضوں سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلے محض سادہ ضرورتوں کو پورا کرنے کی حد تک محدود رہی اس کے بعد جملہ فنون عالیہ کی طرح ایک فنِ لطیف بن گئی۔ خطوط نگاری کی ایجاد وضرورت ابلاغ کی رہین منت ہے اور ابلاغ فطرت انسانی کا ایک ناگزیر تقاضا اور ایک حد تک اجتماعی عمل بھی ہے۔ خطوط نگاری انسان کا نجی فعل ہے اس لیے بالعموم با قاعدہ فن کا درجہ نہیں دیا جاتا وجہ یہ ہے کہ فن شخصیت کا پردہ ہے لیکن خط کسی پردے کو قبول نہیں کرتا فن ابلاغ عام کا تقاضا کرتا ہے اور خط شرکت عام سے گریز کرتا ہے۔

خط میں تصنع وبناوٹ کی بالکل بھی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ لکھنے والے کو حرف بہ حرف آمد سے کام لینا ہوتا ہے گویا جو اس کے دل میں ہو وہی مکتوب الیہ تک پہنچے۔ اس میں مصنوعی پن لفاظی عبارت آرائی اور رنگینی ورعنائی یا اہتمام وتکلف کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔ خطوط انسان کی نجی زندگی کے معاملات کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور چوں کہ انسان میں تجسس کا مادہ موجود ہے لہٰذا وہ دوسرے کے معاملات جاننے کی کوشش میں رہتا ہے اور ان میں ایک خاص نوعیت کی دل چسپی محسوس کرتا ہے۔

دوسری طرف خطوط میں دل چسپی وہ افراد لیتے ہیں جن کو کسی کا نفسیاتی تجزیہ مقصود ہو کہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ مددگار خطوط ہی ہو سکتے ہیں خطوط میں دل چسپی لینے والے وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنھیں عمرانیات سے دلچسپی ہو اور وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ انسان اس منزل تک کیسے پہنچا۔ کن کن خطوط کے ذریعے سے سماجی تہذیبی اور ادبی تاریخ کو سمجھنا ہوتا ہے خطوط میں کسی بھی مکتوب نگار کا بے تکلف اور رواں اسلوب بھی ہوتا ہے۔

خطوط نگاری ایک مخصوص نوعیت کی خود کلامی ہے اور ایک بہت بڑا فن بھی، اس میں کام یاب وہی شخص ہو سکتا ہے جو قدرت کی طرف سے اس فن کا فیضان لے کر آیا ہے۔ خط نگار کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے اس کے علاوہ اچھی خط نگاری ایک خاص شخصی ماحول پر بھی موقوف ہے۔ خط نگاری کے فن کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب سے آسان فن ہے جو ہر شخص کے لیے سہل الحصول ہے۔ جو اس کا قصد کرے۔ مگر یہی آسان ترین فن نازک ترین فن بھی ہے کیوں کہ اس میں فنی نزاکتوں کی نمود کچھ اس طرح کی مشکل شے ہے جیسے کوئی شے عدم سے وجود حاصل کرتی ہے عدم سے وجود اس لیے کہ خط نگاری ادب کے دوسرے شعبوں کے برعکس اصلاً ادب نہیں بلکہ محض ایک میکانکی اور افادی عمل ہے۔ خط نگاری خود ادب نہیں مگر جب اس کو خاص ماحول خاص مزاج خاص استعداد ایک خاص آن خاص گھڑی اور خاص ساعت میسر آجائے تو یہ ادب بن سکتی ہے مگر خط کو ادب بنانے کا کام بہت مشکل ہے کیوں کہ یہ شیشہ گری ہے۔

خط بنیادی طور پر دو انسانوں کے وجود کا طالب ہے پھر اس میں ''غیبت یا رازیت کا ایک ایسا تحیر انگیز ماحول بھی شامل ہو جاتا ہے جو ادب میں موجود نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ خط ملاقات ہی کا نمائندہ ہوتا ہے جو بزبان بے زبانی ان سب جذبات لطیف اور واردات نازک کی ترجمانی کرتا ہے۔ جو ملاقات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ خطوط بات چیت کا بدل ہوتے ہیں اس لیے ان میں اچھی گفتگو کی ضروری صفات ضرور ہونی چاہئیں۔

ڈاکٹر انور سدید اپنی کتاب ''وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام'' کے مقدّمے میں رقم طراز ہیں۔

''خط میں انسان اپنی ذات کی کمیں گاہ کے دروازے صرف اپنے دوست کے لیے کھولتا ہے اور اپنی

آرزوں، تمناؤں اور خواہشوں میں مکتوب الیہ کی شرکت ایک دوستانہ فصل شمار کرتا ہے اچھے خط کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تمام تر صداقت پر مبنی ہو اور مکتوب نگار کے مافی الضمیر تک رسائی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالے خط جتنا غیر فنی اور غیر آرائشی ہو اتنا ہی جاذب نظر ہوگا''۔۱۴

ایک نہایت ہی اہم بات خط نگاری کے سلسلے میں یہ ہے کہ ہر اچھے خط کو وہ مقصد ضرور پورا کرنا چاہیے جو اس کے لیے اصلاً محرک ہوا ہے۔ یعنی پیغام کے مطالب کا قطعی ابلاغ جس کا مطلب یہ ہے کہ خط نگار جو کہنا چاہتا ہے وہ تو بہر حال ایسے انداز میں کہے کہ مکتوب نگار کو پیغام کی جزئیات کا قطعی علم ہو جائے۔ اس لحاظ سے ہر خط کی اولین صفت اس کی قطعیت ہے اس کے علاوہ جتنی شرطیں ہیں وہ عام نہیں خاص ہیں اور خط نگار کی شخصیت اس کی ضرورت اور زمانے کے مذاق کے مطابق بدلتی رہتی ہیں اور ان کے لیے صحیح معنوں میں کوئی شرط عاید نہیں کی جا سکتی نا ان کے حسن کا کوئی خاص اصول یا معیار مقرر ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک خاص معیار ہے جس کو بمنزلہ اصول سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خط کی دل چسپی جو کسی خط کو ابلاغ مطالب اور ابلاغ پیغام کے علاوہ بھی زندہ رکھ سکے اور مطالب کی زمانی اور مکانی حد ختم ہو جانے کے بعد بھی کسی پڑھنے والے کے لیے مسرت انگیز ثابت ہو سکے۔

خطوط صداقت اور خالص سچائی پر مبنی ہوتے ہیں ان میں ڈر، خوف، شہرت، نمود و نمائش اور اس قسم کی دوسری رکاوٹیں اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتیں اور اس طرح اس ''برہنہ صداقت'' کے تجربے سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ بھی ہے کہ خط کی بنیادی ضرورت یا بنیادی جذبہ ہم کلامی کی تمنا ہے۔ اچھے خط کے لیے رسمی مکالمہ ضروری نہیں صرف بول چال کی سی بے تکلفی مطلوب ہے۔

اچھے خطوں کے سلسلے میں بڑی بنیادی چیز ان کی لطافت ہے دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے خط نگار گزرے ہیں جن کے مکاتیب نے فنی حسن کا مرتبہ حاصل کیا ہے ان کے خطوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی دل کشی کا بڑا سبب یہی ہے کہ ان میں تکلف اور بوجھل پن مطلقاً موجود نہیں۔ خط کا مضمون کچھ بھی ہو غم و الم، تلخی و خوشی، شکوہ و شکایت، تمنائے وصل یا شکوہ ہجر۔ یہاں تک کہ ضروریات زندگی کے مادی پہلوؤں کی کاروباری بات بھی اچھے خط نگاروں کے یہاں کچھ ایسے لطیف انداز میں بیان ہوئی ہے کہ ایصال مدعا کے بعد ایک لطیف کیفیت زائد بھی اِس میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کمال لہجے کا بھی ہے اور انداز طبعیت کا بھی مگر اس میں شخصیت کے رچاؤ، مزاج کی پختگی اور انداز حیات کے رنگ اور ریاضت کو بھی دخل ہے۔ بقول شمس الرحمٰن:

''خطوط سوانح نگاری کی جان بھی ہیں ان کے ذریعے ہمیں لکھنے والے کی زندگی اور ماحول کا صحیح علم ہوتا ہے اور ان میں اس کے کردار کے مختلف عناصر جدا جدا نظر آتے ہیں اور اس کے ذہنی ارتقا کی پوری کیفیت ہمارے سامنے آجاتی ہے''۔۱۵

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ پرانے خطوں کی اہمیت کی بڑی وجہ وہ تاریخی اور سوانحی مواد ہوتا ہے جو ہمیں خطوں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ خط کے موزوں اسالیب اور القاب و آداب کے حوالے سے سید عبداللہ کا کہنا ہے:

''خط میں خاص اسالیب اور موزوں القاب و آداب و تخاطب و کلام کی مختلف صورتوں کا لحاظ ہی خط کو

برقی پیغام یا وائرلیس کی چیستانی گفتگو سے فائق تر اور ممتاز تر بنا تا ہے۔[۱۶]

اُردو خطوط نگاری کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے کہ اُردو کے ادیبوں نے جس طرح ادب کی اور دوسری صنفوں میں فارسی کا سہارا لیا تھا خطوط کے سلسلے میں بھی اس سے کافی مدد لی۔ اس تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشکل پسندی جو فارسی خطوط کا طرۂ امتیاز تھا اردو مکتوب نگاری کا بھی جزو بن گئی اور اسلوبِ بیان میں صنائع اور بدائع کی کثرت مقفیٰ اور مسجع عبارتوں کی بہتات، تشبہوں اور استعاروں کی بھرمار اور القاب و آداب کی طوالت سبھی کچھ ان میں آ گیا۔ اُردو خطوط کے ابتدائی مجموعوں میں اسی انداز کے خط ملتے ہیں۔ بلکہ مغلیہ عہد میں دفتری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے خاص و عام فارسی میں خط لکھنے کو اعزاز سمجھتے تھے۔

غالب نے اُردو خطوط نویسی کی دنیا ہی بدل ڈالی ان سے پہلے تو بس خطوط فارسی زبان و ادب کے بوجھ تلے دبے اور کراہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اُردو ادب میں غالب کے بعد بھی بہت سارے مکتوب نگاروں کا نام لیا جاتا ہے ان میں سر سید احمد خاں، الطاف حسین حالیؔ، محمد حسین آزادؔ، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، منشی ذکا اللہ دہلوی، سید سلمان ندوی، شبلی نعمانی، امیر مینائی، داغ دہلوی، ابوالکلام آزادؔ، ریاض خیر آبادی، اکبر الہٰ آبادی، خواجہ حسن نظامی، مہدی افادی، مولوی عبدالحق کے بھی بہت سے خطوط دستیاب ہیں۔ لیکن ان ادباء کے بیشتر خطوط میں ترسیل مطالب کا فریضہ ہی ادا کیا گیا ہے۔

خط ادب کی ایسی صنف ہے جس سے ہر خیال کا آدمی چھوٹا ہو یا بڑا خواص سے تعلق رکھتا ہو یا عوام سے برابر کا لطف اٹھاتا ہے ان میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر تنقید دنیا کے ہر ادب آرٹ اور خیال پر تبصرہ اور کائنات کی تمام اشیا پر بحث کی جا سکتی ہے۔ اچھے مکتوب نگار کے مجموعہ خطوط میں ہر شخص کو اپنے مذاق کی کوئی نہ کوئی بات مل ہی جاتی ہے اور اس کے لیے دل چسپی کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

تنقید جسے ادب کا سرتاج کہا جاتا ہے اس کی ابتدا خطوط ہی کے ذریعے ہوئی اور آج بھی انگریزی ادب میں تنقیدی ادب کے بہترین نمونے خطوط کی صورت ہی میں نظر آتے ہیں۔ خطوط میں جس آزادی کے ساتھ تنقید کی جا سکتی ہے۔ وہ کسی مستقل تصنیف یا مضمون کے ذریعے ممکن نہیں اسی بنا پر بے لاگ تنقیدیں عموماً خطوں ہی میں نظر آتی ہے خطوں کی یہ خصوصیت بھی انھیں ادب کی دوسری صنفوں سے ممتاز کرتی ہے۔

خط لکھتے وقت مکتوب نگار کے سامنے یہ معیار ہے کہ اس کی شخصیت کا رنگ اس کے مکاتیب میں صاف نظر آتا ہے تو اس کے اسلوب نگارش پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور اچھا اسلوب وہی ہوگا جس میں ملاقات کی سی خوبی ہوگی۔ غالب اُردو خطوط نویسی کے باوا آدم ہیں اور ان کے ایسے خطوط نے خطوط نگاری کو ایک باقاعدہ صنف کا درجہ دے دیا ہے۔

خط بہت ہی نازک فن ہے یہ کاریگری بھی ہے اور آئینہ سازی بھی یہ مختصر اور محدود بھی اور وسیع و بے کراں بھی ہے یہ حد سے زیادہ شخصی بھی ہے اور آفاقی اجتماعی بھی، اس میں دانش بھی ہے اور بنیش بھی، اس کا ہر ورق ایک دفتر ہے یہ لکھنے والے کے لیے تو محض عرض سخن ہے مگر پڑھنے والے کے لیے گنجینۂ فن بھی ہو سکتا ہے غرض خط ایک جہاں راز ہے جس کے راز اگر سربستہ رہیں تو سینوں کو گہر ہائے معنی کے دفینے بنا دیں اور آشکار ہو جائیں تو جذبے کی ساری دنیا شک راز بن جائے۔ خط وہی دیرپا اور مستقل ادبی اہمیت اختیار کر سکتے ہیں جن میں طبع انسانی کے بنیادی ذوق کی تشفی کے وسیع تر سامان موجود ہوں خط کا ہیولیٰ فن اور شخصیت دونوں سے مل کر تیار ہوتا ہے۔

خطوط نگاری کی روایت بہت پرانی ہے اور یہ ایک ایسا سرمایا ہے جس سے ہم مکتوب نگار کی شخصیت، مزاج، عادات واطوار، لین دین، سیاسی، مذہبی اور اقتصادی پہلو واضح ہوتے ہیں ان کی نجی زندگی اور ان کی ذات کے کچھ ایسے نئے گوشے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جس کا اظہار شاید ان کی کسی اور تحریر میں نہ ملتا ہو۔ کیوں کہ خط ہی وہ واحد تحریر ہے جس میں لکھنے والا اپنے ظاہری اور باطنی حالات زیادہ اچھے طریقے سے کھل کر بیان کرتا ہے۔ ویسے بھی ہمارے پرانے ادیب جنھیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ آنے والے دور میں ان کے خطوط چھاپے جائیں گے۔ ان کے خطوط میں ایسی بہت سی بے تکلف باتیں بھی نظر آتی ہیں جس کا اور کہیں حوالہ نہیں ملتا۔ خط کسی ادیب کی شخصیت اور مزاج کو جاننے کا واحد معتبر ذریعہ ہیں۔

آج کے جدید دور میں موبائل فون اور ای میل نے خطوط نگاری کے فن کو پھیکا کر دیا ہے اس میں جو پہلے ایک انتظار اور محبت کی تڑپ ہوتی تھی وہ ختم کر دی ہے اور ویسے بھی آج کل جو خط لکھے جاتے ہیں وہ بہت سوچ سمجھ کر اور بہت ساری تکلف والی باتیں ان میں شامل ہوتی ہیں۔ اُن میں سچائی اور حقیقت کم جب کہ ظاہری نمود و نمائش، مبالغہ آرائی زیادہ نظر آتی ہے اس کے باوجود بیسویں صدی کے خطوط اردو ادب کی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں جن کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بڑے ادیب کا فن آئینے کی طرح ہوتا ہے اور ہر آنے والا دور اس میں اس عہد کی معاشرت، اقتصادیات، نفسیات اور سماج کے خد و خال دیکھتا ہے اس کے حوالے سے اپنی شناخت کرتا ہے اور زندگی کے بہت سے قرینے سیکھتا ہے۔ ایسے ادیبوں کی دوسری تحریروں کے ساتھ ساتھ ان کے خطوط کو پڑھنے کے بعد ہمارے سامنے ان کی ذات اور فکر و فن کے بہت سے گوشے کھلتے نظر آتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کثیر الجہات شخصیت کے مالک اور ایک سچے ادیب تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اردو ادب کی آب یاری میں نثر اور نظم، صحافت اور تنقید کے علاوہ تہذیبی اور ثقافتی موضوعات پر کالم اور مضامین بھی لکھے ان کی تخلیقی کارکردگی کے بڑے بڑے دھارے شاعری، افسانہ نگاری اور صحافت کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ ان کے فکر و فن کے مختلف زاویوں پر بہت سے تحقیقی وتنقیدی کام ہو چکے اور ہو رہے ہیں اور جاری رہیں گے۔ جیسے جیسے اردو ادب میں تنقید اور تخلیق کے میدان میں وسعت ہوگی ویسے ویسے بیسویں صدی کے اس عظیم قلم کار کے فکر و فن کے مختلف گوشے سامنے آئیں گے۔

احمد ندیم قاسمی کی علمی و ادبی خدمات اور تخلیقی جہات میں سے ایک اہم پہلو ان کی مکتوب نگاری ہے ان کے بارے متعدد کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن ان کے مکاتیب کے بارے میں کوئی اہم اور جامع تحریر سامنے نہیں آئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی تک ان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مکاتیب کی جمع و ترتیب کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

احمد ندیم قاسمی بیسویں صدی کے اہم ترین شاعر اور افسانہ نگار ہیں ان جیسے بڑے تخلیقی فنکار کے مکاتیب کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ قاسمی صاحب نے جس طرح اپنی دوسری تخلیقی تحریروں پر توجہ دی اور ان کی اس توجہ سے ان کی نظم و نثر کا جو تخلیقی معیار مقرر ہوتا ہے ان کے خطوط ان سے کم نہیں ہیں۔ احمد ندیم قاسمی تخلیقی فن کار ہی نہیں بلکہ اپنے معاصرین کی نسبت طویل عمر گزارنے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں اور ان کی ادبی زندگی تقریباً پون صدی پر پھیلی ہوئی ہے اتنی بھرپور زندگی ان کے معاصرین میں کم ہی کسی کے حصے میں آئی ہوگی۔ اپنی اس طویل ادبی زندگی میں خطوط نگاری بھی ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔

جن معاصرین کے ساتھ ان کے نصف صدی تک تعلقات رہے۔ ان کے نام خطوط بھی سینکڑوں کی تعداد میں لکھے

ہوں گے اور ان کے معاصرین میں سے کون ایسا ہے جس سے ان کے مراسم وروابط نہ رہے ہوں۔

اس نقطہ نظر سے ان کی مکتوباتی نثر کا جائزہ لیا جائے یا اس کے بارے میں اندازہ لگایا جائے تو یقیناً اس کی مقدار مطبوعہ نثری تحریروں کے برابر تو ضرور ہی نکلے گی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خطوط کی ادبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں کیوں کہ خطوط ایسا واحد معتبر اور بنیادی حوالہ ہوتے ہیں جن کی مدد سے کبھی مکتوب نگار اور تخلیقی فنکار کی سوانح مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت مزاج اور معاملات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کی معاصر تاریخ بھی اس کے خطوط میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی کے خطوط کی ادبی اہمیت بھی تسلیم کرنا پڑتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کی مکمل سوانح حیات ابھی تک مرتب نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ان کی شخصیت کو ان کے دور کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں لکھی جانے والی صرف چند ایک کتابیں ہیں جو زیادہ تر ان کی شخصیت اور فکر وفن کو زیر بحث لاتی ہیں اور ظاہر ہے وہ بھی دوسرے لوگوں کے تاثرات ہیں۔ خود ان کی زندگی کیسے گزری اس کے معتبر اور مفصل مطالعے کے لیے ان کے خطوط ہی اہم ہیں اس لیے ان کی جمع آوری، ترتیب اور حواشی نہایت ضروری ہیں۔

جی سی یونیورسٹی لاہور کے ذخیرۂ ''نقوش'' میں ان کے جو غیر مطبوعہ خطوط موجود ہیں ان کی ترتیب وتدوین سے ان کی سوانح اور شخصیت کے بہت سے پہلو روشن ہوتے ہیں۔ جس طرح محمد طفیل احمد ندیم قاسمی کے بڑے اچھے اور مخلص دوست تھے اسی طرح احمد ندیم قاسمی بھی انہیں عزیز رکھتے تھے۔ احمد ندیم قاسمی نے محمد طفیل کے نام خطوط لکھے ہیں۔ ان کے ذریعے سے نہ صرف یہ کہ احمد ندیم قاسمی کی سوانح اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے بلکہ محمد طفیل اور رسالہ ''نقوش'' کے تعلق کے حوالے سے بھی بعض ایسے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ جو اس سے پہلے ان کے بارے میں لکھی جانے والی تحریروں میں بیان نہیں ہوئے بعض مقامات پر تو ایسی معلومات انکشافات کا درجہ رکھتی ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کے محمد طفیل کے نام ان خطوط کی ادبی اہمیت اور خصوصیات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

(۳)

احمد ندیم قاسمی کے بارے میں سوانحی نوعیت کی اب تک جو معلومات ملتی ہیں تاریخی حوالوں سے ان میں سے اکثر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسی معلومات غلط بھی قرار پائی ہیں۔ سب سے پہلے سوانحی نوعیت کی معروضی معلومات کو دیکھا جائے تو رسالہ ''افکار'' کے احمد ندیم قاسمی نمبر، رسالہ ''نئی عبارت'' کا ندیم ایڈیشن، رسالہ ''مونتاج'' کے ندیم نمبر اور رسالہ ''ادبیات'' کے قاسمی صاحب کے خصوصی گوشے میں ایسی معروضی معلومات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ قاسمی صاحب کی وفات کے بعد ان کے خاکوں کے مجموعے ''میرے ہم قدم'' کے آخر میں بھی قاسمی صاحب کے تفصیلی کوائف معروضی انداز میں درج ہیں۔ ان چار پانچ جگہوں پر قاسمی صاحب کے جو کوائف دیے گئے ہیں ان میں سے بیشتر ایک دوسرے سے مختلف ہیں مثلاً احمد ندیم قاسمی رسالہ ''پھول'' اور ''تہذیب نسواں'' کے ایڈیٹر رہے بعض لوگوں نے یہ دورانیہ ۱۹۴۱ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک بیان کیا ہے بعض نے اسے ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء لکھا ہے ان میں سے 1945ء تک ان کا مدیر رہنا درست ہے لیکن اس کے مہینے کا تعین پھر بھی نہیں ہوتا۔ ان خطوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاسمی صاحب زیادہ سے زیادہ اپریل ۱۹۴۵ء تک ان رسائل کی ادارت سے وابستہ رہے۔ کیوں کہ قاسمی صاحب اعصابی تھکن کے بڑھ جانے کے باعث واپس اپنے گاؤں انگہ چلے جانا چاہتے تھے۔ ۳؍ مئی

۱۹۴۵ء کو محمد طفیل کے نام ایک خط میں قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''اب میرا ارادہ ہے کہ انشاءاللہ ۶ مئی کو ۱ بجے دن کی گاڑی سے گھر چلا جاؤں گا۔۔۔۔ یہاں مجھے چند ایسے لوگوں کے روپے دینا ہے جن کا حساب بے باق کیے بغیر مجھے گھر جانا مناسب نہیں''۔ ۱۷

اس کے بعد ۱۲ر مئی ۱۹۴۵ء کو محمد طفیل کے نام جو خط لکھا اس پر پتا قاسمی صاحب کے آبائی گاؤں انگہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا کا ہے غرض اس دوران وہ لاہور سے مستقل انگہ چلے گئے۔ لہٰذا ان دو رسالوں کی ادارت سے وابستگی زیادہ سے زیادہ مئی ۱۹۴۵ء تک رہی ہوگی۔ لہٰذا ان کے ادارت چھوڑنے کے مہینے کا تعین ان خطوط سے کیا جا سکتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی مئی ۱۹۴۵ء میں جب اپنے گاؤں انگہ چلے گئے تو اس کے بعد کم از کم ایک برس ان کا وہاں مستقل قیام رہا۔ پورے ایک برس بعد ۲۶ مئی کو قاسمی صاحب پہلی بار انگہ سے نکلے اور اپنے بھائی کے ہمراہ میانوالی آئے۔ ۳۰ر مئی ۱۹۴۶ء کو محمد طفیل کو لکھتے ہیں:

''میں ۲۶ کو برادرِ محترم کے ہمراہ یہاں آیا ہوں۔۔۔۔ سو پورے ایک برس کے بعد میں انگہ کے پہاڑوں سے نیچے اُترا''۔ ۱۸

اس کے بعد اواخر ۱۹۴۶ء تک محمد طفیل کے نام جتنے بھی خط ہیں وہ انگہ ہی سے لکھے گئے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کی پشاور ریڈیو میں ملازمت کے بارے میں بھی صرف یہ لکھا ہوتا کہ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء تک قاسمی صاحب پشاور ریڈیو سے بطور سکرپٹ رائٹر وابستہ رہے تھے۔ محمد طفیل کے نام ان خطوط سے پہلی بار اس ملازمت کے دورانیے کا درست تعین ہوتا ہے۔ ۲۶۔ اکتوبر کا خط انگہ سے لکھا گیا ہے۔ اس کے تقریباً ایک مہینے بعد ۲۹ر نومبر ۱۹۴۶ء کو محمد طفیل کے نام جو خط لکھا وہ پشاور سے لکھا ہے ان دونوں خطوط میں اس نئی ملازمت کا ذکر نہیں لیکن یہ یقین ہوتا ہے کہ نومبر ۱۹۴۶ء میں اس ملازمت کا آغاز کیا۔ پشاور ریڈیو سے مستعفی ہونے کے سال اور مہینے کا تعین بھی ہوتا ہے۔ ریڈیو پاکستان پشاور سے ۷۔ جنوری ۱۹۴۸ء کے خط میں محمد طفیل کو لکھتے ہیں:

''میں ریڈیو سے تھک چکا ہوں۔ مستعفی ہونا چاہتا ہوں اور لاہور میں آکر کاروبار کی ابتدا کرنا چاہتا ہوں''۔ ۱۹

پھر اس کے بعد ۴۔ فروری ۱۹۴۸ء کے خط میں پشاور ہی سے محمد طفیل کو لکھتے ہیں:

''میں شروع مارچ انشاءاللہ مستقلاً لاہور آرہا ہوں''۔ ۲۰

اس کے بعد ۱۹۴۸ء کا کوئی خط محمد طفیل کے نام نہیں گویا ان خطوط سے تعین ہوتا ہے کہ احمد ندیم قاسمی کم از کم نومبر ۱۹۴۶ء سے فروری ۱۹۴۸ء تک ایک برس اور چار ماہ ریڈیو پاکستان پشاور میں ملازمت کرتے رہے۔

احمد ندیم قاسمی کے قطعات کا مجموعہ پہلی بار ''دھڑکنیں'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے ایک اور ایڈیشن کے بعد تیسرے ایڈیشن کے طور پر قاسمی صاحب نے اس میں بہت سارے اضافے کر کے اور اس کا نام ''رم جھم'' رکھ کے محمد طفیل کو چھاپنے کے لیے کہا۔ قاسمی صاحب کی کتابوں کے حوالے سے، سب سے زیادہ معلومات ان خطوط میں ''رم جھم'' کے بارے میں ہیں۔ قاسمی صاحب کے سوانحی کوائف اب تک جس قدر بھی شائع ہوئے ہیں ان تمام میں ''رم جھم'' کی اشاعت ۱۹۴۴ء درج ہے

[illegible] ۳۰ جون ۱۹۴۵ء کے خط میں اس کتاب کے ادارۂ فروغ اردو سے پہلی بار شائع ہونے کے بعد ملنے کا ذکر ہے۔اس سے [illegible] شائع ہوا۔لیکن ۱۹۴۴ء میں یہ قطعات کہیں اور سے بھی شائع نہیں ہوئے لہذا ان خطوط کی مدد سے اس کتاب کی [illegible] ت کا پہلی بار درست تعین ہوتا ہے۔

رسالہ ''نقوش'' میں محمد طفیل کی ادارت میں ترقی کی جو منزلیں طے کیں اس کی بنیاد احمد ندیم قاسمی نے رکھی تھی۔قیام [illegible] کے بعد احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کی ادارت میں رسالہ ''نقوش'' کا آغاز مارچ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔لیکن ایک ڈیڑھ برس [illegible] لے کی کام یاب اشاعتوں کے باوجود احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کو ادارت سے علیحدہ ہونا پڑا۔محمد طفیل اور احمد ندیم قاسمی [illegible] ے دوسرے کے بارے میں جو مضامین لکھے ہیں ان میں اس علیحدگی کے سلسلے میں ایک تکلف اور وضع داری کی فضا پائی جاتی [illegible]۔اور محض یہ لکھ کر بات ٹال جاتے ہیں کہ نظریاتی اختلاف کے باعث ہم ایک ساتھ نہ چل سکے لیکن احمد ندیم قاسمی کے محمد طفیل [illegible] ے نام ان غیر مطبوعہ خطوط کے ذریعے سے بہت ساری نئی معلومات سامنے آتی ہیں۔جن میں اس رسالے کے ابتدائی منصوبے سے لے کر علیحدگی تک کے متعدد حوالے موجود ہیں پہلی بار ے جنوری ۱۹۴۸ء کے خط میں رسالہ نقوش کا ذکر ہوا ہے اس خط میں اس سلسلے کی ایک پہلی ملاقات جس میں نقوش کے معاہدے پر دستخط ہوئے اس کا ذکر ہے۔اور پھر اس سلسلے میں احمد ندیم قاسمی اپنے ارادوں کو یوں واضح کرتے ہیں:

> ''نقوش کو میں بہت اونچا لے جانا چاہتا ہوں اور میں خوش ہوں کہ میری بہن اپنے بھائی سے زیادہ سخت نقاد ہے اس لیے ہاجرہ کے ہاتھوں میں نقوش محفوظ رہے گا۔''۲۱

اس کے بعد ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے خط میں لکھتے ہیں کہ:

> ''نقوش کے لیے ہم دونوں محنت کر رہے ہیں مجھے تو ہاجرہ کے شوق کو دیکھ کر مسرت ہوتی ہے۔رات کے تین تین بجے تک بیٹھ کر ہم نے خط لکھے ہیں اور لکھائے ہیں ہم دونوں کے مشترکہ دستخطوں سے تقریباً ۴۰ خط بھیجے گئے ہیں شنوائی ہو رہی ہے''۔۲۲

اسی خط میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''انشاءاللہ نقوش ایٹم بم کی طرح پاکستان کی سرزمین پر پھٹے گا اور سارے اردو دان طبقے کو چونکا دے گا۔ہمارے ارادے بلند اور عزائم بے پناہ ہیں۔نقوش آپ کے علاوہ میری اور میری بہن کی رگ حیات ہے''۔۲۳

ان اقتباسات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسالہ نقوش کے اجرا کے لیے قاسمی صاحب کس قدر پر عزم تھے۔لیکن قاسمی صاحب اسی سال کے آخر میں محمد طفیل کے خط پڑھنے کے بعد جواب لکھنے کی غرض سے جو چند نکات اپنے قلم سے مختصراً لکھے ہیں۔ان سے اندازہ ہو رہا ہے کہ نقوش کی اشاعت سے پہلے ان دونوں کے ایک ساتھ نہ چل سکنے کے خدشات ظاہر ہو رہے ہیں۔یہ چند نکات ان مکاتیب کے آخر میں حاشیہ نمبر ۳۸ کے تحت ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

قاسمی صاحب کے خطوط کی عبارت بہت رواں اور روشن ہے اور انھیں قلم پر بڑی گرفت حاصل ہے ان کے خطوط ان کی شخصیت نمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔قاسمی صاحب کے وہ خطوط جو انھوں نے طفیل صاحب کو اپنی کتابوں کے سلسلے میں لکھے

ان خطوط میں شاید ہی کوئی خط ایسا ہو جس میں قاسمی صاحب نے اپنی کتابوں کے بارے میں بار بار تاکید نہ کی ہو کہ میری کتابیں اچھی چھپنی چاہئیں۔ ان کا ڈیزائن شان دار ہونا چاہیے رنگوں کا خاص خیال رکھا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ۹ر فروری ۱۹۴۵ء کے ایک خط میں وہ اپنی کتاب ''رم جھم'' کے بارے میں لکھتے کہ:

''مجھے اپنے قطعات بے حد عزیز ہیں۔ اس لیے تمنا ہے کہ ان میں کوئی غلطی نہ رہ جائے''۔۲۴

احمد ندیم قاسمی کو اپنی کتابیں بہت عزیز تھیں۔ اس لیے وہ اپنی کتابوں کے بارے میں بڑی نفاست اور سنجیدگی سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کی یہ نفاست اور سنجیدگی اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ وہ جس طرح اپنی کتابوں کے ڈیزائن کاغذ میں تبدیلی کرتے ہیں یا انھیں پہلی کتابوں سے مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ تبدیلی وہ زندگی میں بھی لاتے رہے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ایک اچھا ادیب وہی ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ چلتے ہوئے اپنے ادب کی تخلیق کرتا ہے اور اس میں تبدیلیاں لاتا ہے۔ اس سے ان کی تحریر میں انوکھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی کتابوں اور تحریروں کی یہی نفاست ان کی شخصیت میں بھی نظر آتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ کتنے نفاست پسند طبیعت کے مالک تھے۔ ۱۶ر مارچ ۱۹۴۴ کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''میرا عزیز ترین مجموعہ خراب نہ چھپے آپ سے آج پھر اس کی استدعا کرتا ہوں کہ کاغذ اور چھپائی کے سلسلے میں نہایت نفاست سے کام لیں وہ نفاست جو آپ کے جسم میں بھی ہے اور آپ کی عادات میں بھی''۔۲۵

لین دین اور کاروباری حوالے سے ان کے خطوط جن میں ہمیں ان کے مختلف لوگوں کے ساتھ تعلقات اور لین دین کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اصول پسند تھے۔ اور ان کا ذاتی معاملات کے علاوہ تاجرانہ پہلو کیسا تھا۔ محمد طفیل ہی کے تعلقات دیکھئے کہ ان کے نام ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کے ایک خط میں کتنی واضح حقیقت پسندانہ بات کرتے ہیں:

''رجم جھم''، ''آبلے''، اور انتخاب کی کل رقم 1300 کے 1150 لوں گا۔ میں نے پہلی مرتبہ ایک رقم لکھی ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ اسے بجا سمجھا لیکن 150 کی کمی کے متعلق نہایت معصومیت سے لکھا۔ میں اس معصومیت کی قدر کرتا ہوں اب آپ یہ لکھئے کہ میں آپ سے کتنی رقم لے چکا ہوں، اور کتنی باقی ہے تاکہ حساب صاف چلا آئے یہ نہایت ضروری ہے روپیہ کے معاملے میں آپ سے معمولی سی الجھن میری ذہنی تباہی کا پیش خیمہ ہوگی''۔۲۶

قاسمی صاحب کے خطوط کے ایسے حصوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لین دین کے معاملے میں بڑے اعتدال پسند اور ایمان داری سے کام لینے والے ہیں۔ وہ صرف اپنا نفع ہی نہیں سوچتے اگلے کے بھی جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ ان کے تعلقات کے حوالے سے دیکھا جائے تو وہ اپنوں اور غیروں پر یکساں محبت نچھاور کرتے ہیں۔

ان کے خطوط کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ ہر رشتے کو یکساں اہمیت دیتے ہیں چاہے وہ خون کا رشتہ ہوں یا جذبات کا اپنے ایک خط میں منہ بولی بہن ہاجرہ مسرور سے متعلق بڑے پیار بھرے برادرانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے محمد طفیل کو ۴ر فروری ۱۹۴۸ء کو لکھتے ہیں:

''فسانہ خواں اور نقوش میں ہم دونوں کا اشتراک ہمیں قریب ہی لائے گا دور نہیں کرے گا، رہا ہاجرہ بہن کا سوال تو ان میں اور ندیم میں کوئی فرق نہ سمجھیے وہ مجھے سگی بہن کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عزیز ہیں اور وہ میری چھوٹی بہن ہیں اس سے زیادہ اور کیا کہوں''۔۲۷

قاسمی صاحب بات کے بہت پکے آدمی تھے اور اگر کوئی بات کہتے تو پوری کرتے اس کے لیے چاہیے خود کو تکلیف میں ہی کیوں نہ مبتلا کرنا پڑے۔۱۲ فروری ۱۹۴۸ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''ہاجرہ بہن کو 125 روپے دے دیں اور یہ رقم میرے نام درج کر دیں، جب تک ایک پرچہ مرتب نہ ہو اور وقت گزرتا جائے، ہاجرہ کی تنخواہ میرے ذمہ کر دیں اور پھر یہ رقم آپ مجھ سے لیں میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اس میں کوئی استہزائیہ بات نہیں، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا تھا ہاجرہ کو ٹھیک سے نہ بتا سکا۔ بہر کیف میں اس گمان میں تھا کہ جنوری سے اس کی تنخواہ شروع ہو گئی ہے۔ اور میں نے اس کا ذکر بھی اس سے کر دیا تھا۔ اب میں نہیں چاہتا کہ میری اور آپ کی _____ دونوں کی پوزیشن بہن کے سامنے خراب ہو اس لیے آپ پر بوجھ ڈالنے کی بجائے یہ بوجھ میں نے اپنے سر لیتا ہوں، آپ یہ رقم اس تک پہنچا دیں۔ یہ کہہ کر کہ یہ جنوری کا حق الخدمت ہے اور پھر مارچ میں میں آجاؤں گا اگر میرے پاس رقم ہوئی تو کچھ کر لیں گے ورنہ پھر آپ سے کہوں گا کہ فروری کی تنخواہ دے دیں، اور یہ ڈھائی سو روپے میں آپ کو ادا کر دوں گا۔ بس میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی بہانے سے ہاجرہ بہن خالی ہاتھ نہ رہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہاجرہ بہن کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ روپیہ آپ نہیں دے رہے بلکہ میں دے رہا ہوں''۔۲۸

اس طویل اقتباس سے احمد ندیم قاسمی کی وضع داری اور دوسروں سے محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی منہ بولی بہن کی کس قدر در پردہ مدد کرنا چاہتے ہیں۔ خلوص و مروت اور رشتوں کے تقدس کی پاس داری کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ جہاں ہمیں قاسمی صاحب کے ہاں پیچیدہ اور سنجیدہ تحریریں نظر آتی ہیں وہاں ان کے خطوط میں مزاح کا پہلو بھی بڑے شان دار انداز میں ملتا ہے۔ ایک خط کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

''ڈیزائن دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں، آپ کو مجھ کنوارے پر کوئی رحم نہ آیا، اور ایسی کافر قسم کی تصویر مجھے بھجوا دی، اور یہ نہ سوچا کہ بے چارے کی نیندیں اچاٹ ہو جائیں گی''۔۲۹

خطوط، لکھنے والے کی شخصیت کا عکس ہوتے ہیں اور اس آئینے میں مکتوب نگار کی زندگی شخصیت اور حالات واقعات کی سچی تصویریں دیکھی جا سکتی ہیں احمد ندیم قاسمی کے ان خطوط میں ان کی زندگی کے بعض اہم حالات، واقعات، ملازمتوں کا دورانیہ، کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اشاعت کے مراحل، مالی مشکلات، بیماری، آزادی، شادی و غم، سیاسی و سماجی زندگی، سفر و حضر، زندگی کے کاروباری پہلو، دوسروں کے بارے میں آرا، شکوے اور شکایت اور دیگر ننھی ننھی معصوم خواہشیں، جذبے اور کیفیتیں کچھ اس طرح سے بیان ہوئی ہیں کہ ان کی شخصیت کا ایک بھرپور تاثر ابھر کر سامنے آ گیا ہے۔

ذخیرۂ نقوش میں موجود ان خطوط میں قاسمی صاحب کا طفیل صاحب کے نام پہلا خط ۳۰ رجون ۱۹۴۴ء کا ہے اور

آخری ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء کا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر قاسمی صاحب کی زندگی کے تقریباً تیس برسوں کا عکس ان خطوط میں جلوہ گر ہے۔ ان کی مدد سے نہ صرف ان کی شخصیت بلکہ محمد طفیل صاحب کے ساتھ ان کی تعلقات کے نشیب و فراز کا پتا بھی چلتا ہے۔ دونوں کے ہاں بعض اختلافات کے باوجود دوستی کا پاس اور وضع داری برقرار رہتی ہے۔ لیکن یہ پاسِ وضع داری ایک انتہا درجے کی صلاحیت اور شخصی خوبی کے سبب قائم ہے ورنہ ۱۹۴۹ء کے بعد پورے ایک سال کا خلا اور پھر ۱۹۵۱ء کے بعد کی تجدید خط کتابت نیز بعد کے خطوط کا مختصر سے مختصر رسمی، پر تکلف ہوتے جانا ان کے آپس کے تعلق کے ایک سے زیادہ اختلاف کی طرف اشارے کرتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابتدا کے خطوط میں محض تعلق بنانے اور بڑھانے کی کوشش ہے اور بعد کے خطوں میں محض تعلقات نبھانے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ غرض یہ کہ احمد ندیم قاسمی کی زندگی، شخصیت اور فکر و فن کے کئی نقوش ان خطوط کی مدد سے پہلی بار سامنے آتے ہیں۔

(۴)

احمد ندیم قاسمی کے خطوط بنام محمد طفیل

(۱)

لاہور

30-6 [44ء[1]

برادرِ عزیز، سلام مسنون۔

کل آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری اور توجہ فرمائی کا شکریہ، دکن والوں[2] نے اب کے بہت غفلت کی ہے، اور میری مسلسل یاد دہانیوں کے باوجود کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے کسی اور سمت رجوع ہونے کی بجائے آپ سے فوری توجہ کا طالب ہوں، آپ کی محبت اور خلوص مجھے گھر یا کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

لطیف صاحب[3] سے اگر مجھے شکایت ہے، تو محض یہ، کہ وہ مجھ سے ملتے ہی نہیں، آپ شاید اندازہ نہ لگا سکیں، لیکن میرے لیے یہ امر بے حد دشوار ہے، کہ ایک بھائی سے رقم طلب کروں، اور رقم بھی وہ جو ''قرضہ'' سمجھ لی گئی ہو۔ حالانکہ معاملہ یہ نہ تھا۔ اس روز بھی میں محض تعلق کی بنا پر حاضر ہوا تھا، ان کی خدمت میں سلام۔

فوری انتظام کا طالب ہوں۔ والسلام

آپ کا: احمد ندیم قاسمی

(۲)

۷۔ ریلوے روڈ لاہور

۲۴؍ اگست ۱۹۴۴ء

برادرم، سلام مسنون

فوری یاد فرمائی کا بے حد ممنون ہوں، شکر ہے، آپ '' بخیریت'' پہنچے، اور اللہ کرے آپ میری طرح ''بخیریت'' ہی

واپس آئیں، تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے، کہ کتابت اور طباعت وغیرہ کے علاوہ چند اور دشواریاں بھی ہیں، جو ہر انسان کے ساتھ لگی ہیں چہ جائیکہ وہ کاتب ہے، پبلشر ہے، یا مصنف ہے۔

ڈیزائن نہایت ہی اچھا ہے، اور بہت پسند آیا ہے۔ اس کے ایک ایک خط میں حسن اور لچک ہے، کل بشیر صاحب[4] چار پہلے پروف لے آئے تھے، انہیں ڈیزائن اور آپ کا رقعہ دے دیا گیا، آج وہ یہ پروف لے جائیں گے اور تازہ دے جائیں گے۔

پہلے پہل تو میں صفحوں کی تلاش ہی میں غرق رہا، بعد میں احساس ہوا کہ آنچل بہر صورت پھڑ پھڑائے گا، اور پھڑ پھڑاہٹ کی تعیین نہیں ہو سکتی، ساری فضا اس کے لیے ہے، یعنی ساری کتاب اس کے لیے ہے۔ ''ترتیب'' کے ضمن میں چند افسانوں کے نمبر صفحہ رہ گئے ہیں، بشیر صاحب کو کہہ دیا جائے گا، کہ وہ نہایت حفاظت اور احتیاط سے افسانوں کے سامنے صفحوں کے نمبر لکھوا دیں، پروف بہت اچھے نکلے ہیں اور بہت کم غلطیاں ہیں۔

''آنچل'' افسانہ ہنوز اسی منزل پر ہے، قبلہ اختر صاحب[5] کی آمد کے باعث لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ کل پکا ارادہ تھا کہ اسے شروع کروں گا، مگر ڈاکٹر اقبال مرحوم کے صاحبزادے[6] نے بلا لیا، اور بہت دیر۔۔۔ تب میں ''مصروف'' رہا۔ بہرحال آپ کی آمد تک یہ افسانہ ختم کر لوں گا، اور دوسرے دو افسانے بھی بہت جلد لکھ لیے جائیں گے۔

لکھنو سے بلاشبہ میں کچھ منگوانا چاہتا ہوں، لیکن یہ نہیں جانتا کہ لکھنو سے کیا چیز منگوائی جاتی ہے۔ آپ یوں کیجیے کہ حضرت شوکت صاحب ہی سے پوچھ کر لکھنو کا کوئی تحفہ میرے لیے ضرور لیتے آیئے، اگر آپ خط میں نہ بھی لکھتے، تو میں آپ کو مجبور کرتا۔

لفافہ بھیجنے کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں، ایک ہی زبان ہے جو شکریے کے بار کی اہل نہ ہو گی، آپ نے لفافہ بھیج کر کمال کر دکھایا — سمجھ گئے ہوں گے آپ۔

باقاعدہ روزے رکھ رہا ہوں، اس لیے دن بھر نہایت بھدی غنودگی طاری رہتی ہے اور ساری رات کھانے پینے ہی میں گزر جاتی ہے۔ اگرچہ مجھے ابھی تک روزوں کا مقصد نہیں معلوم ہو سکا، بہر صورت ہمت ملاحظہ فرمایئے۔ جناب شوکت صاحب کی خدمت میں نیازمندانہ سلام۔

خاکسار: احمد ندیم قاسمی

(۳)

انگہ

6-11[لے44ء]

برادرِ عزیز، السلام علیکم،

اب تک ''رم جھم'' کی بسم اللہ محض اس لیے نہیں بھجوا سکا، کہ آپ کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ آپ لکھنو سے واپس آ چکے ہیں یا نہیں، میرا پہلا مفصل عریضہ جو ضائع ہوا ہے، وہ خطرے کا سگنل بن کر مجھے خوفزدہ کر رہا ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ کتاب کا ایک تہائی مسودہ بھی اسی مبہم گمشدگی کا شکار ہو۔ سو مطلع فرمایئے، کہ آپ کہاں ہیں اور اب تک خاموش کیوں ہیں اور لکھنو کے سفر کا کیا نتیجہ برآمد ہوا وغیرہ وغیرہ۔

ایک اسی نوع کی رسید ارسال کر رہا ہوں، جو پہلے ضائع ہو چکی ہے۔ اسے سبز رنگ میں یا اور کسی نہایت ہی جاذب

نظر طریق سے خود ہی لکھیے گا اور تیس تیس رسیدوں کی دس الگ الگ کا پیاں تیار کر کے مندرجہ ذیل پتے پر تمام اخراجات کے میزان کا وی پی کر دیجیے گا۔ یہ میرا اپنا کام ہے اور نہایت ہی اہم ہے پہلے عریضے کے کھو جانے سے ہماری برانچ کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے، استدعا یہ ہے کہ یہ رسیدیں کے نوٹ کی طرح خوبصورت چھپے اور کاغذ نہایت اچھا ہو، وی پی کی ترسیل کا پتہ یہ ہے:

حکیم نورالزمان صاحب چشتی[۲]

سیکرٹری پرائمری مسلم لیگ انگہ۔ تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا۔

یہ کام اپنی پہلی فرصت میں نہایت توجہ سے کریں، اور فوراً مطلوبہ چیزیں بھجوا دیں، کل تین سو رسیدیں چھپوائیں، لیکن اگر کچھ تعداد زیادہ چھپ جائے اور مقابلہ خرچ معمولی ہو تو زیادہ ہی چھپوالیں۔

جو مجموعہ میں منتخب اور مرتب کر رہا ہوں اور جس کی طرف پہلے اشارہ کیا تھا وہ ہندوستان کی تمام مشہور افسانہ نگار خواتین کے منتخب افسانوں، سوانح حیات، تصاویر اور نظریہ ادب کا مجموعہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ مجموعہ ایک تاریخی حیثیت حاصل کرے گا۔ اگر آپ اسے چھاپنا چاہیں (کیونکہ پہلا حق آپ کا ہے) تو مجھے لکھیے۔ اس میں بیس خواتین شمولیت کر رہی ہیں۔ پانچ چھ تصاویر بھی ہوں گی۔ میرے خیال میں یہ کتاب چار سو صفحات سے زیادہ تک پھیل جائے گی۔ نہایت انصاف سے لکھ بھیجیے کہ آپ اس کی کیا اجرت دیں گے۔ پہلے میں بتایا کرتا تھا، اب کے آپ فرمائیے۔ اپنا بھی خیال رکھیے اور میرا بھی، آپ کو بھی شکایت نہ ہو اور مجھے بھی۔ میں منتظر ہوں۔ یہ کتاب آپ کو بانگ درا سائز پر چھاپنا پڑے گی۔ نہایت اچھا کاغذ اور اگر کسی مصور کی خدمات حاصل ہو سکیں تو وہ بھی مستقلاً حاصل کرنا ہوں گی۔

یقین کیجیے کہ میری صحت ہنوز ایسی نہیں کہ میں افسانے پہ افسانہ لکھتا رہوں آج تک میں نے کوئی نظم نہیں کہی، کوئی افسانہ نہیں لکھا، ''آبلے'' کے لیے ایک مکمل کر چکا ہوں دوسرا ختم کر رہا ہوں اور اس پر بھی آپ شک کرتے ہیں، کہ میں بہت لکھ رہا ہوں اور یہ سستی اگر خود اختیاری ہوتی تو آپ الزام دھرتے۔

استاد صاحب نیاز[۳]

آپ کا بھائی: احمد ندیم

(۴)

لاہور

[45ء[1]16-3]

برادرِ عزیز، سلام مسنون

گرامی نامے کا شکریہ، میں تو ''گمشدہ کی تلاش'' کے عنوان سے اخبارات میں اشتہارات دینے والا تھا۔ بارے آپ بولے تو سہی، یہ الگ بات ہے کہ بجائے بھائی دروازے کے آپ بوہڑ دروازے سے بولے۔[۲]

برادرم بشیر صاحب کل شام کو کاپیاں لے آئے تھے، آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے انہیں، پڑھ لیا ہے، ورنہ عین ممکن تھا کہ میں انہیں نہ پڑھتا— آپ نے تاکیداً لکھا ہے نا کہ ''اگر بشیر صاحب کاپیاں لے آئیں تو پڑھ لیں''۔

جس طرح میں پہلے کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہوں، مجھے سخت خطرہ ہے کہ کہیں یہ میرا اعزیز ترین مجموعہ خراب نہ چھپے، آپ

سے آج پھر استدعا کرتا ہوں کہ کاغذ اور چھپائی کے سلسلے میں نہایت نفاست سے کام لیں، وہ نفاست جو آپ کے جسم میں بھی ہے اور آپ کی عادات میں بھی۔

اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ قطعات پورے ہیں یا نہیں، تمام کاپیاں آپ کے پاس ہیں۔ یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں صفحات کو کاٹ کر چسپاں کرتے وقت آپ غلطی نہ کر بیٹھیں، اور ترتیب میں گڑبڑ نہ پیدا ہو جائے۔ بہتر تو یہ تھا کہ تمام کاپیاں بھی میری موجودگی میں مرتب کر لی جاتیں اور میری تسلی ہو جاتی۔ اب ''مودبانہ'' عرض ہے کہ ''رم جھم'' کے پروف مجھے ضرور دکھایئے گا۔ چاہے اس سلسلہ میں آپ کو کوئی قربانی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ پروف مجھے دکھائے بغیر قطعاً پریس کے حوالے نہ کیجیے گا صرف تبھی مجھے اطمینان ہوگا جب تمام پروف ایک دفعہ دیکھ لوں گا اور جب پروف آپ کے پاس پہنچ جائیں گے تو پھر یہی زور دوں گا، کہ کتاب کی چھپائی کا خاص خیال رکھیے گا، کہیں ''آنچل'' والا حساب نہ بنے، کہ ایک سطر میں ایک لفظ اڑا ہوا اور ایک روشن ہو۔

میری صحت اب نسبتاً بہتر ہے، اپنے متعلق مجھے کوئی یقین نہیں رہا۔ اس لیے ''بالکل اچھا ہوں'' کہنے سے ڈر آتا ہے۔ محض چھ پیسے بچانے کے لیے یہ عریضہ بشیر صاحب کے حوالے کر رہا ہوں۔

ٹورنامنٹ باقاعدہ ہو رہا ہے اور جی بہلاوے کا سامان میسر ہے۔

آج میں اردو اکیڈمی کو لکھ دوں گا، کہ وہ ''دھڑکنیں'' کا کوئی اور ایڈیشن نہ چھاپے، میں اب پروفوں کا منتظر ہوں، نیز اگر قطعات کم ہوں تو فوراً لکھیے کہ خالی صفحات سے پہلے اور آخر میں کون کون سے قطعات ہیں تاکہ اسی وزن کے قطعات بھجوا دوں۔

جواب کا منتظر رہوں گا۔

ہاں، میرے وہ بھائی صاحب[۳۲] جو بیمار ہو کر یہاں آئے تھے، وفات پا گئے ہیں۔ اس وجہ سے نڈھال رہتا ہوں۔

اماں کی طرف سے سلام۔ والسلام

آپ کا: احمد ندیم

(۵)

لاہور

۲۰۔ مارچ [۱۹۴۵ء؟]

برادرم عزیز، سلام مسنون

ایک عریضہ قبل ازیں روانہ کر چکا ہوں، پرسوں شام کو بشیر صاحب دو کاپیاں لے آئے کہ انہیں فی الفور ترتیب دینا ہے، اور یہ کام فوراً کیا، مگر چار قطعات کہیں نہ کھپ سکے، اور پھر دو قطعات الگ بحر کے تھے اور دو الگ طرح کے، میں نے وعدہ کیا کہ کل ہی ہر دو قطعات کے ہم وزن دو مزید قطعات لکھ کر آپ کو روانہ کر دوں گا، کل تو یہ کام نہ ہو سکا، آج اس قابل ہوا ہوں آٹھوں قطعات روانہ ہیں۔ صفحات کے نمبر اوپر دے دیے ہیں، اب سوال یہ سامنے آتا ہے۔ کہ بشمولیت صفحہ ۶۰ کے، ۶۰ سے آگے تمام صفحات مرتب ہو چکے ہیں یا نہیں، اگر ساٹھواں صفحہ ہنوز خالی رہتا ہو، تو ضروری بات ہے کہ ترتیب کے مطابق ۶۱ صفحے کے ہم وزن قطعات وہاں لکھوانے پڑیں گے، سو اگر ساٹھواں صفحہ خالی نہ ہو تو مجھے فوراً صفحہ ۶۱ کا ایک قطعہ لکھ بھیجیے، تاکہ میں اس کے ہم وزن دو قطعات لکھ کر فوراً بھیج دوں، ضروری ہے۔

یہ گڑ بڑ محض تیزی کے باعث ہوئی، اور میں خوف زدہ ہوں، کہ کہیں یہی تیزی اور طراری کتاب کی تباہی پر منتج نہ ہوں، حالانکہ اپنے قطعات مجھے اپنی نظموں سے بھی عزیز ہیں۔ اس سے قبل بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر عرض کیے دیتا ہوں کہ پروف مجھے ضرور بھجوایئے گا، تاکہ میں تسلی سے قطعات کا ایک ایک حرف، ایک ایک زیر زبر غرضکہ تمام تفصیلات دیکھ لوں۔ اور مطمئن ہولوں۔ اس کے بعد آپ کا ذمہ ہو، کہ کاغذ (حسب استطاعت) نہایت اچھا اور صاف لگائیں اور چھپائی نہایت ہی صاف اور روشن ہو، زیادہ کیا عرض کروں۔

آپ کے مفصل جواب یا خود آپ کا منتظر ہوں۔

میں اب بہت بہتر ہوں، خان صاحب اور اماں کی طرف سے سلام۔

خان صاحب نے آپ کے متعلق کہہ دیا ہے۔

آپ کا: احمد ندیم

(۶)

28-3[45ء]

برادرم طفیل صاحب السلام علیکم

کل شام کو (حسب وعدہ) آپ کا انتظار رہا۔ لیکن (خدا خیریت کرے) آپ تشریف نہ لا سکے، تو عرض یہ ہے کہ ان دنوں مجھے بہت سی ضروریات نے ایک ساتھ گھیر لیا ہے، اسی لیے میں نے لطیف صاحب کا پتہ بھی آپ سے پوچھا تھا، انہیں خط لکھ دیا ہے۔ خدا کرے وہ توجہ دے سکیں، اور اپنی ''حکمت عملی'' چھوڑ سکیں۔

آپ جس طرح ہو سکے مبلغ یک صدروپے بدست امان[۲] روانہ کر دیں اور اگر اس وقت اتنی رقم یکمشت مہیا نہ ہو سکے تو جتنی بھی ہو بھیج دیں، اور باقی رقم آج یا کل جب آپ تشریف لائیں ساتھ لیتے آئیں، بہت ضروری ہے، بہت ہی ضروری۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

استاد صاحب سلام و نیاز

(۷)

۳۔ مئی [۱۹۴۵ء]

برادرم، سلام مسنون

آپ نے فیصلہ کے بارے میں سن لیا ہوگا، آج اخباروں میں غلط خبر چھپی ہے، میں دونوں مقدمات میں بری کر دیا گیا ہوں [۲]۔

اب میرا ارادہ ہے کہ انشاءاللہ ۶ مئی کو ایک بجے دن کی گاڑی سے گھر چلا جاؤں گا۔ اس ضمن میں آپ کی مندرجہ ذیل ''امدادوں'' کی سخت اور فوری ضرورت ہے۔

ا۔ مبلغ دوسو روپیہ کا انتظام ــــــ یہ میں نے یوں لکھا ہے جیسے میں ''حکم'' چلا رہا ہوں۔ لیکن دراصل اس میں ''تحکم'' کے بجائے بے تکلفی ہے، یہاں مجھے چند ایسے لوگوں کے روپے دینے ہیں، جن کا حساب بے باق کئے بغیر مجھے گھر جانا مناسب

نہیں،اور ساتھ ہی کرایہ وغیرہ آپ کو ضرور تکلیف ہوگی،لیکن گذشتہ پانچ چھ مہینوں میں میں آپ کو تکلیف دینے کا عادی بن چکا ہوں___ان روپوں کے ساتھ گذشتہ روپوں کا حساب بھی لکھ دیں۔جس میں لحاف،ڈائی وغیرہ کے اخراجات بھی شامل ہوں۔ اس کے بعد''رم جھم''اور ساتھ ہی ناول کا فیصلہ کرلیں گے۔

۲۔ ''آنچل''میرے پاس بالکل ختم ہوگئی ہے،اور ابھی مجھے چند جلدوں کی ضرورت ہے،اس لیے اس کی دس جلدیں مہیا فرمادیں۔

۳۔ میرے نام کی ڈائی مجھے بھجوادیں۔

۴۔ اگر میرے لکھنے کے لیے آپ کو کچھ سفید یا خاکی کاغذ میسر آسکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

۵۔ سامان کے لیے پیٹیاں جن کے بارے میں میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں،یہ پیٹیاں تین چار دو بڑی اور دو درمیانہ، ان اخراجات کو بھی میرے نام لکھیں۔

۶۔ اگر آپ محترم لطیف صاحب کو اپنی طرف سے کہہ دیں کہ اب ندیم پر رحم کرنے کی گھڑی آ گئی ہے،تو مہربانی ہوگی، یک صد میں آپ سے دو سال قبل لے چکا ہوں،اب جو آپ یعنی بھائی طفیل صاحب کہیں،اتنا ہی مجھے منظور ہوگا۔اور یہ رقم مجھے مل جائے تو میری کئی مشکلیں آسان ہوجائیں گی۔یہ رقم کی آخری درخواست ہے،اس طرح لطیف صاحب مجھے پریوی کونسل کے روپ نظر آرہے ہیں۔

۷۔ اگر پرسوں شام تک پروف آجائیں تو میں تسلی سے دیکھ لوں گا،ورنہ پھر سہی۔

یہ سب باتیں نوٹ فرمالیں،اور مجھے معاف فرمائیں کہ آپ کو اس قدر تکلیف دے رہا ہوں،اور دیتا رہا ہوں، اور دیتا رہوں گا۔اسی قسم کی استدعا مکتبہ والوں سے بھی کروں گا۔کیونکہ میں یہاں بہت زیر بار ہو چکا ہوں،اور نازک قسم کے قرضے اتار دینا چاہتا ہوں۔

محترمی استاد صاحب نیاز و سلام

آپ کا بھائی: ندیم

(۸)

انگہ۔تحصیل خوشاب۔ضلع سرگودھا

۱۲رمئی ۱۹۴۵ء

برادرِ عزیز،سلام مسنون

آج تک میں نے ہومیوپیتھی کی کتابوں کا انتظار کیا،مگر خدا جانے کیا سبب ہے کہ اب تک پارسل موصول نہیں ہوا۔ یہاں میرے بھائی جان کو کتابوں کا سخت انتظار ہے۔براہ کرم آج ہی توجہ فرمایئے۔خدا کرے آپ اب تک کتب بھجوا چکے ہوں۔

کتابیں ملتے ہی مفصل عریضہ لکھوں گا،ویسے اطلاعاً عرض کر دوں کہ یہاں کچھ بہتر محسوس کر رہا ہوں۔کل کچھ تکلیف ہوگئی تھی،مگر آج اچھا ہوں۔یہاں کسی خدمت کے قابل سمجھا جاؤں تو زہے نصیب،کتاب''رم جھم''کے متعلق مطلع فرمایئے گا۔

بہرصورت اگر کتابیں آپ پہلے بھیج چکے ہوں تو میرے عریضے کے منتظر رہیے گا۔

جناب استاد صاحب، بشیر صاحب اور مولانا صاحب کو سلام و نیاز۔

آپ کا بھائی

ندیم

(۹)

انگہ۔ تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا

۱۷ رمئی ۱۹۴۵ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

پارسل اور خطوط ملے۔ خطوط اس لیے کہ آج برادر مکرم نے نوشہرہ سے واپسی پر بتایا، کہ ان کے نام آپ کا خط آیا ہے۔ میرا ایک کارڈ تو آپ کو مل ہی چکا ہوگا۔ دراصل کسی عجیب و غریب وجہ سے اب یہاں لاہور کی ڈاک چوتھے یا پانچویں دن پہنچتی ہے ورنہ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ تین دن لگتے تھے۔ آپ کی فکر اور پریشانی بجا ہے۔

کتابوں کے سلسلے میں آپ کو پریشانی بھی ہوئی ہوگی اور وقت بھی ضائع ہوا ہوگا، لیکن یہ آپ کا فرض تھا، ذرا ہلکے قسم کا فرض تھا اور اسے اولیت حاصل نہ سہی، لیکن بہرصورت تھا فرض ہی، بھائی محمد حیات صاحب کو ان کتابوں کا سخت انتظار تھا۔ اگر مناسب سمجھیں تو جو زیادہ خرچ ہوا ہو اس سے مطلع کر دیں۔

پروف تو میں نے کل ہی دیکھ لیے تھے، صرف خطوط اور اشتہار لکھنا باقی تھے، وہ آج لکھ لیے ہیں۔ پروف دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، البتہ کہیں کہیں استاد صاحب اور آپ کی کتابت تقابل پر اتر آتی ہے۔ نیز ''دھڑکنیں'' کی ترتیب میں ایک دو غلطیاں ہوئی ہیں، یعنی مقابل کے صفحہ پر نئی بحر کے قطعات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر خیر کوئی بات نہیں۔ یہ لغزش قابل برداشت ہے۔

۱۔ اب عرض یہ ہے، کہ ''رم جھم'' کے لیے کاغذ نہایت اعلیٰ اور اچھا منتخب کریں۔ ابتدائی پروف بڑے موٹے اور اچھے کاغذ پر ہیں اس قسم کا کاغذ دستیاب ہو سکے تو کیا ہی کہنے، خدارا ''آنچل'' کی قسم کا کاغذ نہ لگائیے گا، ایک تو اس پر طباعت ٹھیک نہیں ہوتی، دوسرے حجم بہت کم نظر آتا ہے۔ طباعت کی خود نگرانی فرمائیں، نیز جلد کے لیے بہت اچھا رنگ چنیں۔ بار بار ''رم جھم'' کے بے مثال گیٹ اپ کے لیے اس لیے کہتا ہوں، کہ مجھے اپنے قطعات بے حد عزیز ہیں اور عزیز چیز کے لباس کی فکر کے بارے میں تو آپ مجھ سے زیادہ بہتر سوچ سکتے ہیں۔ پروفوں میں بہت کم غلطیاں ہیں، مگر جو ہیں، انہیں اپنے سامنے درست کرائیں۔

۲۔ طویل مختصر افسانوں کے مجموعے کا نام میں نے ''پھول اور ڈھول'' تجویز کیا تھا۔ برادرم محمد بخش صاحب نے ''آبلے'' تجویز کیا ہے، جو مجھے بہت پسند آیا۔ اب ''آبلے'' کے گرد پوش کے متعلق میں کیا عرض کروں، صحرا کے ٹیلے یا خیمے یا گاؤں کے ٹوٹے پھوٹے چھپر، یا گول مول پہاڑیاں آبلے ہی تو ہیں، اور ہاں چونکہ ان افسانوں میں محبت کا عنصر غالب ہوگا، اس لیے عورت کا نہایت ہی دھندلا جسم اور جسم کے دو آبلے یعنی ''مقیاس الشباب'' — بہرصورت اس بارے میں کچھ سوچ سکنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

۳۔ ’’حریری پردے‘‘ کا ٹائٹل وہیں لاہور میں میری ایک رشتہ دار بہن کے پاس ہے اور انہیں کا تیار کردہ ہے، وہ کسی طرح آپ تک پہنچ جائے گا، مہندر سنگھ صاحب سے کہہ کر اس کے پیچ وخم کو درست کرالیں خیال نہایت اچھا ہے اور مجھے بہن کی خاطر بھی منظور ہے۔

۴۔ ’’رم جھم‘‘، ’’آنچل‘‘ اور ’’آبلے‘‘ کے اشتہارات بھیج رہا ہوں، اشتہارات ضرور شائع کرائیں، پہلے بھی ’’آنچل‘‘ کے متعلق بہت کم لوگوں کو علم ہے۔

۵۔ احتشام صاحب[۱]، عبادت صاحب[۲] اور میرے دوست چودھری محمد صادق صاحب کے نام رقعے بھجوا رہا ہوں۔ خدیجہ اور ہاجرہ پردہ کرتی ہیں نیز ہاجرہ بمبئی میں ہیں اور خدیجہ سخت بیمار ہیں، پھر بھی ان دونوں بہنوں کے نام خط لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ احتشام، عبادت، ہاجرہ اور خدیجہ کو ’’آنچل‘‘ کی ایک ایک کاپی ضرور پیش کریں۔ میں ان سب سے وعدہ کر چکا ہوں، یہ نہایت ضروری ہے، خطوط میں میں نے ذکر کر دیا ہے۔ اگر لکھنو کے سفر سے قبل ’’رم جھم‘‘ چھپ جائے تو ایک ایک جلد ’’رم جھم‘‘ کی بھی دیتے آئیں۔ نیاز، عبدالماجد اور حسرت موہانی کو بھی ’’رم جھم‘‘ پیش کریں۔

۶۔ ’’دھڑکنیں‘‘ کے آخری چار صفحات کیوں خالی رہ گئے، مجھے تو یہ پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا، کہ سارا نظام، ساری ترتیب بگڑ کر رہ گئی۔ اب اس کے سوا کیا چارہ ہے، کہ پانچ پانچ اشعار والے چار قطعے شامل کر دوں، سو انہیں علیحدہ لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ جو پروف باقی رہ گیا ہے، وہ نہایت ہی غور سے پڑھیں یا پڑھوائیں، تاکہ ایک بھی غلطی باقی نہ رہے نہایت ضروری ہے۔

۷۔ اب کتابوں کے حساب کے متعلق عرض کروں۔ یہ یقین کیجئے کہ میرے آپ کے درمیان تاجرانہ قسم کے تعلقات شاید پہلے کبھی تھے مگر اب قطعاً نہیں، آپ کے خلوص نے آپ کو میرے بہت قریب کر دیا ہے، اس لیے ایک لمحے کے لیے بھی یہ تصور نہ کریں، کہ میں سوداگری پر اتر آیا ہوں، لیکن اس کا کیا کیجئے کہ آپ پبلشر ہیں اور میں مصنف ہوں، اگر میں آپ کو ویسے ہی کتاب دے دوں تو بھوکوں مروں، اور اگر آپ مجھ پر ہزاروں روپے ’’نچھاور‘‘ کرنے لگیں، تو آپ کے کاروبار کا پنپنا معلوم! سو میں ذیل میں کم از کم اجرت لکھ رہا ہوں اور امید ہے کہ یہی معاوضہ آپ کو بھی منظور ہوگا اور کسی نوع کی کدوکاوش کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ میرے حالات جانتے ہیں اور میں آپ کے۔ اس لیے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

الف۔ ’’آبلے‘‘ کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ چونکہ ایک افسانہ ’’آنچل‘‘ کے لیے لکھا جا رہا تھا، اس لیے اس سے قطع نظر دوسرے افسانوں کی اجرت لی جائے، لیکن بعد میں ’’آنچل‘‘ میں دو افسانے شامل کرنا پڑے تھے، آپ مجھے 150 روپے کہتے تھے اور میں نہ مانتا تھا اور اب بھی نہ مانوں گا، کیونکہ 150 تو بہت ہی کم ہیں۔ حقوق کے سلسلے میں اب میں نے یہ ایمان بنالیا ہے کہ جملہ حقوق کبھی کسی پبلشر کو نہ دوں گا، کیونکہ میری آئندہ زندگی کا دارومدار انہیں کی کمائی پر ہے۔ یہ وعدہ کرتا ہوں، کہ یہ کتابیں، ہر ایڈیشن کے بعد پھر آپ ہی کو ملیں گی لیکن چونکہ ’’آبلے‘‘ کا ’’آنچل‘‘ سے تعلق ہے اور شاید میں دفتر ’’پھول‘‘ میں زبانی وعدہ بھی کر چکا ہوں، اس لیے بے ایمانی نہیں کروں گا، آپ ’’آبلے‘‘ کے جملہ حقوق کے مالک ہوں گے (اگرچہ اس کا مجھے دُکھ ہے) جملہ حقوق کی اجرت مبلغ چار سو روپے لوں گا۔ یہ ضروری نہیں کہ اس میں تین ہی افسانے ہوں، میرا ارادہ چار افسانے لکھنے کا ہے۔

ب۔ ’’رم جھم‘‘ کے پہلے (ایک ہزار کے) ایڈیشن کی اجرت چار سو روپے ہوگی اور اس کے بعد بھی یہی سلسلہ رہے گا، یعنی میں بعد کے ایڈیشنوں کی زائد رقم نہیں لوں گا، بلکہ ہر ایڈیشن کے چار صد روپے۔

ج۔ ’’حریری پردے‘‘ میرا پہلا ناول ہوگا اور کافی ضخیم اور اس کے پہلے (ایک ہزار کے) ایڈیشن کے مبلغ پانچ سو روپے ہوں گے۔

یعنی ان تینوں کتابوں کی مجموعی اجرت تیرہ سو روپے ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو شرائط قبول ہوں گی۔ اتنا خیال رہے کہ میں نے بجائے ''مبالغہ'' کرنے کے ہر کتاب کی کم از کم اجرت مقرر کی ہے۔ اب آپ تحریر فرمایئے، کہ کہیں آپ کو اعتراض تو نہیں اور اگر اعتراض ہو تو صاف صاف لکھیے گا، کیونکہ آپ محض پبلشر نہیں، میرے دوست ہیں، بھائی ہیں۔

میری صحت روز بہ روز درست ہو رہی ہے۔ ابھی کئی شکایات باقی ہیں، لیکن ہلکی ہلکی۔ بھائی صاحب کی طرف سے سلام اور والدہ کی طرف سے دعائیں۔ جناب استاد صاحب اور بشیر صاحب نیز جناب مولوی صاحب کو نیاز و سلام۔

اس خط کے جملہ استفسارات اور دیگر مقامات کے مفصل جواب کے ساتھ ہی آپ یہ بھی تحریر فرمائیں کہ آپ مجھے کتنی رقم دے چکے ہیں۔ یہ صرف عرض کروں گا، کہ ان تمام چیزوں کی قیمت اس میں شامل فرمائیں جو آپ میری بیماری کے عالم میں مہیا کرتے رہے، یعنی رضائی، ڈائی پیٹیاں وغیرہ وغیرہ یہ نہایت ہی ضروری ہے۔ والسلام

ظہیر سلام کہتا ہے۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

ادارے کی جتنی کتابیں (نئی) چھپ گئی ہوں۔ وہ جلد بھجوائیں خصوصاً جبران خلیل جبران کی کتاب کا ترجمہ

(۱۰)

انگہ۔ تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا

۲۸ مئی ۱۹۴۵ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

گرامی نامہ ملا۔ کل اور پرسوں چھٹیاں تھیں۔ بھائی جان یہیں مقیم رہے، آج نوشہرہ گئے تو آپ کا خط پڑا ملا اور ایک لڑکے کے ہاتھ مجھے بھجوا دیا۔ حیران ہوں آپ نے انگہ کے پتے پر خط کیوں نہیں لکھا۔ بہرصورت ممنون ضرور ہوں، کیونکہ غرض خط سے ہے، نہ کہ اس مقام سے، جس کا نام پتہ پر درج ہو۔

مفصل تحریر کو نہایت غور سے پڑھا ہے اور یہی اندازہ لگا سکا ہوں، کہ یا میں نے زیادہ رقم طلب کی ہے، یا آپ اکٹھی تیرہ سو کی رقم دیکھ کر ایک حد تک تذبذب میں پڑ گئے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو، آپ کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے۔ ''رم جھم'' تو آپ لے چکے ہیں۔ ''آبلے'' اور ''حریری پردے'' میں کہیں اور دے دوں گا۔ خدا مجھے کبھی اس قابل بنائے کہ آپ کو اپنی کتابیں، آپ کی منشا کے مطابق پیش کر سکوں۔ آج کل میرے حالات کچھ ایسے ہیں، کہ میں اپنی معمولی آمدنی کو اور معمولی نہیں کر سکتا۔ آپ نے تینوں کتابوں کی رقم آٹھ سو تحریر فرمائی ہے، پڑھ کر تعجب ہوا ہے، افسوس قطعاً نہیں ہوا۔ مجھے آپ کی صاف گوئی نہایت پسند آئی ہے۔ یقین کیجیے، کہ میں بھی تعلقات کو بڑھانے گھٹانے اور توڑنے میں عام قسم کا جذباتی انسان نہیں، میرے خلوص کے قلعے حسب مقدار کافی مضبوط ہیں۔ آپ میرے بھائی ہیں، عزیز ہیں مجھے کسی خدمت کے لائق سمجھیں، تو فوراً یاد کریں، عزیزم! جذبات نہیں مر سکتے، کتابوں کے معاملے ختم ہو سکتے ہیں۔

سو اب ''رم جھم'' کے پہلے ایڈیشن کے چار سو روپے کا فیصلہ ہوا، میں آپ سے 425 روپے لے چکا ہوں، پچھتر اور پچاسی کی غلط فہمی کا مجھے علم نہیں، اس لیے پچاسی ہی درست رہیں گے۔ 425 میں وہ ستر بھی جمع کر دیجیے، جو رضائی، ڈائی

اور پیٹیوں کے لیے آپ نے بشیر صاحب کو دیے اور انہوں نے ابھی تک ایک پیسہ بھی واپس نہیں کیا۔ اس طرح کل 495 ہو جاتے ہیں۔ یعنی اصلی حق سے میں 95 روپے زائد لے چکا ہوں۔ اب یہ فرمائیے، کہ یہ 95 روپے پیش کرنے کے لیے آپ مجھے کتنے عرصے کی مہلت دیں گے۔ آج کل میرے پاس کچھ نہیں۔ ''آبلے'' وغیرہ لکھ کر رقم کہیں سے ملی تو فوراً پیش کر دوں گا اور اگر کسی مجبوری کی بنا پر آپ کو فوراً ضرورت پڑیں تو بھی میں انتظام کر سکتا ہوں۔ آپ کا یہی کرم کیا کم ہے، کہ جب بھی مجھے رقم کی ضرورت پڑی، آپ نے فوراً مہربانی فرمائی۔

''رم جھم'' کا بھی کل حساب دیکھا ہے، آپ کے لکھے پر مجھے یقین ہے، زیادہ سے زیادہ میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ آپ ایک ہزار کے بجائے گیارہ سو چھاپ لیجئے، یہاں تک اجازت ہے۔

رضائی ڈائی اور پیٹیوں کی رقم اس لیے پوچھی ہے کہ یہ آپ پر بہت زیادہ بوجھ ہے۔ پارسل کے محصول کی رقم بھی میرے خیال میں میرے حساب میں شامل کر دیں، ساڑھے تین یا چار روپے ہوں گے، پانچ ہی رہنے دیجئے، اس طرح میں آپ کا ایک سو روپیہ کا مقروض ہوا۔

امید ہے ''رم جھم'' اسی ہفتے میں چھپ جائے گی۔ جب بھی شائع ہو، مجھے سب سے پہلے ایک جلد سے نوازیں اور اس کے بعد دوسری جلدیں بھجوائیں۔ لاہور میں قبلہ سالک صاحب کی خدمت میں ایک کتاب ضرور پیش کر دیں۔

اللہ کرے آپ بخیریت ہوں اور خوش ہوں، اور آپ کے کاروبار میں ترقی ہو، میں ہر وقت کا دعا گو ہوں۔

آپ نے کرشن اور منٹو کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا تھا، اب اگر آپ کہیں تو میں کوشش کروں۔ یہ پوچھ اس لیے رہا ہوں، کہ آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے، کہ آپ کے پاس وافر رقم نہیں، اس لیے آپ مجھے اتنی رقم نہیں دے سکے، یہ لوگ تو ہزار ہزار تک نہیں رکتے، کہیں بعد میں مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

بھائی صاحب بہت بہت سلام کہتے ہیں اور ظہیر بھی۔

استاد صاحب کی خدمت میں نیاز

خط کا جواب فوراً دیا کریں اور کبھی کوئی غلط فہمی دل میں نہ پیدا ہونے دیں۔ بحیثیت ادیب و ناشر آپ کے بغیر بھی میرا کام چل سکتا ہے اور میرے بغیر بھی آپ کا کاروبار پنپ سکتا ہے، لیکن ہم اس قدر نزدیک ہو چکے ہیں کہ بحیثیت دوست ہم ایک دوسرے کے بغیر صفر کے برابر ہیں۔

لطیف صاحب کو میں نے خط لکھ دیا ہے۔ خدا کے لیے اُنھیں تاکید کریں اور بقیہ تین سو نہ سہی دو سو ہی بھجوا دیں۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

(۱۱)

انگہ۔ تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا

۳۰؍ جولائی ۱۹۴۵ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

مجھے آپ کے گرامی نامے کا سخت انتظار تھا اور چونکہ پارسل پر پتہ بھی آپ ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس لیے

تشویش کی بھی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اب آپ کی علالت کا ذکر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ کرے آپ اب تک پوری طرح صحت یاب ہو چکے ہوں۔

"آبلے" لکھنا شروع کر دیے ہیں۔ انشااللہ بہت جلد پیش کروں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بھی میری علالت کے باعث تردد کا سامنا کرنا پڑا، بے فکر رہیں۔ اگر "آبلے" کا ڈیزائن دکھا سکیں تو بہت مہربانی ہوگی۔

"رم جھم" نے مجھے (سچی بات ہے) قطعاً خوش نہیں کیا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ مجھے اپنی شاعری کا یہ پہلو بہت عزیز ہے اور میں نہیں چاہتا تھا، کہ میری یہ کتاب "عمومیت" اختیار کر لے، بہرصورت جس کا مجھے خوف تھا وہی ہوا اور کتاب نہایت گندی چھپی۔ میں چودھری صاحب سے اس کا ذکر نہ کروں گا، لیکن اگر کروں گا بھی تو آپ کے سامنے۔ افسوس ہے، کہ "رم جھم" کے متعلق میری تمام توقعات کا خون ہو گیا۔

میں خود آپ کو لکھنے والا تھا کہ مبلغ یک صدروپیہ مجھے لوٹتی ڈاک سے روانہ کر دیں، ممنون ہوں گا، نیز لطیف صاحب نے یک صدروپیہ مجھے روانہ کر دیا تھا۔ پچاس باقی ہیں، ان کے لیے انہیں لکھا ہے، کبھی ملیں تو تاکید کر دیں۔

لاہور میں مندرجہ ذیل حضرات کو فوراً ایک ایک جلد "رم جھم" برائے ریویو مہیا کر دیں۔

قبلہ سالک صاحب — بہت جلد اور بہت ضروری، خود جا کر دیں۔

ایڈیٹر ہمایوں

ایڈیٹر ادبی دنیا

ایڈیٹر ادب لطیف — بہت ضروری ہے۔

روزنامہ ٹریبون — اگر آپ وہاں واقفیت نکال سکیں۔

باہر کے مندرجہ ذیل رسالوں کو ایک ایک جلد بھجوا دیں۔

"ساقی" دہلی، "سب رس" حیدرآباد دکن، "نگار" لکھنو، "معارف" اعظم گڑھ، "بمبئی کرانیکل" بمبئی، "آج کل" دہلی، "ریاست" دہلی، قاضی عبدالغفار ایڈیٹر "پیام" حیدرآباد، آل انڈیا ریڈیو لاہور، دہلی، لکھنو، اور جس کو آپ مناسب سمجھیں۔

بہت عجلت میں ہوں۔ اختصار کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

امّی دعا گو ہیں اور بھائی جان سلام عرض کرتے ہیں۔ عزیز ظہیر کی طرف سے سلام۔

(۱۲)

[45ء] 8-8

برادرِ عزیز، سلام شوق

آپ کا منی آڈر آج ہی ملا ہے، یہ عریضہ محض اپنی صحت کی اطلاع کے لیے لکھ رہا ہوں، حیران ہوں کہ گذشتہ عریضے میں مجھے یہ خیال کیوں نہ رہا۔

میری صحت لاہور کے مقابلہ میں بہت ہی بہتر ہے، اور اب تقریباً ٹھیک ہی ہوں، کمزور ضرور ہوں، اور ننھی شکایات

باقی ہیں، جو آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہیں، انشاء اللہ عید کے بعد ضرور حاضر خدمت ہو جاؤں گا، کیا آپ میرے لئے دعا کرتے ہیں!

حضرت استاد صاحب کی خدمت پر سلام شوق۔

میرے پچھلے خط کے مطابق امید ہے آپ نے سالک صاحب وغیرہ کو کتاب پیش کر دی ہو گی، اشتہار آپ نے ابھی تک کہیں نہیں چھپوایا۔ آج کل ''آبلے'' کی تکمیل ہی میرا خاص شغف ہے، مجھے آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

ادبی حلقوں کی تازہ اطلاعات ضرور لکھیئے گا۔

بھائی محمد بخش صاحب اور عزیز ظہیر سلام کہتے ہیں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۱۳)

انگہ

[45ء یا] 6-9

برادرِ عزیز، سلام مسنون۔

آپ کا مفصل گرامی نامہ مل چکا ہے، اس کا مفصل جواب پھر عرض کروں گا، فی الحال صرف یہی کہنا مقصود ہے، کہ آپ نے کتابوں کے اشتہارات شائع کرانے کی کوئی کوشش نہیں فرمائی، اس طرف متوجہ ہو جیئے اور پھر اصل مقصد، کہ میرے نام مندرجہ ذیل کتابیں بذریعہ پارسل اپنی پہلی فرصت میں بھجوا دیجئے، اور ان کا ''حساب'' میرے کھاتہ میں درج فرما دیجئے، منتظر رہوں گا، اور ممنون ہوں گا، حضرت استاد صاحب نیاز، والسلام

آپ کا اپنا: احمد ندیم

۱۔ ہماری گلی
۲۔ قید خانہ (مصنفہ احمد علی)
۳۔ میری بہترین نظمیں (مرتبہ محمد حسن عسکری، مطبوعہ الہ آباد یا شاید لکھنو)
۴۔ گرد و پیش (مرتبہ عبداللہ بٹ)
۵۔ زندان (یوسف ظفر)
۶۔ منٹو کے مضامین
۷۔ اندازے (فراق گورکھپوری)

(۱۴)

انگہ، تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا

۲۴ر نومبر ۱۹۵۴ء

برادرِ عزیز، سلام شوق

آپ بہت باریک لکھنے کے عادی ہیں، اس لیے میں بھی خلافِ عادت یہ ہنر سیکھنے کے درپے ہو رہا ہوں۔ عرض یہ

ہے کہ آپ کے دو محبت نامے میرے سامنے موجود ہیں۔ایک دستی اور دوسرا ٹکٹ لگا۔ساتھ ہی کل آپ کا رجسٹرڈ پارسل بھی بنام برادرم نورالزمان مل چکا ہے۔ہر سہ عنایت کے لیے دلی شکریہ قبول فرمایئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے،اور کانگرس کے کافرزار سے نکل کر پھر مسلمانانِ عالم کے سوادِ اعظم سے آن ملائے،آمین!

آپ اکثر مجھ سے گلہ شکوہ کرتے رہتے ہیں،مگر ظلم یہ کرتے ہیں،کہ میری مجبوری کو مد نظر نہیں رکھتے۔یقین فرمایئے کہ اگر چہ میری صحت میں متعد بہ افاقہ ہو چکا ہے،لیکن ہنوز میں مسلسل تحریر کے قابل نہیں ہوں۔ایک ہی خط لکھنے کے بعد حواس کو مجتمع کرنے کی مہم شروع ہوتی ہے،جس کا سلسلہ گھنٹوں تک دراز ہو جاتا ہے۔اس حالت میں اگر افسانہ یا نظم لکھنے بیٹھوں تو کامیابی معلوم!''ہمایوں'' کے سالگرہ نمبر کے لیے ایک مختصر افسانہ ''ارتقا'' شروع کیا تھا،روزانہ پانچ چھے سطریں لکھتا ہوں اور ندیم صاحب کی ادبیت ختم ہو جاتی ہے۔اگر میں نے ''آبلے'' کا ایک اچھا افسانہ مکمل کر لیا ہے،تو مجھے داد دیجئے،اگر دوسرا ختم کرنے والا ہوں تو مزید داد دیجئے،اور یقین فرمایئے،کہ اپنی مجبوری کے بارے میں اتنا حساس ہونے کے علاوہ مجھے آپ کی مجبوریوں کا بھی احساس ہے۔ عین ممکن ہے،کہ میں اس مجبوری سے قطعاً اندھا ہو جاتا،اگر تعلقات تاجرانہ انداز کے ہوتے، لیکن میرے بھائی،میں آپ پر کئی مرتبہ یہ حقیقت واشگاف کر چکا ہوں،اور اس میں ریاکاری کا شائبہ تک نہیں،اور یہ میرے خلوص کی آواز ہے،کہ آپ کے میرے تعلقات قطعاً کاروباری نہیں۔آپ میرے برادرِ عزیز ہیں،اور میری دلی تمنا ہے،کہ آپ زندگی میں کامران ہوں۔تمناؤں کے علاوہ عملی صورت میں بھی،میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں،تعاون پر مجبور ہوں، کیونکہ کہ اس تعاون کے پس پردہ اغراض کے بجائے خلوص کارفرما ہے۔سو باور فرمایئے،کہ آپ کے کاموں کے لیے میں پوری محنت کرنے کو تیار ہوں،مگر محنت پر بس بھی تو چلے۔کیا آپ کو معلوم نہیں،کہ اس عرصے میں،میں نے ایک نظم تک نہیں کہی،سوائے سپاسنامہ کے (جو سراسر ہوائی چیز ہے) میں نے اور کیا لکھا! آپ مجھ سے بدظن نہ ہوا کیجئے،اور مجھ پر اعتماد رکھیے،میں قطعاً کوتاہی نہیں کروں گا۔

''رم جھم'' کی آٹھ جلدیں مل گئی ہیں،فی الحال یہی کافی ہیں۔میرے خیال میں اب مزید ضرورت نہیں پڑے گی، محسوس ہوئی تو پھر لے لوں گا۔ادارۂ فروغ اردو،دارالاشاعت ۲؎ تو نہیں۔

سفید پیڈ بھی بے شک نہ بھجوایئے،مجھے بھائی فاضل نے راولپنڈی سے پانچ چھے پیڈ بھیج دیے ہیں،اور نام بھی چھپوا بھیجا ہے۔یہ عریضہ انہیں کے پیڈ پر لکھ رہا ہوں۔

عزیزم ظہیر،سپلائی میں حوالدار کلرک بھرتی ہو کر بریلی چلا گیا ہے،خدا اسے بخیریت رکھے۔

رسیدیں اتنی اچھی چھپی ہیں اور کاغذ،کتابت،طباعت،غرض ہر چیز اتنی عمدہ دلآویز،اتنی کنواری ہے کہ کیا عرض کروں۔اگر اس رسید کو دیکھ کر بھی مسلمان چندہ نہ دیں تو ان کی مسلمانی پر چار حرف۔آپ کی بجائے میں تو مخدومی استاد صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے اس ننھے سے کام کے لیے اتنی مہربانی فرمائی اور دراصل یہ کرم انہوں نے مجھ پر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے۔آپ وی پی بھجوا دیتے،تو بہتر رہتا۔کیونکہ میں پہلے اس کے متعلق لکھ چکا تھا۔ذاتی چیز تو ہے نہیں۔سو اب آپ تمام اخراجات لکھ بھیجئے۔رقم فوراً ارسالِ خدمت ہوگی۔بہر صورت آپ کی محبت بیکراں ہے اور چونکہ ہر بیکراں چیز میں بقا موجود ہے اس لیے ـــــ نتائج خود ہی اخذ کر لیجئے گا۔

خواتین کے افسانوں کا انتخاب شروع ہے، یقین کیجئے، کہ ایک بالکل اچھوتی اور یادگار چیز ہوگی۔ فی الحال اسے راز ہی رکھئے، ورنہ مجھے خوف ہے کہ ہمارے ''مہربان'' خواتین کو وانگ بھجوا دیں گے۔ ہندوستان کے ہر حصے سے میری دعوت پر خوشی سے لبیک کہی گئی ہے۔ مجموعہ تقریباً ۲۵ افسانوں پر مشتمل ہوگا، سوانح حیات بھی ہوں گے، میرے آٹھ سوالات کے جوابات بھی ہوں گے۔ یہ خالصتاً ادب کے متعلق ہیں۔ اس طرح کتاب کی تنقیدی قوت بھی بڑھ جائے گی۔ آٹھ دس خواتین کی تصویریں بھی ہوں گی۔ میری تمنا ہے، کہ یہ مجموعہ بڑے سائز (بانگ دراسائز) پر چھپے، بالکل اگر اس سائز سے بھی کچھ بڑا ہو تو بہتر ہے۔ گرد پوش کے لیے بھی ایک خاتون کو کہہ رکھا ہے، مگر ہنوز نام کوئی نہیں سوجھ رہا۔ یہ مجموعہ انشااللہ (یقیناً) ۳۱ دسمبر تک مکمل ہو جائے گا۔ اب اس کا معاوضہ آپ کو تجویز کرنا چاہیے تھا لیکن آپ پھر خاموش رہے، اور میری ''پستی'' کا امتحان لینا چاہتے ہیں، لیجئے سُنیے اس کے حقوق آپ کے پاس محفوظ رہیں گے۔ نہایت رعایت کے ساتھ تو میں آپ سے اس مجموعہ کے پانچ سو روپے لوں گا۔ یہ کتاب کم از کم، کم از کم چھ سو صفحات پر پھیلے گی بلکہ اس سے بھی بڑھ جائے گی اور شاید آپ کو خود بھی احساس ہو کہ نہایت ''شدت'' سے بکے گی۔ جس کے وجوہات آپ سے مخفی نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ غور فرمائیں گے تو یہ پانچ سو نہایت معمولی رقم ہے لیکن یہاں میں پھر آپ کو لکھ دوں، اگر آپ کا ضمیر یہ کہے کہ واقعی یہ انتہائی رعایتی اجرت ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ آپ ضمیر کی آواز کے خلاف نہیں جا سکتے، اور اگر آپ کا ضمیر کچھ اور کہتا ہے تو وہ بھی اب کھل کر لکھ دیجئے۔ میں غور کروں گا اور اگر میرے ضمیر نے گنجائش پیدا کر لی تو معاملے سے نمٹ لیا جائے گا۔ یہ بتا دوں کہ میں اس کتاب کو اپنے ہی مکتبہ میں اپنی ہدایات کے ماتحت چھپوانا چاہتا ہوں اور میرا مکتبہ صرف ''فروغ اردو'' ہی ہے — بس!

میں نے برادرم ابراہیم جلیس، اردو محل حیدر آباد دکن کو کتابیں چھپوانے کے بارے میں لکھ دیا ہے۔ آج یا کل ادارہ ادبیات اردو یعنی ''سب رس'' والوں کو خط لکھ رہا ہوں، یہ خط ایڈیٹر ''سب رس'' حمید الدین کے نام ہوگا۔ اس سے بھی میرے اچھے تعلقات ہیں۔ ان دونوں کے جوابات آتے ہی آپ کو مطلع کروں گا۔ خدا کرے آپ کو اور مجھے اس میں کامیابی ہو، آمین۔ میں اس سلسلے میں ہر لمحہ اور ہر موقع پر آپ کی امداد کو پہنچوں گا۔ بے فکر رہیں۔ اقبال سلیم کانپوری پر مجھے بالکل اعتماد نہیں یہ سخت فریبی معلوم ہوتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ کوئی اور در کھٹکھٹایا جائے۔

رسیدوں کا بلاک اپنے پاس محفوظ رکھئے، پھر ضرورت ہوئی تو عرض کروں گا۔

بشیر صاحب کو کون نہیں جانتا، ان کی خدمت میں نہایت مودبانہ سلام عرض کر دیں۔

حضرت مخدومی استاد صاحب کو خلوص بھرے سلام۔

اور ہاں کیا آپ ایک سو روپے اپنی پہلی فرصت میں گنجائش نکال کر بھجوا سکتے ہیں۔ آج کل جیب میں سگرٹوں سے چُھٹے ہوئے تمباکو کے سوا اور کچھ نہیں۔

شاید آپ کا جواب آنے تک ''آبلے'' کا ابتدائی حصہ بھجوا دوں۔

بھائی جان کی طرف سے سلام، والدہ سچ مچ دعا گو ہیں۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

(پی۔ایس) آپ سے مجھے ایک نہایت سخت اور تلخ شکوہ ہے، آخر آپ ''رم جھم'' اور ''آنچل'' کی پبلسٹی کیوں نہیں کرتے۔

ہندوستان کے ۷۵ فیصد ادیبوں کو ان کتابوں کی اشاعت کا علم ہی نہیں۔ کتاب کا بکنا واقعی اچھا ہے، لیکن اس کی شہرت بھی تو کوئی چیز ہے، اور مجھے شہرت سے غرض ہے، ''رم جھم'' پر سید عبادت بریلوی ایک مضمون لکھ رہے ہیں۔ ''انقلاب'' میں جو ریویو چھپا تھا اسے تو کور کے فلیپ پر چھپوانا چاہیے۔ خدا کے لیے ''آواز'' وغیرہ میں اشتہار چھپوائیے۔

(۱۵)

انگہ۔

۳۰۔ دسمبر ۱۹۴۵ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

گرامی نامہ اور منی آڈر ملے۔ یاد آوری اور عنایت فرمائی کا شکریہ۔

بھائی ا کی علالت نے سخت متردد کر دیا، میں پہلے تو آپ کی خاموشی سے ایک حد تک خفا ہو چلا تھا، لیکن اب عزیز بھائی کی صحت کے لیے دست بہ دعا ہوں۔ یقین کیجیے، میں آپ کے تمام دکھوں میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ اب تک عزیز کو صحت کی دولت سے مالا مال کر چکا ہو۔ مجھے اس کے متعلق لوٹتی ڈاک سے لکھیے، خدا کرے وہ اب بخیریت ہوں، اور آپ بے فکر ہوں۔

''آبلے'' کے مسودے کے متعلق سخت نادم ہوں۔ آپ کی ضرورت کا مجھے شدید احساس تھا لیکن کاش مجھ میں اتنی قوت ہوتی کہ میں اپنی مجبوریوں کو آپ پر پوری طرح واضح کر سکتا۔ آج چار روز سے میں بہ عارضہ نزلہ زکام بخار بیمار ہوں۔ تین روز والدہ پر نہایت شدید دمہ کا حملہ ہوا ہے۔ اب کچھ افاقہ ہے، وہ کچھ سوئی ہیں تو میں یہ عریضہ لکھنے بیٹھا ہوں۔ دماغ چکرا رہا ہے، حواس باختہ ہوں، آپ سے بہت ہی باتیں کہنا چاہتا ہوں، لیکن کہہ نہیں سکتا۔ بہرکیف ''آبلے'' کا مسودہ ۵ جنوری کو یہاں سے روانہ کر دوں گا، یہ اس لیے کہ شاید تب تک میں ایک بڑا حصہ مکمل کر لوں، اگر ناکام رہا، تو بھی جو کچھ موجود ہے بھجوا دوں گا۔ بے فکر رہیں، بالکل کوتاہی نہیں ہوگی۔

بہت اچھا، عزیز بھائی! مجھے آپ کا ارشاد منظور ہے، ''رم جھم''، ''آبلے'' اور انتخاب کی کل رقم بجائے 1300 کے 1150 لوں گا۔ میں نے پہلی مرتبہ ایک رقم لکھی، آپ نے پہلی مرتبہ اسے سمجھا، لیکن 150 کی کمی کے متعلق نہایت ''معصومیت'' سے لکھا۔ میں اس معصومیت کی قدر کرتا ہوں۔ اب آپ یہ لکھیے کہ میں آپ سے کتنی رقم لے چکا ہوں، اور کتنی باقی ہے، تاکہ حساب صاف چلا آئے۔ یہ نہایت ضروری ہے، روپیہ کے معاملے میں آپ سے معمولی سی الجھن میری ذہنی تباہی کا پیش خیمہ ہو گی، آپ کے خلوص سے مجھے محبت ہے۔

تازہ کتاب ملی۔ بے حد شکریہ۔

خدا کے لیے اب اشتہارات کی طرف توجہ دیجیے۔ خصوصیت سے مجھے سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ظلم یہ ہے کہ میری قابل فخر کتاب ''رم جھم'' کے متعلق بھی پبلک ابھی اندھیرے میں ہے۔

فنکاروں کے متعلق ۵ جنوری کو مطلوبہ سطور بھجوا دوں گا انشاللہ۔

اس وقت والدہ کی آنکھ کھل گئی ہے اور وہ بلا رہی ہیں اس لیے خط ختم کر رہا ہوں۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

(پی۔ایس) استاد صاحب نیاز عبدالسبوح صاحب کو میں قطعی نہیں بھول سکتا ان کی خدمت میں سلام نیاز۔
منسلکہ خط پڑھ کر مجھے فوراً واپس بھجوا دیں اور اس کے متعلق مفصل لکھیں تا کہ جواب دے سکوں۔
۱۶ کو چوہدری نذیر صاحب یہاں آئے تھے۔ ''ادب لطیف'' کی ادارت پھر مجھے سونپ گئے۔ سالنامہ میں مرتب کروں گا۔ مفصل پھر لکھوں گا۔ اب عجلت میں ہوں۔

(۱۶)

انگہ

۷ جنوری ۱۹۴۶ء۔

برادرِ عزیز، سلام مسنون

مفصل عریضہ قبل ازیں لکھ چکا ہوں۔ امید ہے ملا ہو گا۔ جواب کا منتظر ہوں۔

۳۱۔ دسمبر والا کارڈ ملا، ''آبلے'' کا 1/3 مسودہ ارسال خدمت ہے، متدعی ہوں کہ اس کی ایسی کتابت کیجئے یا کروایئے کہ لطف آ جائے اور پھر پہلے سے عرض کر دوں، کہ پریس کا انتظام تسلی بخش کیجئے گا ''کیسر کیاری''، ''آنچل'' اور ''رم جھم'' پریس ہی میں تباہ ہوئی ہیں۔ کتابت اتنی اچھی تھی اور طباعت !—— توبہ۔

روپے مل گئے تھے شکریہ!

والدہ مکرمہ دس روز سے نہایت شدت سے علیل ہیں۔ دمہ، کھانسی، بخار اور بے خوابی کے اکھٹے حملے ہو گئے ہیں۔ نہایت کمزور ہو گئی ہیں۔ ہم دونوں بھائی سخت پریشان ہیں۔ میرا تو دماغ چکرا گیا ہے، کوئی بات نہیں سوجھتی، مائیں ہر ایک کو عزیز ہوتی ہیں لیکن میری ماں نے مجھے زندگی کے وہ سبق سکھائے، خود اعتمادی اور خودداری کی وہ وہ منزلیں دکھائیں، کہ میری ماں، ماں کے علاوہ میری پیر و مرشد اور روحانی رہنما بھی ہیں۔

بہر صورت ان کی علالت نے سخت مضطرب کر رکھا ہے۔

رسید سے فوراً مطلع کیجئے۔ بقیہ مسودہ جلد از جلد بھیجوں گا۔ اسی کوشش میں ہوں۔

آپ کا اپنا: ندیم

(پی۔ایس) لمبے لفافے نہیں تھے سخت ضرورت ہے۔ آپ نے سفید پیڈ اور لفافے ابھی تک نہیں بھجوائے۔ توجہ فرمایئے اور ساتھ ہی لمبے لفافے بھی—— یہ لفافہ جس میں مسودہ بند ہے میرا اپنا تیار کردہ ہے، داد دیجئے۔ خدا کرے برادر عزیز بخیریت ہوں۔

(۱۷)

انگہ۔ تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا

۱۶ فروری ۴۶ء

عزیز بھائی، سلام محبت

سخت شرمندہ ہوں، آپ کے ضروری خطوط کا جواب مجھے فوراً لکھنا چاہیے تھا۔ دراصل مجبوری بے انتہا تھی، دو مصیبتیں درپیش تھیں اور دونوں ایک حد تک خوشگوار مصیبتیں تھیں۔ مسلم لیگ اور ''ادب لطیف'' دونوں کام مکمل ہو چکے ہیں اور

اب کچھ فارغ ہوا ہوں۔الکشن ختم ہو چکی ہے، سالنامہ ''ادب لطیف'' مرتب کر چکا ہوں مگر چودھری صاحبان سے استدعا کی ہے کہ مجھے لاہور آنے پر مجبور نہ کریں، اور سالنامہ بھی سے کسی اور ایڈیٹر کا نام لکھنا شروع کریں، میں اپنی صحت سے زیادہ کسی چیز کو مقدم نہیں سمجھتا۔

۱۔ اب انتخاب اور مطالعہ دو کام ہیں۔انتخاب کی سُنیے، حجاب امتیاز علی، عصمت چغتائی، ڈاکٹر رشید جہاں، مسز عبدالقادر اور طاہرہ دیوی شیرازی اب تک میرے لیے معمہّ کی حیثیت میں ہیں۔حجاب سے ضرور کچھ حاصل کر لوں گا، حمید علی صاحب کے صاحبزادوں کو اکسایا ہے، وہ کوشاں ہیں اور وعدہ بھی ہو چکا ہے۔عصمت نے عجیب سا بہانہ کیا ہے، مگر میں تقاضا کیے جا رہا ہوں، افسانہ نہ ملا، تو وہ خط ہی چھاپ دوں گا۔مختصر سا ہے لیکن ان کے نظریے کی وضاحت خوب کرتا ہے، وہ مرد عورت کے امتیاز کو بُرا سمجھتی ہیں۔ڈاکٹر رشید جہاں نے باوجود ہزار ہا سفارشوں کے صاف انکار کر دیا۔لیکن میں نے ان کی ایک سہیلی سے ان کا تازہ اور غیر مطبوعہ افسانہ حاصل کر لیا ہے، اجازت بھی اسی سہیلی صاحبہ کے سپرد ہے۔بہر کیف مجھے افسانہ چاہیے تھا وہ مل گیا۔

مسز عبدالقادر کو میں نے اب تک نہیں لکھا۔یہ کام آپ کے ذمہ لگاتا ہوں۔مجھے اُن کا ایڈریس معلوم نہیں، ایک تو ان کا ایڈریس لیکن دوسرے یہ بھی تحریر کریں، کہ کیا آپ کسی طریقہ سے ان سے افسانہ وغیرہ جلد از جلد لے سکیں گے، یہ نہایت ضروری ہے۔سرلا دیوی کا ایڈریس بھی معلوم نہ تھا۔ایڈیٹر ''آج کل'' نے رہنمائی کی ہے، اب کوشاں ہوں۔باقی تمام مشہور خواتین نے افسانے وغیرہ بھیج دیے ہیں لیکن اس انتخاب کے لیے مجھے جو محنت، کاوش اور سر دردی کرنا پڑی اس کا احساس صرف مجھی کو ہے۔یہ خواتین کتنی حساس اور ساتھ ہی بے حس ہوتی ہیں!

کتاب کا نام ''حریری پردے'' تجویز ہوا ہے، اس نام کا ناول لکھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ نام عورتوں کے افسانوں پر ایسا صحیح بیٹھا ہے، کہ مجبور ہو گیا ہوں۔یقین کیجئے، یہ مجموعہ اپنی وضع کا منفرد مجموعہ ہوگا۔چار تصویریں بھی ہوں گی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ تصاویر بھیج دوں، تاکہ بلاک بنوائے جا سکیں، یہ تصاویر پورے صفحے کے سائز پر چھپیں گی۔کتاب کے سائز کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں یعنی ''ماوراء'' سائز سب سے بہتر رہے گا، ورنہ ''بانگ دار'' سائز۔ سب سے اوّل دیباچہ ہوگا، پھر ایک مختصر سا مضمون سرلا دیوی کا ہوگا۔اس کے بعد افسانے ہوں گے۔ہر افسانے کے شروع میں سوانح ہوں گے، آخر میں میرے آٹھ سوالات اور جوابات ہوں گے، جن کی ترتیب میں میرا بہت وقت صرف ہوا۔کتاب کا یہ حصہ اتنا دلچسپ اور تنقیدی نقطہ نظر سے اچھوتا ہے، کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔کتاب زیادہ سے زیادہ مارچ کی ۱۵ تک آپ کو مل جائے گی۔اس کا سرورق تیار ہے، لاہور میں ایک بہن نے تیار کیا ہے، اگر آپ کہیں تو وہ سرورق بھی آپ تک پہنچ جائے، حروف تہجی کے لحاظ سے ان خواتین کے نام سُنیے، جن کے افسانے وغیرہ مل چکے ہیں۔

(۱) تسنیم سلیم چھتاری (۲) حمیدہ سلطان (۳) خدیجہ مستور (۴) رشید جہان (۵) زہرہ جبین (۶) سحاب قزلباش (۷) سرلا دیوی (۸) شائستہ اختر سہروردیہ (۹) شفیق بانو شفیق (۱۰) شکیلہ اختر (۱۱) شیریں (۱۲) صالحہ عابد حسین (۱۳) صدیقہ بیگم (۱۴) عائشہ درانی (۱۵) قرۃ العین حیدر (۱۶) کوشلیا اشک (۱۷) ممتاز شیریں (۱۸) ہاجرہ مسرور۔تصاویر کوشلیا اشک، قرۃ العین حیدر، ممتاز شیریں اور شاید حجاب کی بھی ہوگی، اگر عصمت نے افسانہ دیا تو اُس کی تصویر بھی حاصل کر لوں گا۔

۲۔ اب ''آبلے'' کی سُنیے، یہ آبلے سچ مچ کے آبلے ثابت ہو رہے ہیں۔پہلا افسانہ تو کب کا کتابت کیا جا چکا ہوگا۔

اس کے بعد ''ادب لطیف'' اور الکشن نے سر کھجانے کی مہلت نہ دی۔ اس دوران میں سالنامہ ''ادب لطیف'' کے لیے ایک افسانہ ''ہیروشیما سے پہلے ہیروشیما کے بعد'' لکھا جو طویل ہو گیا اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی، جب میں نے محسوس کیا، کہ اس کی تیاری میں طفیل بھائی کی دعا شامل ہو گئی تھی، اس افسانے کی نقل کرنا میرے بس میں نہ تھا، سالنامہ میں یہ شائع ہو گا اور سالنامہ ۲۸ء فروری تک امید ہے چھپ جائے گا۔ آپ اس سے حرف بحرف نقل کر سکتے ہیں۔ دو افسانے ہو گئے، تیسرے افسانے کا وعدہ کرتا ہوں کہ سالنامہ کی اشاعت سے پہلے ہی یہ آپ کے ہاتھوں میں ہو گا۔ اس کا عنوان ''عبدالمتین'' ہے۔ ''آبلے'' نام کا افسانہ پھر کبھی لکھوں گا، یا شاید نہ ہی لکھوں، یہ ضروری بھی نہیں کہ کتاب کا عنوان افسانہ بھی ہو۔ یہ تینوں افسانے دھرتی کے سینے پر اور روحِ انسانی کے قدموں کے آبلے ہیں۔ پہلے افسانے کے متعلق آپ نے اپنی رائے نہ لکھی، کیوں؟

۳۔ والدہ اب بخیریت ہیں، کمزوری دور ہو رہی ہے، بڑا خطرناک مرض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ وہ دعا گو ہیں۔

۴۔ خدا کرے آپ کے عزیز بھائی اب بالکل خیریت سے ہوں۔

۵۔ اشتہارات کا سلسلہ ''ادب لطیف'' ہی سے شروع ہوتا تو بہتر تھا، مگر اب میں سالنامہ کی تیاری کے بعد ایڈیٹری ہی سے انکار کر چکا ہوں۔ اس لیے کوئی اور پروگرام بنائیے اگر ''ادب لطیف'' والے اشتہارات لے لیں تو فبہا ورنہ ''ہمایوں''، ''ادبی دنیا''، ''ساقی''، ''نیا دور''، ''، بنگلور نگار''، ''انقلاب'' لاہور وغیرہ ــــ نیز ''آواز'' اور ''آجکل'' میں اشتہارات کی ایک رَو چلا دیں۔ اپنی تمام مطبوعات کی۔

۶۔ ابراہیم جلیس ؔ کے خط کا جواب بھی آج دوں گا، میری سستی ملاحظہ فرمایئے۔ اُن کے جواب سے آپ کو مطلع کروں گا۔

۷۔ کرشن اور منٹو اب بڑے آدمی ہو گئے ہیں۔ نہ میں انہیں لکھتا ہوں نہ وہ مجھے لکھتے ہیں۔ اس لیے کتاب کے سلسلے میں ان سے خط کتابت بے نتیجہ رہے گی، ساتھ ہی وہ پانچ سو کسی حالت میں نہیں لیں گے۔ ان کے دماغ بہت اونچے ہو چکے ہیں اور وہ حق پر ہیں۔ دوسروں کے لیے میرے دماغ کی اونچائی بھی معمہ بن رہی ہے۔ لیکن آپ کے سلسلے میں قطعی نہیں۔ میرا آپ کا مستقبل کا اور مستقل ساتھ ہے۔ سو کوشش کروں گا، کہ اگر ان حضرات سے ملاقات ہو تو شاید کچھ اینٹھ لوں یا کسی اور مشہور شخص سے بات چیت کروں، دیکھئے۔ یہ بڑی اچھی تجویز سوچی آپ نے کہ کتابیں ادیبوں کو باقاعدہ بھیجی جانی چاہییں میں ایک فہرست عنقریب اشتہارات کے ساتھ آپ کو بھیج دوں گا۔ عنقریب سے میرا مطلب کل پرسوں ہے۔

۸۔ حساب جو آپ نے لکھا ہے، اس کے متعلق آپ بھی یہی کہتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے'' اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ''میرا خیال ہے'' سو یہ ناممکن ہے کہ ہمارے ''خیالوں'' میں تفاوت ہو، اس لیے حساب بالکل صحیح ہے۔ میرے 450 آپ کی طرف رہے، بہت اچھا۔ جب کبھی سہولت سے آپ مجھے روپے (قسط وار ہی سہی) بھجوا سکیں، تو میں قبول کروں گا۔ فی الحال میرے پاس چند ٹکریاں ہیں، مجبوری نہیں، اس لیے مطمئن رہیے۔

۹۔ کوئی صحیح الخیال مسلمان کانگرسی نہیں ہو سکتا، آپ صحیح الخیال ہیں، اس لیے میرا دل کہتا ہے کہ آپ کانگرسی نہیں ہیں۔ آپ کی غلط فہمیاں میں دور کروں گا، اور کان پکڑ کر مسلم لیگی بنا لوں گا۔ حضرت استاد صاحب سے بعد از سلام محبت کہہ دیجیے، کہ مجھے اس راز کا علم نہ تھا، (نہ جانے طفیل کے اور کتنے راز ابھی اس کے نہاخانۂ دل میں محفوظ پڑے ہوں گے) اس راز کا افشا غیر

ارادی طور پر طفیل سے ہوگیا اور چور پکڑا گیا۔ اب ملت کے اس چور کو سزا دی جائے گی، اور آپ دیکھیں گے کہ یہ پاکستانی کلنڈر چھاپنے لگے گا ـــ نہ جانے کیا بات ہے، کہ وسیع النظری کا دعویدار ہونے کے باوجود جو مسلمان مسلم لیگی نہیں اس سے مجھے نفرت ہونے لگتی ہے خدا ہی خیر کرے۔

۱۰۔ کیا آپ یقین کریں گے ـــ خدا کے لیے یقین کر لیجئے ـــ کہ اب اسی لمحے آپ کے خط کے ایک کونے میں بھتیجے کی آمد کی خبر پڑھی ـــ خدا کی قسم، پہلے یہ سطر میری نظر سے بچ گئی، مبارکبادوں کے انبار قبول کیجئے۔ کاش نام تجویز کرنے کا اب بھی وقت ہوتا ـــ بہرکیف اس کا حلیہ وغیرہ لکھئے، اور باور فرمایئے کہ مجھے بہت خوشی ہوئی اور ہنسی بھی آئی ـــ اب آپ بزرگ ہو گئے !ـــ اللہ !ـــ اور ہم جورو کی تلاش میں ہیں !ـــ الحمدللہ!

۱۱۔ نہ ''کتیا''[۳] کتاب آئی نہ ڈسٹ کور پر اشتہاروں کے نام معلوم ہوئے، نہ میں اشتہار بنا سکا۔ اب آپ ہی بتایئے میں کیا کروں۔

۱۲۔ ''دوسری کتاب چھپ رہی ہے۔ وہ بھی بھیجوں گا'' [۴] آخر آپ بھجواتے کیوں نہیں، میں صبر کے سلسلہ میں کورا ہوں۔

۱۳۔ لفافے اور پیڈ؟

اور اب دوسری باتیں:۔

میری صحت پہلے سے ہزار درجہ بہتر ہے، لیکن تمام اعضا نے اس مرض میں کچھ ایسی چوٹ کھائی ہے، کہ ذرا سا دماغی کام جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اب یہ خط لکھتے ہوئے میں تین بار تو اٹھ کر صحن میں گھوم آیا ہوں ـــ البتہ میں اب پہلے کی طرح صفر نہیں ہوں، تین چار افسانے لکھ لیے ہیں، سات آٹھ بڑی اچھی نظمیں کہی ہیں، ایک درجن قطعات، تین چار غزلیں، غرض میں ادبی حیثیت سے مر نہیں سکا، پھر سے زندہ ہو رہا ہوں۔ ایک تازہ قطعہ سناتا ہوں:

میں کدھر جاؤں ؟ اِدھر دین اُدھر دنیا ہے
اس طرف صرف خدا ، اُس طرف انبوہِ کثیر
اس طرف دھند، دھواں ، ایک مسلسل ابہام
اُس طرف آہِ سحر گاہی ، فغانِ شب گیر !

کیا ایڈیٹر ہمایوں، ادبی دنیا، نگار، سب رس، نیا دور، ساقی وغیرہ کو آپ نے ''رم جھم'' برائے ریویو بھیجی تھی۔ اور ہاں ''اُردو'' کو دو کاپیاں ـــ یہ تو بڑی ضروری بات تھی، ''انقلاب'' نے جو ریویو لکھا تھا، اسے بطور اشتہار چھپنا چاہیے، کہیے تو بھیج دوں۔

''آبلے'' کے ٹائٹل پر عورت کا چہرہ وغیرہ نہ بنوایئے گا، میں عورت سے بھاگنے لگا ہوں، اس کا گرد پوش آپ نے دکھانے کا وعدہ کیا تھا، دکھایئے گا۔

اچھا اب رخصت۔
مفصل جواب کا انتظار رہے گا۔

آپ کا بھائی
احمد ندیم

انگہ

۷ مارچ ۱۹۴۶ء

برادرِ عزیز سلام شوق۔

پارسل اور گرامی نامے ملے، بے انتہا شکریہ۔ پروف اور ڈیزائن دونوں واپس بھجوا رہا ہوں۔ اب کے پروف بہت اچھے نکلے ہیں، طبیعت خوش ہوگئی۔ خدا کرے کتاب اچھی چھپے، البتہ یہ ضرور عرض کروں گا، کہ کاغذ ذرا بہتر لگایئے گا۔ ڈیزائن دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں، آپ کو مجھ کنوارے پر کوئی رحم نہ آیا، اور ایسی کافر قسم کی تصویر مجھے بھجوادی، اور یہ نہ سوچا کہ بے چارے کی نیندیں اچاٹ ہو جائیں گی۔ میرے خیال میں یہ ڈیزائن سردار مہندر سنگھ کا ہے آرٹ کا کمال ہے، مگر میں ملتجی ہوں کہ اسے ''آبلے'' کے لیے منتخب نہ فرمایئے گا۔ میرے افسانے ان آبلوں کی روداد میں نہیں ہیں۔ آپ کا خرچ ضرور ہوا ہوگا لیکن مصیبت یہ ہے کہ یہ ڈیزائن میری کتاب کے لیے قطعی مناسب نہیں۔ مجھے اس کے حسن و تکمیل سے انکار نہیں، لیکن میری کتاب سے اسے کوئی مناسبت نہیں۔ اگر آپ کو خوف ہو کہ خرچ بڑھ جائے گا، تو صاف اور سیدھا سا ٹائٹل لگا دیجئے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

مسز عبدالقادر کو میں نے آپ کے بتائے ہوئے ایڈریس پر خط لکھ دیا تھا۔

آپ کو پھر چوتھے افسانے کی یاد دہانی کی ضرورت پڑی۔ میرے عزیز جب تین افسانوں ہی سے آپ کے مجوزہ اڑھائی سو صفحات پورے ہو جائیں گے بلکہ بڑھ جائیں تو چوتھے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے، لیکن اگر فرمائیں، تو میں چوتھا افسانہ بھی پیش کر دوں، آپ کے سلسلے میں مجھے اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔

اپنے بھتیجے کا نام میرے ذہن میں ''محمد فاروق'' تھا، فاروق مجھے بہت پسند ہے۔ اگر محترمہ بھاوج صاحبہ ''ایاز محمود'' کے دورازکار نام کے بجائے یہ رکھ لیں، تو کتنا اچھا رہے، یہ میری استدعا ہے۔

یہ میں ضرور عرض کروں گا، کہ پروف مجھے ضرور دکھاتے جایئے۔ ان پروفوں کو دیکھ کر آپ اندازہ لگالیں گے کہ کتنی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ پروف دیکھنے کے بغیر میری تسلی نہیں ہوگی۔

محترمی عبدالسبوح صاحب کا پتہ لکھیے، تا کہ میں ان کے مخلصانہ انتساب کا خود شکریہ ادا کروں، یہ آپ دونوں کی مشترکہ ''سازش'' معلوم ہوتی ہے۔ بہت ممنون ہوں آپ کا۔

پیڈ اور لفافے مجھے پسند ہیں، میں اسی نوع کے سادہ اور صاف پیڈ چاہتا تھا اس لیے اس کا شکوہ نہیں کہ پیڈ بڑھیا نہیں، شکوہ اس بات کا ہے کہ کم ہیں، اور دس بیس روز میں ختم ہو جائیں گے۔

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ ''ادب لطیف'' والوں پر کیا حادثہ رونما ہوا، ذرا مفصل لکھیے اور جلد لکھئے، مجھے فکر رہے گا۔ بہر کیف اگر ''ہیروشیما'' دیر سے چھپا تو اس سے پہلے ہی ''عبدالمتین ایم اے'' آپ کو مل جائے گا، بے فکر رہیں۔

آپ کے محترم دوست کے لیے آج ہی پشاور لکھ رہا ہوں، انہیں بھی ایک عریضہ لکھ دیا ہے، میری بساط میں جتنا بھی ہوا ضرور کروں گا، بے فکر رہیں۔

اور اب ایک نہایت ضروری التجا — میں چاہتا ہوں کہ ''سیلاب'' اور ''انگڑائیاں'' کے دوسرے ایڈیشن آپ شائع

کریں۔ دو برس کی معینہ مدت ختم ہو گئی ہے، اور حیدر آباد دکن نے مجھے سخت مایوس کیا ہے۔ ''گرداب'' کا تو دوسرا ایڈیشن وہ چھاپ چکے ہیں، اور رقم بھی میں لے چکا ہوں۔ میں نے انہیں آج نوٹس بھی دے دیا ہے، کہ وہ ان دونوں کتابوں کے دوسرے ایڈیشن شائع نہ کریں۔ ان کتابوں کی غلطیاں درست کر رہا ہوں، پرسوں تک دونوں دیکھ لوں گا۔ آپ مجھے آج ہی لکھیں کہ کیا آپ تیار ہیں، اگر نہیں، تو میں کہیں اور بات کروں، تاکہ حیدر آباد والوں سے چھٹکارا ملے۔ ''انگڑائیاں'' بہترین افسانہ نگاروں کا انتخاب ہے، اور ''سیلاب'' میں بھی میرے چند نہایت اچھے افسانے ہیں۔ کل دس افسانے رکھوں گا۔ ''انگڑائیاں'' اور ''سیلاب'' کے تازہ ایڈیشنوں کے بالترتیب چار سو اور پانچ سو روپے لوں گا۔ یہ آپ کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اب فرمایئے، مگر ذرا جلدی۔

والدہ دعا گو ہیں اور بھائی جان میانوالی میں ہیں۔ جواب کا منتظر۔ حضرت استاد صاحب نیاز۔

آپ کا بھائی: ندیم

(پی۔ ایس) میرا پارکر قلم کھو گیا ہے، اس لیے خط اس قدر بھدا ہے۔ خفا ہونے کی بجائے مجھ سے ہمدردی کیجئے۔

(۱۹)

انگہ، تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا (پنجاب)

۶۔ مئی ۱۹۴۶ء

پیارے بھائی، سلام محبت۔

میں پچھلے دنوں ایک ایسے کڑے امتحان سے گزرا ہوں، جس نے انجام تک پہنچ کر عذاب کی صورت اختیار کر لی ہے، اور میری ذہنی اور پھر جسمانی حالت کو جھنجھوڑ کر چھوڑ دیا۔ مجھے اس گناہ کا اس کے پورے پھیلاؤ کے ساتھ اعتراف ہے کہ میں نے ''آبلے'' کی تکمیل میں آپ کی وقت پر مدد نہ کی اور آپ کو ایسے حالات سے دوچار کیا، جو نو دمیدہ پبلشر کے لیے ہر حالت میں مضر ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کے لیے یقین فرمایئے، کہ میں مجبور تھا، میں اس قدر نادم ہوں، کہ آپ میری ندامت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس قدر شرمندہ ہوں، کہ ایسی شرمندگی کا مجھے پہلے بہت کم تجربہ ہوا ہے، مجھے افسانوں کی فوری تیاری کا پورا احساس تھا، مگر ساتھ ہی آپ کے کچوکے --- افسانہ نہ بھیجو، خیریت سے تو مطلع کرو --- پھر بھائی نور الزمان صاحب کو خط [لکھا] جسے پڑھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ یعنی اپنی نالائقی کا صدمہ --- غرض کیا عرض کروں۔ ''آبلے'' کی ترتیب ایک معمہ بن گئی، اور یہ معمہ ایک برس بعد جا کر حل ہوا۔ یعنی اب، کہ تیسرا افسانہ ''عبدالمتین ایم اے'' پیش خدمت کر رہا ہوں۔

میں نے کیوں دیر لگائی اسے آپ نے غفلت پر محمول کر رکھا ہے، حالانکہ یہ میری معذوری تھی، ادب لطیف کے لیے جو افسانہ لکھا وہ دراصل ''آبلے'' ہی کے لیے تھا، ''ساقی'' میں اور ''نیا دور'' میں دو افسانے چھپے وہ مختصر تھے، اور یہاں مجھے طویل افسانے لکھنے تھے، دو افسانے کسی نہ کسی طرح تیار ہو گئے، لیکن تیسرا افسانہ! --- یہ وہی افسانہ ہے جو میں نے لاہور میں شروع کیا تھا، شاید دسمبر ۴۴ء میں، ابتدائی حصہ آپ کو ایک مرتبہ دکھا سنا بھی تھا، پلاٹ میرے ذہن میں تھا، لیکن یہاں، سچ عرض کرتا ہوں، ایسی حالت رہی کہ میں افسانہ --- طویل افسانہ قطعی نہیں لکھ سکتا تھا، میں نے ہر روز آدھ آدھ صفحہ لکھنا شروع کیا، اور جب اختتام تک پہنچ رہا تھا تو اب دوبارہ پڑھا اور ابتدا کو قائم رکھ کر کے باقی صفحات کو تلف کر دیا، مجھے اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا، اب لاہور سے برادرم نور الزمان صاحب واپس آئے، آپ کا خط ملا، مجھے بھائی حیات صاحب اور حکیم صاحب

روزانہ مجبور کرنے لگے کہ لکھو، لکھو،—— لیکن مجبوری سے لکھنا، لکھنا نہیں گھیسٹنا ہے، اس لیے ایک سطر نہ لکھی، اور آخر جب آپ کا خط برادرم نورالزمان کے نام آیا تو شرم کے مارے میری بری حالت ہوگئی۔ میں نے اپنے مکان کی چھت پر ایک کھاٹ رکھی، اور سائے میں بیٹھ کر لکھنے لگا، اس لیے کہ آپ کی ''بیزاری'' نے میرے ''موڈ'' کو تازہ کر دیا تھا، لکھتا رہا، لکھتا رہا، اور جب افسانہ ختم کیا تو اس کی نقل کا مرحلہ سامنے آیا، میں نقل کرتے وقت افسانوں میں ان گنت تبدیلیاں کرتا ہوں۔ اس لیے خود ہی نقل شروع کی، نقل آپ جانتے ہیں میرے لیے، بہت بڑا امتحان اور عذاب ہے مگر قہر درویش بر جان درویش والا قصہ تھا، اور آخر دماغ کے ٹھس ہو جانے کے باعث نزلہ اور زکام شروع ہو گیا، مگر میں لکھتا گیا اور جب افسانہ نقل کر لیا تو نزلہ کی وہ شدت تھی، کہ کیا عرض کروں، البتہ مجھے اس افسانے کی تیاری سے مسرت بے انتہا ہوئی، اگر چہ میں اپنے یقین کی پوری ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ '' آبلے'' میں میرے تینوں افسانے کم از کم میری حیاتِ افسانہ شاہکار ہیں۔ لیکن مجھے ''عبدالمتین، ایم۔اے'' اس لیے سب سے زیادہ پسند ہے کہ یہ اپنے رنگ کا بالکل جدید اور کامیاب افسانہ ہے، یہ ایک طمانچہ ہے ان لوگوں کے منہ پر جو دیہاتی زندگی کو جانے بغیر اس پر افسانے لکھتے ہیں، اور یہ محکمہ دیہات سرکار کے منہ پر طمانچہ ہے اور جدید تعلیم کی بے ہودگی کے منہ پر طمانچہ ہے، ایک بھر پور طمانچہ ہے، جس سے صرف درد نہیں بلکہ ایک آسودگی سی محسوس ہوتی ہے، اور اس لیے میں خوش ہوں کہ اگر چہ '' دیر آید'' مگر '' درست آید''۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے دیباچہ کا جو ہیروشیما اور عبدالمتین کی موجودگی میں بالکل بے معنی اور فضول بن کر رہ جاتا ہے، اس لیے اسے بدلنا یا اڑانا پڑے گا، مجھے اس کی سطور یاد نہیں، میرے خیال میں، میں نے اس ہی میں لکھا تھا کہ تینوں افسانے محبت کے متعلق ہیں، حالانکہ سوائے پہلے افسانے کے باقیوں میں عشق وشق کا نام تک نہیں۔ سو آپ وہ سطور مجھے نقل کر کے بھیجیں، تا کہ میں اُن میں تبدیلی کروں، اور اگر تبدیلی نہ کروں تو نہ لکھوں اور اگر آپ اب نیا نہ لکھوا سکتے ہوں، تو اسے اڑا دینے کا مشورہ کروں یہ ضروری ہے۔

کاغذ کے متعلق یہ عرض ہے کہ آنچل اور رم جھم سے بہت مذاق ہو چکا، اب کے کرم فرمایئے گا، اور یہ میں بھی عرض کروں گا، کہ لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں، کہ تمہاری کتابیں اب گمنام مکتبہ سے چھپتی ہیں اور گمنام رہتی ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ رم جھم کا نام تک بہت کم لوگوں نے سنا ہے، خدا کے لیے اشتہار وغیرہ دیجئے، آپ کتاب بیچ لیں گے مگر مجھے جو نقصان پہنچ رہا ہے، اس کا بھی اندازہ فرمایئے، میرا آپ کا نقصان برابر ہے کیونکہ ہم بھائی ہیں۔

مجھے پوری فراغ دلی سے بخش دیجئے، اب عورتوں کے مجموعہ کا دیباچہ لکھوں گا، اور مسودہ فوراً آپ کو بھیجوں گا، ساتھ ہی یہ لکھیے، کہ عورتوں کی تصویروں کا بلاک بنوانے میں کیا فوٹو پہلے بھیج دوں!

''انگڑائیاں'' اور ''سیلاب'' کے دوسرے ایڈیشنوں کے متعلق آپ نے کیا سوچا؟ اگر آپ لینا چاہیں تو لیں، اور اگر آپ نہیں لیتے، تو میں یہ کتابیں مکتبہ جدید کو دے سکتا ہوں، اب بہت دنوں کے بعد عرض کرتا ہوں کہ میری شادی کی افواہ اُڑ رہی ہے اور میری جیب میں کوڑی تک نہیں جس قدر رقم آپ، مجھے بھجوا سکیں، بھجوا دیں، لیکن فوراً، کیونکہ میرے ذاتی خرچ کے لیے بھی ایک روپیہ تک میرے پاس نہیں، بالکل خالی ہاتھ ہو چکا ہوں،—— آپ کا مفصل خط مجھے نہیں ملا تھا، جس کا آپ نے بھائی نورالزمان کے ہاتھ رقعہ دیتے ہوئے کہا تھا۔ اب کے تمام حالات مفصل لکھیں اور خط رجسٹرڈ بھیجیں، یہ افسانہ میں نے بھائی نور

الزمان کو دیا، وہ لاہور جانے کے لیے تیار تھے، اور چار دن کی تاخیر ہونے لگی، تو میں نے ان سے لے لیا، اور رجسٹری بھجوا رہا ہوں، اس وقت نزلے کا وہی زور ہے اور جسم تپ رہا ہے رخصت چاہتا ہوں، عزیز فاروق پیار، استاد صاحب آداب، آپ کا بھائی ندیم
''آبلے'' کے ٹائٹل کا کیا ہوا؟ مجھے ضرور بتایئے، اور ساتھ ہی وہ پہلا ٹائٹل اگر مجھے پاس رکھنے کے لیے دے سکیں، تو بڑا احسان ہوگا، وہ عجیب چیز تھی!

(۲۰)

میانوالی
۳۰رمئی ۱۹۴۶ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون۔

آج ہی تار، منی آڈر اور گرامی نامہ اکھٹے ملے، یاد آوری کا شکریہ، اور عنایت فرمائی کا الگ شکریہ۔

میں ۲۶ کو برادرِ محترم کے ہمراہ یہاں کے گھر آیا ہوں، انگہ میں ان دنوں موسم نہایت معتدل تھا کیونکہ مسلسل بارشیں ہو رہی تھیں، بھائی صاحب یہ کہہ کر مجھے ہمراہ لیتے آئے، کہ ان بارشوں سے میانوالی کی گرمیاں بھی کم ہو چکی ہوں گی، نیز مجھے دو تین سوٹ بھی سلوانے تھے، سو پورے ایک برس کے بعد میں انگہ کے پہاڑوں سے نیچے اترا، اور جب یہاں میدانوں یعنی ریگزاروں میں پہنچا، تو جل کر رہ گیا، ادھر برادرم صاحب بھی نوشہرہ تبدیل ہو گئے ہیں۔ سو اب ارادہ ہے کہ یکم یا ۲ کو یہاں سے ہم اکھٹے واپس چلے جائیں گے، تین سوٹ سلوانے کے لیے دیے، ان کی واپسی کا انتظار ہے، اسی سلسلے میں رقم کی ضرورت آن پڑی، تو یہ جانتے ہوئے آپ کو تکلیف دی، کہ آپ مجبور ہیں، مگر آپ کی مجبوری کے باوجود میرا صرف آپ ہی کو مخاطب کرنا آپ کو برا معلوم نہیں ہونا چاہیے، بلکہ میرے اس تخاطب میں کیا آپ کو قرب کی چاشنی محسوس نہیں ہوتی؟

''عبدالمتین'' کی کاپیاں، ۲۶ تک وہاں نہیں پہنچی تھیں، میرے بعد ہی آئی ہوں گی، واپس پہنچتے ہی اسی روز واپس بھجواؤں گا، ''آبلے'' کے سلسلے میں آپ نے مجھے ہمیشہ جھاڑ پلائی ہے، اور میں سر تسلیم خم کرتا چلا آیا ہوں، اس لیے کہ آپ کی شکایتیں بجا اور میرے عذر بے جا ہیں، اب کے پھر آپ خفا ہو رہے ہیں۔ تو میرے عزیز بھائی، عرض یہ ہے کہ اگرچہ میں واقعتاً مجبور رہا۔ مگر آپ سے معافی ضرور مانگتا ہوں، اگر میری وجہ سے آپ کاروبار سے مایوس ہو رہے ہیں تو خدا کے لیے مایوس نہ ہوجیئے، کیونکہ میں آپ کی اتنی ذہنی شکست کا باعث نہیں بنا، نہ میں نے آپ کی رقم ہضم کی ہے، اور نہ آپ کے دوسرے ادیب دوستوں کی طرح آپ کو تنگ کیا ہے، خدا کے لیے انصاف کیجیے گا۔

بذریعہ عدالت شوکت صاحب کے معاملے کا فیصلہ نہ کیجیے، یہ شوکت صاحب کے نزدیک نہیں ساری ادبی دنیا میں آپ کو ظالم تصور کیا جائے گا، کوشش کیجیے کہ گھی سیدھی انگلیوں نکل آئے۔

گھر پہنچتے ہی کاپیاں بھجواؤں گا۔

آپ کا بھائی
ندیم

بھائی صاحب سلام کہتے ہیں، بخدمت استاد صاحب آداب۔

انگہ

۵۔جون ۱۹۴۶ء

برادرِعزیز، سلام محبت

کل صبح کو میانوالی سے واپس آیا، اوراپنے پروگرام کے برخلاف چار روز پہلے محض کاپیوں کے لیے آیا۔کل ہی ساری کاپیاں دیکھ لیں، آج صبح انہیں بذریعہ پارسل بھجوانا چاہا، تو برادرم حکیم صاحب لاہور تیار ہو گئے، سومناسب سمجھا کہ انہیں کے ہاتھ بھجوادیں، کیونکہ اس طرح کاپیاں آپ کو تین دن پہلے مل جائیں گی۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ آخری تاخیر حالات کے مدنظر ناگزیر تھی اور میں قطعی مجبور تھا، نہ پارسل میانوالی منگا سکتا تھا اور نہ میانوالی سے فوراً لوٹ سکتا تھا، بہرکیف اب برادرم محمد بخش صاحب کو بھیا اپنے ہمراہ لے آیا ہوں، خضر حیات خان نے انہیں الیکشن کے دنوں میں خطرناک سمجھ کر نوشہرہ سے میانوالی تبدیل کر دیا تھا، اب وہ واپس نوشہرہ آ گئے ہیں۔آپ کا کارڈ بھی آج ہی ملا، جس کے لیے ممنون ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کو یہ علم نہ ہوا کہ میں نے روپیہ سوٹوں کے لیے منگوایا ہے، ورنہ اگر آپ رقم، نہ بھجواتے تو مجھے پردیس میں قرض اٹھانا پڑتا۔ یہ روپیہ میں نے سوٹوں کی سلائی پر خرچ کیا، سوٹ کا کپڑا پہلے قرضہ لے کر خرید چکا ہوں۔اور وہ قرض اتارنا باقی ہے، شائد یہ آپ کو معلوم نہیں کہ میں ان دنوں آٹھ سو روپے کا مقروض ہوں مگر میرے قرض خواہ آپ کی طرح میرے عزیز بھائی ہیں، البتہ یہ بات ہے کہ قرض کی یاد مجھے پریشان رکھتی ہے۔اور چاہتا ہوں کہ اس سے جلد رہائی پاؤں، ادھر آپ ہیں کہ خفا ہو جاتے ہیں، یا خفا ہونے کے قریب ہو جاتے ہیں۔کیا میں توقع رکھوں کہ اب آپ میری ضرورت اور اپنے حالات کے مدنظر مجھے بن مانگے روپیہ بھجوادیں گے،___ یعنی جب بھی آپ ایسا کر سکیں۔

خدا شوکت صاحب کو راہ راست، پر لے آئے۔ نہ جانے یو پی کے ادیبوں کا خمیر کہاں کا ہے! زمانے بھر سے الگ۔کفارہ کے لیے میں نے جو مصرعہ بھیجا تھا وہ ویسے صحیح ہے، ہیروشیما کے نیچے شعر غلطی سے بھیجا، آپ ہیروشیما کے عنوان کے نیچے صرف ایک مصرعہ لکھوائیں۔

عبادت برق کی کرتا ہوں ، اور افسوس حاصل کا

یہ غالب کا مصرعہ ہے، اور نہایت مناسب ہے۔کفارہ کے عنوان کے لئے صفحہ ضرور خالی چھوڑ دیئے گا، کہیں روا روی میں سیدھے ہی نہ تیرتے چلے جائیں اور کتاب کی ظاہری صورت کا ستیاناس ہو جائے!___ اور ٹائٹل کی خوبصورتی وغیرہ آپ کے ذمہ ہے، یہ میری پہلی کتاب ہے کہ میں نے اس کا ٹائٹل نہیں دیکھا، اگر مجھے پسند نہ آیا تو یاد رکھیے، نیا بنوانا پڑے گا،''آبلے'' کا اشتہار بھجوا رہا ہوں

ایک اور نہایت ضروری بات، آپ نے ''آبلے'' کے پہلے صفحہ کے بعد یعنی دوسرے صفحے پر یہ الفاظ لکھے ہیں ''جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ''___ یہ غلط ہے جملہ حقوق بحق ندیم محفوظ ہیں، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے کتاب کے حقوق آپ کو نہیں دیے، بلکہ یہ ایڈیشن دیا ہے، اور وعدہ کیا ہے کہ اس کے بعد کے ایڈیشن بھی آپ ہی شائع کریں گے، بشرطیکہ مجھے ہر ایڈیشن کی اجرت ملتی رہے۔خفا نہ ہو جائیے گا، اب حقوق کی قید خصوصاً مجھ سے اُٹھا لیجیے یہ آپ کی عنایت ہوگی، اگر حقوق کا معاملہ ہوگا تو

میں اتنی تھوڑی سی رقم پر یہ مجموعہ کیسے دے سکتا تھا، میرے بھائی۔

خالص سوداگرانہ باتوں کی معاف چاہتا ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ آپ ''دھڑکنیں''، ''رم جھم''، اور ''آنچل'' اور ''آبلے'' کے اشتہارات باقاعدہ، آج کل، آواز، اور دیگر ادبی رسالوں میں پانچ چھ مہینے چھپوائیں، آپ کا تساہل حیرت خیز ہے۔

کیا ٹائٹل چھپ چکا ہے؟ اگر نہیں تو اس کے فلیپ پر کچھ عبارت ہوجاتی تو بہتر تھا کیا خیال ہے آپ کا؟

گرد پوش کے لیے عبارت بھجوا رہا ہوں، اگر گرد پوش چھپ چکا ہو تو یہ کاغذ مجھے واپس بھجوا دیجیے گا۔ والسلام

آپ کا بھائی: ندیم

مکرر: برادرم حکیم صاحب نے سفر ملتوی کر دیا ہے، ابھی ابھی تشریف لائے ہیں، آپ سے نادم ہیں، بہر کیف کا پیاں بذریعہ پارسل بھجوا رہا ہوں، حکیم صاحب اپنے کام کی سخت تاکید کر رہے ہیں، کاپیوں کی رسید سے مطلع فرمائیے گا، فکر رہے گا۔

ندیم

(۲۲)

انگہ۔ ضلع سرگودھا

۱۵ جون ۱۹۴۶ء

برادرِ عزیز، سلام شوق

گرامی نامہ ملا، دراصل مجھے اپنی ۷ امئی ۴۵ء والی تحریر یاد نہیں رہی تھی، شرمندہ ہوں، کہ آپ کو اس سلسلے میں پریشان کیا، مجھے آپ پر ہر قسم کا اعتماد ہے، میرا خط مجھے دکھانے کی ضرورت نہیں، میں ڈائری میں مجموعے کی شرائط وغیرہ کے متعلق لکھا کرتا ہوں، ''آبلے'' کا خانہ خالی تھا، اس لیے مجھے شبہ ہوا، کہ اس کے متعلق فیصلہ ہی نہیں ہوا، شرمندہ ہوں، اور عفو خواہوں

عزیزہ کی علالت کے متعلق بہت متفکر ہوں ممکن ہو سکے تو مجھے فوراً اس کے متعلق مطلع کیجیے، خدا کرے اب تک وہ صحت یاب ہو چکی ہو، میری بہترین دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

''عبدالمتین'' کا مسودہ اسی لیے نہیں بھجوایا تھا، کہ میں اسے بنگلور کے رسالہ ''نیا دور'' کو بھجوا چکا ہوں، کل آپ کا خط ملتے ہی میں نے ایڈیٹر کو لکھ دیا ہے، کہ مسودہ فوراً واپس بھجوا دے، سو آپ بے فکر رہیں، آپ کے ارشاد کے مطابق یہ افسانہ غیر مطبوعہ ہی رہے گا، ___ لیکن کیا آپ نے محسوس کیا ہے، کہ آپ کی یہ شرط کتنی کڑی ہے! ___ بہر حال

ہر چہ از دوست می رسید نیوست

''رم جھم'' کی سنائیے، کتنی بک چکی ہے، اگلا ایڈیشن چھاپنے سے پہلے مجھے مطلع کیجیے گا، کیونکہ چند قطعات میں میں نے الفاظ کا ردو بدل کیا ہے، جو نہایت ضروری ہے۔

برادرم حکیم صاحب آپ کے ممنون ہیں اور بشرطِ فرصت، آپ کی توجہ کے منتظر ہیں۔

عزیزہ کے متعلق سخت متفکر ہوں۔ بھائی محمد بخش، محمد حیات اور حکیم صاحب سلام کہتے ہیں، والدہ دعا رساں ہیں۔

استاد صاحب کو آداب۔

آپ کا: احمد ندیم

عورتوں کے مجموعہ کے سلسلے میں بری طرح مصروف ہوں، خصوصاً اس لیے کہ یہ مجموعہ ایک واضح ادبی اہمیت کا حامل ہوگا، یہ عریضہ ملتے ہی مجھے محترمہ ''عصمت چغتائی'' کی نئی کتاب ''ایک بات'' آج ہی بھجوا دیجئے، یہ اسی کتاب کے سلسلے میں نہایت اہم ہے، مجھے اس کا سخت انتظار رہے گا، اگر آپ ارشاد فرمائیں، تو خواتین کی تصاویر بھجوا دوں تا کہ آپ ستھرے سے بلاک تیار کروا رکھیں۔ خواتین اپنی تصاویر کا تقاضا کر رہی ہیں۔

ندیم

(۲۳)

انگہ

[46ء]27-6

برادر عزیز، سلام محبت

ہر دو گرامی نامے مل چکے ہیں۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔

چند سطریں سیاہ روشنائی سے لکھ کر بھیج رہا ہوں، دونوں کتابی صفحہ کے ڈیوڑھے سائز پر ہیں۔ تا کہ آپ کو بلاک بنوانے میں آسانی رہے، آپ کا خیال نہایت اچھا اور جدید ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ میرا خط بہت خراب ہے، بہر کیف دونوں نمونے ارسال ہیں۔ ان میں دو تین سطروں کا بھی فرق ہے، مجھے نمبر ا پسند ہے لیکن یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے، جو ورق پسند آئے اسی کا بلاک بنوالیں۔

قراۃ العین حیدر صاحبہ کو اپنے فوٹو کی اشد ضرورت ہے، ان کا فوٹو آپ کو بھجوا رہا ہوں، میری خواہش ہے کہ اس کا فوراً بلاک بن جائے، تا کہ میں انہیں تصویر واپس بھجوا سکوں اور فوراً کتاب کے سائز کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ عام کتابی سائز نہ ہو بلکہ ''ماورا'' سائز یا ''بانگ درا'' ہو، اب یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے کہ کون سا بہتر رہے گا، کتاب خاصی حجم والی ہوگی، پانچ تصویریں ہوں گی، کئی ابواب ہوں گے، میرا خیال تھا کہ تصویریں بجائے صفحے کے وسط پر چھپنے کے یوں شائع ہونی چاہیں، یعنی پورے صفحے پر نہ ہو بلکہ ایک طرف آ جائے بہر کیف یہ آپ کی مرضی ہے، فوری فیصلہ کر کے اس تصویر کا بلاک بنوائیے، اور فوراً بنوائیے، اور بلاک ایسا بنوائیے کہ لطف آ جائے ___ خدا کے لیے تصویر کو محفوظ رکھئے گا، باقی تصویریں پھر بھیجوں گا۔

خدا جانے میں نے عبدالمتین ایم اے پر کیا شعر لکھا، بھول گیا ہوں، تازہ شعر بھیج رہا ہوں، یہی لکھئے۔

هزار خیبرو صد گونه اژدراست این جا
نه هر که نان جوین خورد، حیدری دانا
(پیام مشرق)

خدا کا شکر کہ عزیزہ آرام سے ہیں۔

نیکلس کی گمشدگی کا صدمہ ہوا، اس قسم کا نقصان معلوم بھی ہو تو دکھ ہوتا ہے۔ اللہ کرے آپ کو اس کا ''نعم البدل'' کہیں سے مل جائے۔ مجھے آپ کے اس نقصان پر آپ سے دلی ہمدردی ہے۔

حکیم صاحب کا بلاک پیڈوں پر وہی بڑا جھنڈا اور لفافوں پر ننھے ننھے جھنڈے ہی بنوائیے، واقعی بڑے جھنڈے لفافوں پر بڑے معلوم ہوں گے، رنگ گہرا سبز ہو، جو آنکھوں میں کھب جائے۔

''ایک بات'' کے علاوہ مجھے حلقہ ارباب ذوق کی مرتبہ ۱۹۴۵ء کی بہترین نظمیں'' بھی بھجوایئے گا۔ الگ الگ ''احکام'' چلانے بے ہودہ بات ہے مگر یہ کتاب ابھی ابھی یاد آئی ہے۔

خط کی رسید کا سخت انتظار رہے گا۔ والسلام

آپ کا بھائی: ندیم

(۲۴)

انگہ

۷؍جولائی ۴۶ء

پیارے بھائی سلام مسنون

آپ کا خط ملا، شکریہ!

تصویر کی شکنوں کا معاملہ بہت طویل ہے پہلے محترمہ قراۃ العین نے ایک بہت اچھی تصویر بھیجی، لیکن شاید وہ پرانی تھی اس لیے دو مہینے کے بعد انہوں نے لکھا کہ اس تصویر کا بلاک نہ بنواؤ، نئی تصویر بھجوا رہی ہوں، یہ تصویر جب انگہ شریف پہنچی تو خط دہرا تھا، اور یہ ڈاک خانہ کے صاحبانِ اختیار کا کرم تھا، بہر کیف تصویر کو مکمل تباہی سے بچانے کے لیے میں نے اسے ایک بوجھ تلے بہت دنوں رکھا، تب اس کی موجودہ صورت پیدا ہوئی، بہن موصوفہ کو پھر لکھا، کہ اپنی تصویر کی اور کاپی بھجوایئے، مگر ان کے پاس زائد کاپی نہ تھی، اور وہ تصویر کی خرابی سے بہت افسردہ ہوگئیں، اور ان کا تقاضا تھا کہ یہی تصویر شائع ہو۔ سو آپ کسی تجربہ کار بلاک میکر سے کہیئے کہ وہ کسی طرح کوشش کرے شکنیں ظاہر نہ ہوں۔ اور اگر ہوں تو چہرے پر نمایاں اثر نہ پڑے۔ اسی کا بلاک بنوایئے، اور تصویر مجھے جلد بھجوایئے۔ پرسوں پھر ان کا خط آیا ہے، اور تصویر طلب بھیجی۔ سخت تاکید کرتا ہوں،

برادرم حکیم صاحب کے پیڈوں اور لفافوں کے متعلق عرض یہ کہ آپ کا خیال درست ہے، لفافوں پر بلاک کی چھپائی کی ضرورت نہیں ہے۔

میرا پسندیدہ صفحہ (چند سطریں کا) وہ تھا، جس کے کنارے کٹے ہوئے تھے، لیکن یہ کوئی بات نہیں، کوئی بھی چھپ جائے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

آپ لکھنو جائیں گے تو میرے لیے دعا کیجئے، اور کیا عرض کروں۔

''آبلے'' کب تک مارکیٹ میں آئے گی، خواتین کے افسانے تیار ہیں۔ اب انگہ کب آئیں گے۔ خواتین بہت تقاضے کر رہی ہیں۔ والدہ دعا گو ہیں۔

آپ کا اپنا: ندیم

(۲۵)

انگہ۔ تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا

۱۵؍اگست ۱۹۴۶ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

آپ یقیناً خفا ہوں گے، ہے نا؟، میں نے ۲۴؍جولائی کے خط کا جواب ۱۵ اگست کو لکھا، مگر یقین کیجئے، کہ آپ کا یہ

خط مجھے پرسوں یعنی ۱۳ کو ملا ہے، اچھی حالت میں ہے، مہریں بھی ثبت نہیں، نہ جانے کہاں اٹکا پڑا رہا۔ لکھنو کی مہر تو ۲۵ جولائی ہی کی ہے، مجھے آپ کے گرامی نامے کا سخت انتظار رہا ہے، اور میں تو کچھ ناراض بھی ہو چلا تھا لیکن اب تسلی ہوئی، کہ قصور آپ کا نہیں، مگر ایک بات پھر بھی باعث تعجب ہے، یعنی آپ اگر ۵ اگست کو لاہور پہنچے ہیں تو اب تک مجھے آپ کا دوسرا خط اور "آبلے" اور کچھ اور مل جانا چاہیے تھا، بہر حال ــــــ!

آپ جن صاحبان کو حکیم صاحب کے پیڈ اور بہن قراۃ العین کی تصویر کا ایک رجسٹری پیکٹ بنا کر دے آئے تھے وہ بھی شائد لکھنو چلے گئے ہیں، ورنہ ڈاک اور رجسٹریاں تو کب کی مل چکی ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟

میں نے ایک عزیز کو استاد صاحب قبلہ کے نام رقعہ بھیجا تھا، کہ مجھے یہ پیکٹ عنایت کر دیا جاتا، مگر نہ ملا، انہیں اس پیکٹ کے ٹھکانے کا علم نہ تھا۔

شوکت صاحب نے میرا جس طرح ذکر فرمایا ہے اس کی تفصیل ضرور لکھئے۔ شیش محل جلد اوّل بھی میں نے سٹال پر ہی دیکھی تھی، اچھی چیز تھی، اگر اس کی ایک کاپی اس رجسٹرڈ پیکٹ میں ارسال کر سکیں، تو دوسری جلد کا تسلسل قائم ہو جائے گا۔

آپ نے آخر میرے گاؤں آنے کا فیصلہ کر لیا، کمال کیا آپ نے! تو بھئی رستہ یہ ہے، کہ آپ لاہور اسٹیشن کے ٹکٹ گھر کے سامنے جا کر "خوشاب" کا ٹکٹ لیں گے، خوشاب میں آپ رات کے بارہ بجے اتریں گے، اگر آپ مجھے اطلاع دے سکیں تو خوشاب میں میرا کوئی دوست پلیٹ فارم پر آپ کا منتظر ہوگا۔ بامر مجبوری آپ وہاں سے ایک فرلانگ دور اڈے پر آ جائیں، جہاں بہت سے تھرڈ کلاس ہوٹل بنے ہوئے ہیں، وہاں آپ کو کھاٹ مل جائے گی، علی الصبح سے لاریاں خوشاب جانا شروع ہوں گی لیکن یہاں ٹکٹ حاصل کرنا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کسی نئی فلم کی آمد پر پہلے ہی روز لاہور کے سینما ہال سے ٹکٹ لے لینا، سوا اس کے لیے بھی اگر آپ مجھے پہلے سے مطلع کر دیں تو چند ڈرائیور آپ کو ڈھونڈ لیں گے، اور آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، خوشاب سے لاری پر سوار ہو کر آپ میدانوں اور پہاڑوں کو کاٹتے کوئی چالیس میل دور نوشہرہ پہنچیں گے، یہاں بھی اگر آپ کی اطلاع ہو تو میرے آدمی موجود ہوں گے، اور اگر اطلاع نہ ہو، تو آپ قصبہ نوشہرہ کے بازار کے مشرقی سرے پر (کسی سے پوچھ ہی لیں) "گل ستار" کے ہاں چلے جایئے گا، وہ آپ اپنا ہی گھر سمجھئے، وہی آپ کو انگہ کے راستے پر بھی ڈال دے گا، انگہ وہاں سے ساڑھے چار میل ہے، نہایت صاف اور میدانی راہ ہے۔

انگہ سے نصف میل ادھر معمولی پہاڑیاں ہیں بہر کیف فیصلہ یہ ہوا، کہ اگر آپ مجھے اپنی آمد کی صحیح تاریخ سے مطلع کر سکیں، تو آپ کو نہ خوشاب میں تکلیف ہوگی اور نہ نوشہرہ میں، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ عید یہاں آ کر کریں لطف ہی آ جائے، لیکن بچوں کی مجبوری کے باعث اگر یہ ممکن نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ عید کے ایک روز بعد ضرور چلے آیئے۔ اگر پہلے آنا ہو تو مجھے تار دے دیجئے، تاکہ میں خوشاب میں کوئی انتظام کر سکوں۔ تار کا پتہ یہ ہے: نام: ندیم قاسمی، پتہ: انگاہ، نوشہرہ، شاہ پور، تار گر

آپ اگر صبح کو لاہور سے تار دیں تو مجھے دوسرے روز گیارہ بجے یہاں ملے گا یہ بھی سوچ لیں پہلے۔ بہر کیف آپ کا سخت انتظار رہے۔ ہر چیز سے زیادہ آپ کا۔

اچھا تو پروفیسر احتشام صاحب سے میری ملاقات ہوئی، مجھے تو خطوط سے وہ بڑے بھلے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جگر صاحب تو آپ پر بالکل نثار ہیں، میرے خیال میں ان کی نگاہ گہری ہے انہوں نے آپ کی سادگی اور خلوص کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔

عزیز ظہیرو ہیں لکھنو ہی میں تھا، کاش مجھے پہلے خط ملتا، تو آپ کو لکھنو ہی میں مطلع کر دیتا۔

ہاں بھائی حیات صاحب دو ہفتے سے لاہور میں مقیم ہیں، بھائی حمید کے ہاں، ان کے تمام دانت خراب ہو گئے تھے۔ سب نکلوا دیئے ہیں، اور اب اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ نئے دانت لگوائیں، ان سے ضرور ملئے وہ ہمارے بڑے محبوب بھائی ہیں، اور بڑے پاک دل ___ آپ ان سے ضمناً یہ بھی پوچھ لیجئے گا، کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتایئے، اور اگر انہیں سچ مچ کچھ ضرورت ہو تو میری خاطر فوراً اسے پورا کیجئے گا! ___ ان سے ضرور ملئے گا۔

بھائی محمد بخش صاحب اور برادر حکیم صاحب سلام رساں ہیں۔ والدہ دعا گو ہیں۔

اگر آپ عید کے بعد آئیں تو ''آبلے'' کی چند کاپیاں اور بھائی حکیم صاحب کے پیڈ اور قراۃ العین کی تصویر اور شیش محل جلد اوّل ___ یہ سب کچھ پارسل بھجوا دیں، ''آبلے'' کا سخت انتظار ہے۔

اور ہاں اب کے آتے ہوئے میرے لیے کچھ رقم ___ وافر ___ ضرور لائیں، میں قطعی خالی ہاتھ ہوں، اور کہیں سے امید نہیں، آپ کو میں تکلیف نہ دیتا، مگر یہاں کا عالم کچھ اچھا نہیں، ___ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

''رم جھم'' آپ نے کہیں نہ بھیجی، میں نے ادبی دنیا کے مدیر صاحب کو ریویو کے لیے لکھا، ایک ریویو جعفر علیخاں اثر لکھنوی نے تفصیل سے لکھ کر مجھے بھیجا تھا، بڑی نفیس چیز تھی، میں نے ''ادبی دنیا'' والوں کو اشاعت کے لیے بھیجا ان کا جائز شکوہ ہے کہ ناشر نے ہمیں کتاب ہی نہیں دی، ریویو کس پر کریں، آپ نے کتاب کہیں بھی تو نہیں بھیجی، نہ اشتہار نکلا۔ یہ میرے لیے بڑے نقصان کی بات ہے، کسی کو معلوم ہی نہیں ہوتا! ___ عجیب پالیسی ہے، آپ کی!

آپ کا بھائی: ندیم

عزیز فاروق کو پیار۔ فوری جواب ___

(۲۶)

انگہ

[46ء] 26-10

برادرِ عزیز، سلام مسنون

آج ہی برادرم شاہد احمد صاحب ایڈیٹر ''ساقی'' کا خط آیا ہے کہ ''آبلے'' انہیں اب تک نہیں ملی، میرے خیال میں آپ نے انہیں بھجوا دی تھی، تعجب ہے کہ کہاں کھو گئی، بہرکیف معروض ہوں، کہ خود شاہد احمد صاحب کے نام دفتر ''ساقی'' کھاری باؤلی، دہلی کے پتے سے ''آبلے'' فوراً بھجوا دیجئے، تاکہ تبصرہ ہو سکے، ممنون ہوں گا۔ میں خود بھجوا دیتا مگر اس وقت میرے پاس صرف دو کاپیاں پڑی ہیں۔ اور ان سے کام لینا ہے، امید ہے آپ نے ''نیا دور'' وغیرہ کو ''آبلے'' بھجوا دی ہو گی، مفصل خط پہلے لکھ چکا ہوں، پیڈوں کا سخت انتظار ہے، خدا کرے آپ بخیریت ہوں، اور خوش رہوں۔ آپ کے عزیز بھائی کے لیے دست بدعا ہوں۔ فوراً جواب لکھئے گا۔

آپ کا بھائی

ندیم

(۲۷)

پشاور

[46ء]29-11

برادرِعزیز، سلام مسنون

آپ کا خط ملا، اس سے پہلے ندوی صاحب[۲] کا خط بھی مل چکا ہے، بے انتہا مصروفیت کے باعث فوری جواب نہ لکھ سکا۔ اس وقت بھی نہایت تیزی میں ہوں۔

۱۔ میں نے آپ سے روپے منگوائے تھے آپ نے ان کا ذکر تک نہیں کیا۔

۲۔ بہن زہرہ نے لکھا ہے، کہ اس نے نقوشِ لطیف کا گرد پوش آپ کو بھیج دیا ہے، اس کے متعلق لکھئے کہ ملا یا نہیں۔ اسے اسی صورت میں چھاپیئے گا۔

۳۔ مولانا عبدالسلام صاحب نے لکھا تھا کہ ''ایک بات'' بازار میں نہیں ملتی، اس کی سخت ضرورت ہے، میں یہ کتاب انگلہ چھوڑ آیا ہوں، اب آپ سیالکوٹ سے آ چکے ہیں وہ کتاب مولانا قاسمی صاحب سے حاصل کریں (لائبریری کے ذریعے) افسانہ اور مضمون لکھوا لیجئے، ضروری ہے۔

۴۔ نقوشِ لطیف کے ڈسٹ کور کے لیے سطور کل پرسوں تک بھجوا دوں گا۔

۵۔ نقوشِ لطیف کا جو افسانہ آپ سے پڑھا نہیں جاتا وہ مجھے بھیج دیجئے، رجسٹرڈ۔ میں خود نقل کر دوں گا، اور کون کر سکتا ہے، مصیبت تو ہے مگر مجبوری۔

۶۔ نیاز صاحب کے اشتہارات بھی کل پرسوں تک بھیجوں گا۔

۷۔ کہانی مع ڈائیلاگ کے میں پانچ ہزار روپے لوں گا محترمی قتیل صاحب تک میری رائے پہنچا دیجئے گا۔

۸۔ میں اسے تین مہینوں میں لکھ سکوں گا۔

۹۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا کہ کتابت کے لیے محمد احسن صاحب کو چنا میں بہت ممنون ہوں آپ کا۔ انہیں کل پرسوں تک خط لکھوں گا۔ ان کی خدمت میں سلام مسنون۔

۱۰۔ خدا کرے عزیز بھائی اب آرام سے ہو، اور وہ ہمیشہ تندرست رہیں۔ آمین!

میری صحت اچھی ہے تیزی کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

مولانا صاحب سلام مسنون۔

(۲۸)

معرفت الیس نیازی اسکوائر، کاوَلری لاوَ، پشاور کینٹ

[46ء] 11-12

برادرِعزیز، سلام محبت

آج میں آپ کو تار بھیجنے لگا تھا، مگر دفتر میں جانا نہ ہوا اس لیے تار جیب ہی میں دھرا رہ گیا۔ اب شام کو چپڑاسی نیازی

صاحب کی ڈاک لایا تو آپ کا خط ہمراہ تھا۔ شکریہ دراصل زہرہ بہن چار مرتبہ مجھے لکھ چکی ہیں کہ انہیں گرد پوش کی رسید نہیں ملی۔ آپ کو چاہیے تھا کہ انہیں فوراً اطلاع دیتے یہ آپ کا اخلاقی فرض بھی تھا۔ اب بھی انہیں مندرجہ ذیل پتے پر شکریہ کا کارڈ لکھ بھیجیے ____ زہرہ حق نواز خان صاحب۔ شالا مار ٹاؤن۔ ڈاک خانہ باغبانپورہ۔ لاہور، ویسے آپ خود ہی اگر ۱۴ نمبر ہال روڈ پر چلے جائیں تو عموماً ڈاکٹر حق نواز خاں صاحب وہاں ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ یہ نمبر ۱۴ حیات اینڈ سنز کی بلڈنگ جو فرنیچر کے مشہور تجار ہیں آپ ان کے ذریعے زہرہ بہن کو ہدایات دے سکتے ہیں۔

محترمہ شیریں اپنے افسانے ''بنواری'' کے لیے بار بار تقاضا کر رہی ہیں۔ اگر افسانہ لکھا جا چکا ہے تو مجھے فوراً بھجوایئے۔ عنایت ہوگی۔

محمد حسن شاہ صاحب کو میں نے خط لکھ دیا تھا۔ خدا کرے وہ کتاب مکمل کریں۔ ان کی شاہی کا واسطہ دے کر میری طرف سے سلام اور تاکید عرض کر دیں۔ رقم کے بغیر ''آوارہ'' ہو رہا ہوں کیا کروں جلدی کوئی سبیل کیجیے بار بار کہتے شرم آنے لگی ہے۔ اگر چہ آپ کے سامنے میں نے کبھی ''بے جا'' شرم سے کام نہیں لیا۔

کاپیاں مجھے ضرور دکھایئے گا، جب پروف تیار ہوں تو میں لاہور آ نکلوں گا۔ کاپیاں بذریعہ ڈاک بھجوایئے گا۔ میں اس کتاب کو مثالی صورت میں شائع کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے ''آبلے''، ''رم جھم''، اور اپنی دوسری کتابوں کے اشتہارات کہاں کہاں چھپوائے ہیں۔ میری نظر سے نہیں گزرے۔

ابھی ابھی اچانک نیازی صاحب تشریف لے آئے اور ستار سنایا، اور سرشار کر دیا۔ یہ عریضہ بھی بہت سے ہجوم میں بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ عجلت کی معافی چاہتا ہوں، لیکن میری اس خط کی تمام باتیں ضروری ہیں اس لیے استدعا ہے کہ فوری توجہ مبذول فرمایئے۔

ہاں اگر فراق گورکھپوری صاحب اپنی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں ایک ہی سائز پر ایک سال کے اندر اندر چھپوانا چاہیں تو کیا آپ اس کے لیے تیار ہو جائیں گے؟ یہ بات نکلنے نہ پائے۔ آپ تک محدود رہے، اگر آپ تیار ہوں تو فوراً لکھیے تاکہ میں فراق سے بات کروں، انہوں نے مجھ سے مشورہ لیا ہے۔

مندرجہ بالا پتہ نوٹ کر لیجیے۔ یہی محفوظ پتہ ہے۔ ریڈیو اسٹیشن پر خط ضائع ہو جاتے ہیں۔

کل صبح انشاء اللہ نماز پڑھوں گا اور آپ کے برادر عزیز کے لیے دعا مانگوں گا۔

اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے۔ آمین۔ فاروق کو پیار۔

آپ کا بھائی: ندیم

اشتہار جلد بھجوا دوں گا۔

(۲۹)

از انگہ

۶ رجنوری ۱۹۴۷ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ، لاہور ہی میں مل گیا تھا، مگر بے اندازہ مصروفیت اور انگہ کی تیاری کے باعث فوراً خط نہ لکھ

سکا، یہاں ساتھ لیتا آیا، مگر یہاں بھی گپوں میں ہی وقت کٹ گیا، آج پشاور واپس جانے کی تیاری کی، تو معاً آپ کا خط سامنے آیا، اور اشتہارات بنانے بیٹھ گیا، اور اس کے بعد یہ عریضہ لکھ رہا ہوں، تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

زہرہ نے آپ کو جملہ باتوں سے مطلع کر دیا ہوگا، اس نے مجھے لکھا ہے، کہ اس نے آپ کو اطلاع بھیج دی ہے، جس طرح وہ کہے، اسی صورت میں گرد پوش چھپوائے گا۔ نہایت ضروری ہے، خدا کرے ڈیزائن مکمل ہو گیا ہو۔

شیریں صاحبہ کے افسانے کا انتظار ہے، وہ بار بار تاکید کر رہی ہیں، نہ جانے کیا سبب ہے، نہ جانے اب کتابت کون صاحب کر رہے ہیں، صدیق صاحب بھی بڑے اچھے کاتب ہیں البتہ۔۔؟ شاہ صاحب پر ہے، میں نے آپ کی معرفت انہیں خط لکھا تھا، شاید انہوں نے اس کی پروانہ کی' خط کسی پبلشر کا ہوتا تو بات بھی تھی، ایک شاعر کے خط کو ایک خوش نویس کب درخورِ اعتنا سمجھ سکتا ہے، خدا کرے اب تک کتابت مکمل ہو چکی ہو، میری تو جان آفت میں آ گئی ہے، اب خواتین طعن و تشنیع پر اتر آئی ہیں۔

مصیبت یہ ہے کہ فراق صاحب نے اپنی تمام کتابیں صرف ایک ہی ناشر سے شائع کرنے کا عزم بالجزم کر رکھا ہے، میں انہیں ایک الگ کتاب کے لیے لکھوں گا، دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ ''نقوشِ لطیف'' کے کور فلیپ کے لیے بھی چند سطور بھیج رہا ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ ڈاکٹر مسعود کی دوا سے بھائی صاحب کو افاقہ ہے، اللہ تعالیٰ مکمل آرام دے، اور انہیں مصائب سے چھٹکارا بخشے اور تندرست کرے، آمین! میں پشاور میں آپ کے گرامی نامے کا منتظر رہوں گا۔

رم جھم، آبلے، آنچل، نقوشِ لطیف ان کے اشتہارات کہیں نظر نہیں آئے، خوب خوب اشتہارات دیجیے، اور کتابوں کے علاوہ اپنے ارادے کو بھی ہمیشہ لوگوں کی نظروں میں رکھیے، نئے نئے ادارے اُبھرتے اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ کہیں آپ پیچھے نہ رہ جائیں ___ خدا کے لیے،

اگر فہرست کتب آپ نے چھاپ لی ہو تو مجھے ایک دو جلدیں بھجوایئے

''سویرا'' کے متعلق کیا خیال ہے؟

میں شاید ۲۰۔۲۱ جنوری تک لاہور ایک روز کے لیے آؤں!

مولانا صاحب نیاز، حضرت استاد صاحب آداب عرض

بھائی محمد حیات اور محمد بخش صاحب سلام کہتے ہیں۔

عصمت کی فوٹو کی کوشش کر رہا ہوں، اور ایک اور افسانہ نگار کی تصویر عنقریب حاصل ہو جائے گی انتظار کیجیے گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

معرفت ایس نیازی اسکوائر، کاوَلری لاوَ، پشاور کینٹ۔

(۳۰)

ہوٹل سڈرارروڈ، پشاور کینٹ

۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء

برادرِ عزیز، سلام محبت۔

میں انتقام نہیں لے رہا، مجبور تھا، قطعی مجبور تھا، آپ کا خط اس روز ملا، جب یہاں فساد کی ابتدا ہوئی، اور اگرچہ ان

کربناک دنوں نے طول نہ کھینچا، مگر سماجی زندگی تلپٹ ہو کر رہ گئی۔

کہیں قرار نہیں نصیب ہوا، اس لیے نہ کچھ لکھ سکا ہوں، نہ پڑھ سکا ہوں، آج اتوار ہے، آرام کے چند سانس لینے کی مہلت ملی ہے، اور یہ خط لکھ نہیں رہا، گھسیٹ رہا ہوں۔

اب تک آپ کی موعودہ کاپیاں نہ ملیں، اور میری مرتبہ کتاب ''افسانہ'' بن کر رہ گئی، خواتین میرے کان کھا رہی ہیں، اور میں مارے ندامت کے انہیں جواب تک نہیں دیتا، خدا کے لیے بقیہ کاپیاں جلد بھجوایئے، اور کتاب فوراً شائع کیجئے، اب تو حالات بھی مقابلۃً بہتر ہیں، میں بری طرح انتظار کر رہا ہوں۔

یہاں مولانا صاحب تشریف لائے تھے، لیکن مجھے نہ ملے، حیران ہوں، کہ یہ بے نیازی کیوں، حالانکہ میرا خیال تھا کہ وہ میرے پاس ہی ٹھہریں گے! وہ یہاں میرے پشاوری احباب سے ملے، مثلاً فارغ بخاری صاحب سے، وہ کہہ رہے تھے، کہ ان کے مجموعے کا معاملہ بھی ''ادارہ فروغ اردو'' سے ہو گیا ہے، اس سے تو مجھے خوشی ہوئی، کیونکہ بخاری صاحب نہایت اچھے شاعر ہیں، اور ان کا مجموعہ کلام کا دیباچہ میں لکھ رہا ہوں، لیکن دوسرے کئی پشاروی احباب سے ہوشیار رہیے گا، سنا ہے کہ آپ کئی ایک کے مجموعے چھاپ رہے ہیں۔ خدا کے لیے ایسا نہ کیجئے گا، یہ کیا طفلانہ خیال لے بیٹھے آپ۔

خوش قسمتی ہے آپ کی کہ جگر صاحب نے آپ کو مجموعہ دے دیا، اتنی خوشی ہوئی ہے، جیسے سارا مجموعہ میرے بس میں آ گیا ہے، آپ کی خوشی میری خوشی ہے!___ مگر مجھے شک ہے کہ جگر صاحب کے مجموعے کی خوشی میں آپ نے نقوشِ لطیف کو پرے ڈال دیا، طفیل بھائی، ایسا نہ کیجئے، میری پوزیشن کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔

''پت جھڑ'' کی بات تب ہو گی، جب آپ نقوش لطیف کی بابت لکھیں، ویسے مجموعہ تمہارا ہے اور جگر صاحب کی غزل یہ خط ملتے ہی مجھے فوراً بھجوایئے، آپ نے کتنا بڑا کام کیا ہے، میرے لیے،___ مگر ایک غزل کیوں، اب تو مجموعے کا مجموعہ آپ کے پاس ہے دو چار غیر مطبوعہ غزلیں بھجوا دیجئے نا، میں منتظر ہوں، فوراً توجہ دیجئے گا۔

اور اب آپ کے خط کا انتظار۔ آپ کا بھائی: ندیم

''رم جھم'' کی سنایئے۔

مکرر:۔ اگر آپ کو کہیں سے ___ کہیں سے بھی ___ ''پنجاب میں اُردو'' مصنف محمود شیرانی مرحوم، مل سکے تو مجھے جلد بھجوا دیجئے، ورنہ برادرم مولانا قاسمی صاحب سے لیجیے اور لائبریری کی کاپی مجھے پارسل بھجوا دیجئے، پندرہ بیس دنوں کے اندر واپس کر دوں گا۔

ندیم

(۳۱)

آل انڈیا ریڈیو۔ پشاور

[47ء] 11-4

پیارے بھائی سلام مسنون

بے انتہا پریشانی اور زندگی کے مقررہ اوقات میں بے پناہ بے ربطی نے نکما کر رکھا ہے، کاپیاں تین چار روز ہوئے

دیکھ چکا ہوں، مگر پارسل بھجوانے کا موقعہ نہ ملا، یہ بھی غلطی ہوئی، کہ آپ کو ان کی رسید تک نہ بھجوائی، حالانکہ آپ کا ضروری خط مجھے مل گیا تھا۔ بہرکیف کاپیاں ارسال ہیں، غور سے دیکھی ہیں، اب باقی کاپیوں کا سخت انتظار ہے، وہ حصہ نہایت نازک اور اہم ہے اس لیے وہ بھی میں ہی دیکھوں گا، پروفوں کی ذمہ داری آپ پر عائد ہے، خدا کرے کتاب حتی الوسع غلطیوں سے پاک رہے،

کیا نذیر صاحب سے تصویریں لے لیں آپ نے؟ میں انہیں بھی لکھ رہا ہوں۔

جگر صاحب کی غزل کا ٹو کروں شکریہ۔ بڑا احسان فرمایا آپ نے، آئندہ بھی مسودہ ملنے پر مجھے نوازتے رہیے گا۔ یہ آپ کا خاص کرم ہوگا۔

نسیمِ جگر کا اشتہار، آج سوچوں گا، اور دفتر میں لکھ کر پوسٹ کردوں گا۔ یا کل صبح کو تاخیر کی معافی چاہتا ہوں۔

فہرست چھپ جائے تو مجھے ضرور بھجوائیے گا۔

اور اب نقوش لطیف کو آجانا چا ___ ہاں جلد اگر کاغذ کے بجائے کپڑے کی ہوتو کیسا رہے؟

مفصل آج شام کو یا کل۔

آپ کو عنقریب رقم کے بارے میں ایک تکلیف دوں گا، صرف ایک اطلاع کا انتظار ہے۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۳۲)

نمبر ۶ کارونیشن ہوٹل، صدر روڈ۔ پشاور چھاؤنی

۲۱۔اپریل ۱۹۴۷ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون۔

کاپیاں آج ارسال خدمت کر دی ہیں، خدا کے لیے اِن کاتب صاحب سے میری تو کوئی سی کتاب نہ لکھوائیے گا، اتنا وقت لیا ہے، کہ پناہ بہ خدا، صفحات کی گڑ بڑ بھی ہے، ذرا ہوشیاری سے کاپیاں چھپوائیے گا، اور پروف غور سے دیکھئے گا، یہ مجھ پر رحم ہوگا، میں آج تمام خواتین کو اطلاعی خطوط لکھ رہا ہوں، کہ کتاب مئی کے آخری ہفتے میں آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گی، اس طرح جن جن خواتین کے پتے بدل چکے ہیں، وہ بھی معلوم ہو جائیں گے، اور پھر میں پتوں کی ایک فہرست آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا، تا کہ کتاب کے شائع ہوتے ہی تمام خواتین کو بیک وقت کتاب مل جائے۔

برادرم مولوی قاسمی صاحب نے مجھ پر بڑا کرم کیا، کہ ایک کتاب لائبریری سے نکال کر مجھے بھجوادی، انہیں علیحدہ خط لکھ رہا ہوں، کتاب بہت جلد ان کی خدمت میں واپس بھجوادوں گا، انشاءاللہ ___ وہی ''پنجاب میں اُردو''۔

جگر صاحب نے جو غزل کمال ندیم نوازی سے اپنے دست مبارک سے لکھ کر سویرا کے لیے آپ کے حوالے کی، اور جس کے متعلق میں نذیر صاحب کو بھی لکھ بیٹھا تھا ''چمنستان'' کے تازہ پرچے میں من و عن چھپ چکی ہے، اور یقین فرمائیے، مجھے اس سے سخت صدمہ پہنچا ہے، اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا، آپ سے گلہ نہیں، جگر صاحب پر افسوس آ رہا ہے۔

مگر جگر صاحب کی کتاب کا اشتہار بھیـ ہوں۔ فہرست چھپے تو مجھے ضرور بھجوائیے۔

نقوش لطیف کی لطافت کا خاص خیال رکھیے گا، ___ خدا کے لیے۔

گذشتہ خط میں میں نے ایک استدعا کی تھی ___ اب وہ عرض کردوں، بھائی محمد بخش صاحب کا لڑکا پیدا ہوا ہے ___ محمد انور ___ ارادہ تھا کہ انہیں بے پناہ اخراجات کے لیے رقم بھیجوں، آپ سے لے کر، لیکن مکتبۂ جدید کو بھی مجھے روپے دینے تھے، اور انہوں نے مانگ بھیجے ہیں۔ اور جب مجھ سے اشارۃً ہی سہی، کوئی آدمی رقم مانگے ___ تو میری نیند حرام ہو جاتی ہے، میرے خیال میں ان کا ڈیڑھ سو روپیہ دینا ہے، آپ مبلغ دو سو روپے مجھے یہ خط ملتے ہی روانہ کردیں، تاکہ ڈیڑھ سو مکتبہ کو بھیج دوں، اور پچاس خود ملا کر ایک سو روپیہ گھر روانہ کردوں، آپ پر بار تو ہوگا، لیکن میری خاطر تکلیف برداشت کیجئے، اور آج ہی ___ یعنی ۲۳ ہی کو مجھے دو سو کا منی آڈر بھجوادیجئے، یہ آپ کا خاص الخاص احسان ہوگا۔

بھائی محمد صادق کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ وہ فارغ ہیں اگر آپ انہیں اپنے پاس رکھنا چاہیں تو مجھے فوراً لکھیں، ورنہ میں ان کا کہیں اور انتظام کروں یہ بتادوں کہ صادق سے مفید آدمی شائد ہی آپ کو ادارے کے لئے مل سکے۔

اور اب مجھے ایک مفصل خط لکھئے، عزیزی فاروق کو میرے پیار، بھابی جان کو سلام، استاد صاحب سلام مسنون۔

جس صاحب کو دستی رقعہ دے کر میں بھیج چکا ہوں، وہ میرے اپنے آدمی ہیں، اور ہمارا اپنا کام ہے، خاص توجہ فرمائیے گا۔ اور اب اجازت۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۳۳)

[مئی ۱۹۴۷ء]

۱۔ تسنیم چھتاری۔ نمبر۳، بارہ چکیہ۔ ضلع چمپارن، صوبہ بہار۔

۲۔ حمیدہ سلطان۔ خیام، شیلانگ، صوبہ آسام

۳۔ ہاجرہ مسرور، معرفت، ایم علی، صدیقی صاحب، جھوائی ٹولہ لکھنو،

۴۔ خدیجہ مستور۔

۵۔ ڈاکٹر رشید جہاں۔ نمبر ۷، بشیشر ناتھ روڈ لکھنو

۶۔ سحاب قزلباش، قصر شاعر، نکلسن روڈ، دہلی

۷۔ سرلا دیوی، ۵ منوہر لال لین، تین ہزاری، دہلی

۸۔ مسجیدہ اشرف۔ village halumna nearR.S.kalumna Nagpur (c.p)

۹۔ سیدہ اشرف۔

۱۰۔ شفیق بانو شفیق، جامع مسجد نجیب آباد (یو۔ پی)

۱۱۔ شکیلہ اختر، مونت سید اختر درنیوی ایمائے، رانی گھاٹ، ڈاک مہندرو، پٹنہ

۱۲۔ صدیقہ بیگم، سہیوردی، ایڈیٹر "نورس"، گوندیا، ضلع بھنڈارا (سی۔ پی)

۱۳۔ صالحہ عابد حسین، مونت ڈاکٹر سید عابد حسین، جامعہ نگر، دہلی۔

۱۴۔ قراۃ العین حیدر۔

۱۵۔ ممتاز شیریں، دفتر رسالہ نیادور۔

ان کو تو آپ اطمینان سے بھجوا دیجئے، ہاجرہ اور خدیجہ کو تین کاپیاں بھجوایئے گا، تا کہ تیسری کاپی وہ اپنی بڑی بہن عائشہ درانی کو دے دیں، وہ ان دنوں شاید لکھنو ہی میں ہیں، سنجیدہ اور سیدہ دونوں سگی بہنیں ہیں اس لیے انہیں اکٹھی دو کاپیاں بھجوایئے، تسنیم اور قراۃ العین کو دو دو جلدیں بھجوایئے گا، ان کا تعاون رہا اور بہت بڑا سہارا۔ ممتاز شیریں کو ایک ذاتی جلد اور ایک ''نیادور'' کے ریویو کے لیے، باقی رہ گئیں، ڈاکٹر سہروردی ''شیریں''، طاہرہ دیوی شیرازی، عصمت، کوشلیا اشک، مسز عبداللہ قادر اور زہرہ۔ یہ اپنے پرانے پتوں پر موجود نہیں، اس لیے میں نئے ایڈریس معلوم کرلوں تو آپ کو لکھوں گا، زہرہ چکوال میں ہے، نہ جانے کب تک رہے، اس کے لیے اس سے بھی پوچھ لوں، زہرہ کو دس جلدیں بھیجنا ہوں گی۔ بے شک میری تیس کاپیوں سے چار پانچ کاٹ لیں، لیکن اسے دس جلدیں ضرور بھیجئے گا۔ گرد پوش کی اجرت سہی۔

ندیم

(۳۴)

انگہ

۱۰ر جولائی ۱۹۴۷ء

عزیز بھائی، سلام مسنون

آپ کے گرامی نامے کے جواب میں بہت تاخیر ہوگئی، ادھر لوہاری کے حادثات کے بارے میں پڑھتا رہا، اور ہراساں ہوتا رہا، خدا کرے آپ محفوظ رہے ہوں، میں یکم کو چند روز کے لیے انگہ آ گیا تھا، اسلم اور امان میانوالی سے میرے ہمراہ ہو لیے دو تین روز مزے سے گزرے، ان کے جانے کے بعد چند روز نجی مصروفیت رہی، آج اچانک آپ یاد آ گئے، اور بری طرح یاد آئے۔ میرا مطلب ہے شدید طور پر، اس لیے پشاور جاتے جاتے یہ سطور لکھ رہا ہوں، جواب پشاور بھجوایئے گا۔ کیونکہ میں کل واپس جا رہا ہوں۔

بجائے خطوط کے میں آپ سے چند زبانی باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس لیے گلے شکوے ملاقات پر اٹھا رکھنے چاہیں۔ یہ ہمیشہ کے لیے یقین کر لیجئے، کہ مجھے آپ کا بے حد احترام ہے، اس لیے کہ آپ مخلص ہیں، اور میرا جذبہ احترام موسموں کا پابند نہیں۔

چودھری نذیر صاحب پشاور آئے تھے، انہوں نے بتایا تھا کہ عصمت کی تصویر آپ کے سپرد ہوگی، نقوش لطیف کے سلسلے میں میرا تو ناک میں دم آ گیا ہے تمام خواتین نے خفا ہونا شروع کر دیا ہے، اب میرے جواب پر بھی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ ''اشتہار چھپ رہے ہیں اور کتاب چھپی ہی نہیں، یہ کیا بات ہوئی!'' ____ اب تو لاہور کے حالات بہتر ہو رہے ہیں، سب سے اوّل ادھر توجہ فرمایئے گا، اور کتاب فوراً مارکیٹ میں لایئے گا، نذیر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس ہی نقوش لطیف کے کئی آڈر پہنچے ہیں، خدا کرے کتاب دیدہ زیب چھپے۔

بھائی محمد بخش صاحب بخیریت ہیں۔ ان کے نومولود کا نام محمد سلیم میں نے تجویز کیا ہے، ان کا پتہ گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ ضلع سرگودھا ہے۔

اچھا تو خورشید صاحب نے آپ سے میرے بارے میں پوچھا! میں اپنے خلوص کو بڑا بیش بہا سمجھتا تھا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ اس کے قدردان مروجہ نرخوں سے آگے نہیں بڑھ سکتے، خیر!

''رم جھم'' کی سنایئے۔ منتظر

آپ کا بھائی: احمد ندیم

ریڈیو پاکستان۔پشاور

۷۔جنوری۱۹۴۸ء

برادرِ عزیز سلام شوق

معافی چاہتا ہوں کہ فوراً خط نہ لکھ سکا، یہاں آکر انہیں لعنتی مصروفیتوں میں گھر گیا، مجھے سب سے زیادہ آپ کی صحت کی فکر ہے، اس روز بیماری کی حالت میں آپ میرے یہاں چلے آئے، ادھر ہاجرہ بہن بھی علیل تھیں۔کہیں سے کوئی اطلاع نہیں آئی، اللہ کرے آپ سب بخیریت ہوں اب تک، اللہ کرے اب عزیزی فاروق بھی بالکل تندرست ہو۔

میں آپ سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا کہ اپنا ذاتی رسالہ شائع کرنے کا ابھی تک میرا کوئی ارادہ نہیں، متین عارف صاحب تشریف لے آئے اس لیے مفصل باتیں نہ ہو سکیں، معاہدہ پر دستخط ہو گئے، اور یہ میں ان کے سامنے کرانا چاہتا تھا، تاکہ یہ بات عام ہو جائے، اور لوگ چونکیں کہ اچھا، رسالہ نمودار ہونے کو ہے، مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو ندامت سی ہوئی مگر خیر، میں نے ہی اس کی صفائی کر دی تھی، امید ہے آپ نے مجھے برا نہیں کہا ہوگا۔

ادارہ، جس کا نام ''فسانہ خواں'' ہوگا، انشااللہ اپریل میں شروع کریں گے، فی الحال کشمیر کے قضیہ نے حالات کو دھندلا رکھا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ جب ''فسانہ خواں'' کی طرف سے کتابیں چھپنے لگیں، تو لوگوں کو خریدنے اور پڑھنے کی فرصت ہو، خدا کرے دو تین مہینوں میں یہ معاملہ سدھر جائے، اس کے بعد تو کوئی بڑا مسئلہ باعثِ نزاع نہیں رہے گا۔اور دونوں ملکوں میں امن ہو جائے گا۔انشااللہ۔

اب ایک بہت بڑی مشکل درپیش ہے، جس کا علاج میں بھی سوچ رہا ہوں اور آپ بھی سوچئے، میں ریڈیو سے تھک چکا ہوں۔مستعفی ہونا چاہتا ہوں، اور لاہور میں آکر کاروبار کی ابتدا کرنا چاہتا ہوں، کم از کم ایک سال کے لیے میں ادارے سے کسی بڑے مالی فائدے کی توقع نہیں رکھ سکتا، جو تھوڑا بہت نفع ہوگا، وہ مکتبہ پر ہی لگانے کا ارادہ ہے، اس صورت میں میرا بس کہیں کچھ ماہانہ کمانا نہایت ضروری ہے تین چار سو سے کم پر میرا گزر ہی نہیں ہو سکتا، اور لاہور میں اب کوئی ذریعہ نہیں، اب حیران ہوں کہ لاہور آ تو جاؤں مگر کروں کیا، کسی اچھے رسالے کی ایڈیٹری باآسانی سنبھال سکتا ہوں مگر نقوش!___ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میرا نام اس پر بحیثیت ایڈیٹر آئے گا، ان حالات میں کسی دوسرے رسالے کا ایڈیٹر ہونا بھی کچھ عجیب سی بات ہے۔فلم کمپنیاں ہی نہیں کہ کسی کے لیے گیت لکھنے لگوں، ریڈیو والوں کے لیے لکھوں تو زیادہ سے زیادہ ۲۵ یا ۳۰ ماہانہ سے زیادہ مجھے کیا مل سکتا ہے۔سو اب آپ ہی بتائیے کہ کیا کیا جائے، مارچ تک تو میں یہاں ہوں۔اس کے بعد کا راستہ تاریک ہے، ''نقوش'' کو میں بہت اونچا لے جانا چاہتا ہوں، اور میں خوش ہوں کہ میری بہن اپنے بھائی سے زیادہ سخت نقاد ہے، اس لیے ہاجرہ کے ہاتھوں میں نقوش محفوظ رہے گا، نقوش کی ترقی کے لیے بھی لاہور میں میرا قیام ضروری ہے، اب بات ساری آمدنی کی ہے، آپ ہی کوئی راستہ سجھائیے، کہ میں مارچ میں لاہور آکر کیا کروں، اور اپنا نظامِ زندگی کیسے مرتب کروں کہ کسی کا محتاج بھی نہ رہوں، اور آرام سے زندگی بھی بسر کروں، یہ بہت بڑی مہم ہے۔

نقوش کے سلسلے میں میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گا، اس سلسلے میں آپ کوئی فکر نہ کریں، ہاجرہ بہن سے کوئی شکایت آپ کو پیدا نہیں ہوگی، شکایت اجرت سے ہوتی ہے، سو وہ فیصلہ ہو گیا ہے، مضامین کی ترتیب سے ہو سکتی ہے سو اس میں میں بھی شامل ہوں گا۔ اور ہم کوتاہ اندیشی سے کام نہیں لیں گے، ہاجرہ بہن کسی وقت رسالے کو چھوڑ سکتی! یہی خوف ہے نا؟____ تو میں ہر لمحہ حاضر ہوں!____ پھر؟

آپ کا یہ مشورہ مجھے بہت پسند آیا کہ پبلشنگ کا کام شروع کرنے سے پہلے ہم لکھا پڑھی کر لیں تا کہ بعد میں معمولی سی گڑ بڑ سے اتنے گہرے تعلقات میں رخنہ نہ پیدا ہو جائے، مکتبہ کے ہم تین حصہ دار ہیں، درانی صاحب، ہاجرہ بہن اور میں، تینوں متفق ہیں کہ ایک معاہدہ لکھ لینا چاہیے، شرائط ہم سب نے تجویز کر لی ہیں، بس مسودہ تیار کرنے کا ارادہ ہے، وہ آپ کے مشورے سے ترتیب دیں گے اور لکھا پڑھی ہو جائے گی۔

آپ کے برادرانہ خلوص کا بہت ممنون ہوں۔

اب آپ مجھے پبلشنگ کے بارے میں تفصیل سے سب باتیں لکھیئے۔ تا کہ میں ہتھیار تیز کر لوں۔

۱۔ مکتبہ کی اجازت کس سے لی جاتی ہے؟ اور کیسے؟

۲۔ کاغذ کا کیا انتظام ہوگا؟

۳۔ اچھے کاتب وغیرہ کا انتظام

۴۔ پریس۔

۵۔ کتابوں کے کاروبار کے سلسلے میں ضروری ہدایات۔

۶۔ خرچ اور آمد کی الجھنیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

شروع شروع میں اور ہاجرہ بہن ہی ادارے کا سارا کام کریں گے، صرف کوئی لڑکا ملازم رکھ لیں گے، جو اِدھر اُدھر بھاگتا پھرے اور بس، اس لیے یہ سب باتیں آپ ہی ہمیں سمجھائیں گے، کوئی اور شخص ہمیں نہ سمجھا سکتا ہے نہ ہم اس سے سمجھنا چاہتے ہیں۔

مجھے اس ضمن میں آپ کے ان گنت مشوروں کی ضرورت ہے۔

''نقوش کے بارے میں جلد لکھیئے، رائٹنگ پیڈ تیار ہوا یا نہیں؟

مفصل جواب کا منتظر ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۳۶)

۷ ریڈیو پاکستان۔ پشاور

۲۵ رجنوری ۴۸ء

پیارے بھائی سلام محبت!

کیسی عجیب سی بات ہے کہ میں ایک ہفتہ لاہور میں رہا، اور آپ سے کوئی تفصیلی بات ہی نہ ہو سکی، بلکہ جب بھی آپ

تشریف لائے، مجھے ہوا کے گھوڑے پر سوار پایا، اور میں اگرچہ مجبور رہا، مگر شرمندہ اس حد تک ہوں کہ بیان سے باہر ہے ۱۹ کے بعد میں قبلہ نیازی صاحب کے بس میں آگیا، سارا دن اور رات کا کافی حصہ ___ بے کار ___ ان کی معیت میں بسر ہوا، اور آخری روز بھی ان کے ہاں سے نو بجے رات پلٹ سکا، اس تاکید کے ساتھ کہ سامان لے کر ان کے ہاں پہنچوں، بھلا ہو میری ہاجرہ بہن کا، کہ بضد ہو کر مجھے جانے نہ دیا، ورنہ رات بھی ضائع ہو جاتی، بہر کیف آپ سے بہت شدت سے عفو خواہ ہوں، یہاں آ کر آپ کا ۱۵ جنوری کا لکھا ہوا خط بھی مل گیا ہے۔

پبلشنگ ہاؤس کے لیے آپ کے مشورے ہمیشہ میرے لیے مشعل راہ رہیں گے، یاد رکھیے کہ آپ کو میرے ساتھ نہایت گہرا تعاون کرنا پڑے گا، آپ نے جس ایثار اور قربانی کا اس سلسلے میں وعدہ کیا ہے وہ دلآویز ہے، اور یقین کیجئے، میں اس سے مغرور بھی ہوں اور مسرور بھی، مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے۔

ہاں اب رہا میرا لاہور میں آنا اور بے کار پڑے رہنا، سو یہ سوچنے کی بات ہے، سالک صاحب سے ذکر ہوا، وہ فرماتے تھے کہ ریڈیو کے پروگراموں کے ذریعے یہ کام ہو سکتا ہے، مگر ریڈیو کے پروگرام مجھے ہر مہینے تین چار سو دینے سے تو رہے، بہر کیف ایک ذرا سا سہارا تو ہے،

ایک تجویز میرے ذہن میں آئی ہے کہ ہم آپ کو فسانہ خواں میں شریک کر لیں اور آپ ہمیں نقوش میں شریک کر لیں اس طرح فسانہ خواں آپ کا ادارہ ہو جائے اور ''نقوش'' ہمارا رسالہ ہو جائے گا، آپ میری یہ تجویز سن کر چونکیے گا نہیں، غور فرمایئے گا، کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے، اور اگر ہو سکتا ہے اور سب کے بھلے کے لیے ہو سکتا ہے تو کیوں نہ یہ اقدام کیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ ''فسانہ خواں'' میں، میں آپ کو اپنے حصے میں شریک کر لوں اور نقوش میں آپ مجھے حصہ دار بنا لیں، اور جو حصہ آپ مجھے دیں گے اس میں میں ہاجرہ بہن کو نصف کا حصہ دار بنا لوں گا۔ بہر کیف تجویز کی بنیاد یہ ہے کہ ''فسانہ خواں'' ہمارے علاوہ آپ کا بھی ہو اور نقوش آپ کے علاوہ ہمارا بھی ہو، اور یہ فیصلہ خفیہ رہے اور اس کی ترقی ہم سب کا مقصد حیات ہو۔

یہ تجویز پرسوں سے میرے ذہن میں ہے آج ہاجرہ بہن کو بھی لکھوں گا تا کہ وہ بھی اس بارے میں سوچے، آپ بھی سوچیئے گا۔ اور مجھے اپنے خیال سے مطلع فرمایئے گا۔

''نقوش'' کے لیے ہم دونوں محنت کر رہے ہیں، مجھے تو ہاجرہ کے شوق کو دیکھ کر مسرت ہوئی ہے، رات کے تین تین بجے تک بیٹھ کر ہم نے خط لکھے ہیں اور لکھائے ہیں۔ ہم دونوں کے مشترکہ دستخطوں سے تقریباً چالیس خط بھیجے گئے ہیں۔ شنوائی ہو رہی ہے، تفصیل چند دنوں میں عرض کر سکوں گا۔

امید ہے آپ یکم فروری کو ہاجرہ کی پہلی تنخواہ اس تک پہنچا دیں گے، خدارا یہ خیال نہ فرمایئے گا کہ پرچہ نکلے تو تنخواہ شروع ہو، کیونکہ تنخواہ تو کام کی ہوتی ہے، اگر پرچوں کا حساب رکھا جائے تو مجھے ''سویرا'' کی تنخواہ کل تین سو ملنی چاہیے، تین ہی تو پرچے چھپے ہیں ___ دو تین جنوری سے ہاجرہ نے ''نقوش'' کے لیے کام شروع کیا ہے، سو دو تین فروری کو اسے 125 روپے ضرور مل جانے چاہئیں، اس امر کا خاص خیال رکھیے گا۔

ڈاک کے بارے میں ہاجرہ بہن نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تم اپنے خرچ سے ادیبوں کو خط لکھا کرتے ہو؟ میں حیران رہ گیا کہ سوال بے معنی تھا بعد میں معلوم ہوا کہ اسے آپ کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ ندیم ''سویرا'' کے لیے اپنے خرچے

سے ادیبوں کو خط لکھتا ہے، مگر میرے بھائی یہ تو نذیر صاحب کا ظلم تھا اور بعد میں رقم لے لینے کی امید پر میں یہ حرکت کرتا رہا، ورنہ ڈاک کے ایک ایک پیسے کا خرچ مالک کے ذمہ ہوتا ہے۔ میں نے ہاجرہ سے کہا ہے کہ وہ ڈاک کے خرچ کا باقاعدہ حساب رکھے، بلکہ ممکن ہو تو جو خط لکھے وہ آپ تک پہنچادے، تاکہ آپ ڈاک رجسٹر میں ہر خط کا اندارج کرتے جائیں، اسی طرح میں بھی آپ کو خطوں کی اطلاع بھیجتا رہوں گا۔

پیڈ کے لفافے نہایت نفیس اور بڑے تجویز کیجئے گا، اور ہاجرہ کو بھجوا دیجئے گا، میں نے یہاں سے خرید لیے ہیں، انشااللہ، نقوش ایٹم بمب کی طرح پاکستان کی سرزمین پر پھٹے گا۔ اور سارے اردو دان طبقے کو چونکا دے گا۔ ہمارے اراوے بلند اور عزائم بے پناہ ہیں آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی متفکر نہ ہونا چاہیے۔

میں نے جو تجویزیں لکھی ہیں، ان پر غور فرمایئے گا، اور مجھے فوراً اطلاع دیجئے گا، لاہور آؤں گا ضرور، یہ فیصلہ نہیں کر سکا، کہ مستقلاً یا چند روز کے لیے، بہر کیف پشاور کو چھوڑ کر انگہ بھی جانا پڑا تو وہیں سے نقوش کے لیے لاہور آتا رہوں گا، نقوش آپ کے علاوہ میری اور میری ۰۰۰ بہن کی رگِ حیات ہے ۲؎۔

آپ نے مجھے جو نصیحتیں دی ہیں ان کا ممنون ہوں، قرب کا یہ احساس سرشار کن ہے، انشااللہ اب اس پر عمل کروں گا۔ کاغذ کا کیا بنا؟ ڈیکلریشن کا بتایئے؟ اور سب کچھ تفصیل سے لکھیے۔

عزیزی فاروق، خدا کرے بخیر ہو، متفکر ہوں، مولانا صاحب سلام مسنون

آپ کا بھائی: ندیم

(۳۷)

ریڈیو پاکستان پشاور

۴رفروری ۱۹۴۸ء

برادرِ عزیز، سلام محبت

آپ کا لفافہ بھی مل چکا ہے اور کارڈ بھی، کارڈ آج ہی ملا ہے، اس دوران میں، میں نے ہاجرہ بہن کے خط کا انتظار کرتا رہا، اب تک انہوں نے کچھ نہیں لکھا، اس لیے مزید تاخیر سے ڈر کر یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔

آپ نے میری تجویز کا خیر مقدم کیا، اس سے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی، مجھے آپ سے یہی امید تھی، اشتراک کے سلسلے میں آپ کو کوئی اچھا تجربہ حاصل نہیں ہوا، لیکن قنوطیت کے عقب میں اپنے شرکائے کار کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، کیا مجھ سے آپ کو یہ امید ہو سکتی ہے کہ کسی موقعہ پر آپ کو دھوکہ دے جاؤں، یا محض ذاتی نفع کی خاطر آپ کے خسارے کی کوشش کرتا رہوں، میرے خیال میں میرے بارے میں آپ کے خیالات ایسے نہیں ہو سکتے، نہ آپ کے بارے میں میرے خیالات ایسے ہیں، ورنہ میں اپنی زندگی کے تنہا سہارے میں آپ کو شریک کرنے کی دعوت ہی کیوں دیتا، فسانہ خواں اور نقوش میں ہم دونوں کا اشتراک ہمیں قریب ہی لائے گا، دور نہیں کرے گا۔ رہا، ہاجرہ بہن کا سوال، تو ان میں اور ندیم میں کوئی فرق نہ سمجھئے، وہ مجھے سگی بہن کی طرح ____ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عزیز ہیں، اور وہ میری چھوٹی بہن ہیں اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔

ہاجرہ بہن اس ضمن میں میری ہم خیال ہی ہوں گی، مجھے اس کا یقین ہے، آپ خوب غور کر لیں، میں آپ کو نقصان

نہیں پہنچانا چاہتا، ہم تینوں مل کر کوئی ایسا طریقہ سوچ لیں گے جس میں تینوں کا بھلا ہو، اس سلسلے میں آپ مطمئن ہی رہیے، فسانہ خواں میں آپ کی شمولیت اور نقوش میں ہماری شمولیت۔ مجھے اس کے نتائج بہت دل خوشکن نظر آرہے ہیں، آپ کو بھی بددل نہیں ہونا چاہیے، ہاجرہ بہن کے خیال سے میں آپ کو مطلع کروں گا، درانی صاحب کو بھی لکھا ہے، ان کے جواب کا بھی انتظار ہے۔

میں بے حد خوش ہوں اور آپ کا بہت ممنون ہوں کہ ہاجرہ بہن کی تنخواہ کے بارے میں آپ نے میری بات مان لی، امید ہے آپ نے بہن تک تنخواہ پہنچادی ہوگی، کیونکہ تنخواہ کا معیار رسالہ نہیں، بلکہ وہ کام ہے جو اس کے لیے کیا جاتا ہے۔

''نقوش'' کے لیے بہت اچھی چیزیں آرہی ہیں، مگر آہستہ آہستہ، مقالات کا سیکشن تو ابھی سے مکمل ہے، ایسے بچے تلے مضامین آئے ہیں، کہ پڑھنے والے خوش ہوجائیں گے، انشااللہ تعالیٰ ''نقوش'' بہت کامیاب ہوگا، آپ لاہور کے شناسا ادیبوں سے اور بیرون لاہور کے واقف کاروں سے جلد از جلد کچھ نہ کچھ حاصل کیجئے، تاکید سے۔

صرف میرے نام کا جو خط آپ کے پاس آئے اُسے بے شک ہاجرہ بہن کے حوالے کر دیا کیجئے، وہ مجھے خط یا اس کا مضمون بھجوا دیا کریں گی، یا خود ہی اس کا مناسب جواب لکھ دیں گی۔ بہر کیف تمنا یہ ہے کہ خط لکھنے والے ہم سے تاخیر کے شاکی نہ ہوں، فوراً جواب جائے، اسی لیے میں ہاجرہ بہن کو بھی تاکیداً لکھ رہا ہوں، آپ بھی کہہ دیجئے گا۔

چغتائی صاحب کو الگ خط لکھ رہا ہوں۔ ان سے ضرور ملئے، نیا مکان تلاش کرنا کیا مشکل ہے، میں تو خیر پرانے پتے پر ہی خط لکھتا ہوں۔ ''نرگس'' کے دفتر سے ان کا پتہ معلوم ہوسکتا ہے، اور ''نرگس'' راوی روڈ پر ہے،

ڈیکلریشن اور کاغذ کی سنایئے، ولایتی کاغذ پر ہی ''نقوش'' چھاپنا چاہیے، مگر کیسے؟____ یہ آپ ہی سوچیں۔۔۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق جنہوں نے نقوش کے لیے ایک اچھا مقالہ عنایت کیا ہے، کاغذ کی تلاش میں ہیں۔ آپ لکھیئے، کہ اُن کی کہاں تک امداد کر سکتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ''میرے پاس ایک اخبار ہے اور ایک پریس دونوں کے لیے کاغذ کی شدید ضرورت ہے، اگر ممکن ہو تو مجھے لکھیں کہ آیا فل سکیپ 17×27۔۔ 20×26 سفید یا بادامی کس نرخ پر مل سکیں گے، مقدار اور نرخ۔''

اس ضمن میں میں نابلد ہوں، اگر ڈاکٹر صاحب کی امداد ہوسکے تو بہت بڑا کام ہوگا، آپ مجھے اس کے بارے میں لکھیئے، تاکہ میں انہیں مطلع کر کے انہیں ممنون کرسکوں۔

میں شروع مارچ میں انشااللہ مستقلاً لاہور آرہا ہوں۔ اگر بیڈن۔ نسبت، میکلوڈ۔ ایبٹ، ان سڑکوں پر میری ضرورت کا ایک مکان مل جائے تو کیا کہنے____ یعنی کہیں کان میں بھنک پڑ جائے تو کوشش کیجئے گا۔ تلاش کی ضرورت نہیں، موجودہ حالات میں بے سود رہے گی۔

شکر ہے کہ فاروق اب اچھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دراز عمر دے، اسے پیار۔

عزیزی، ظہیر سلام کہتا ہے، اور میرا ملازم غلام محمد بھی،

مفصل خط کا منتظر ہوں، مولانا صاحب سلام مسنون

''نقوش'' کا پیڈ تقریباً ختم ہونے والا ہے کوئی نوے پچانوے خط لکھ چکا ہوں، کوشش کر رہا ہوں کہ عام پیڈ پر لکھوں۔ لیکن کسی کو پہلی بار اطلاع دینے کے لیے ''نقوش'' ہی کا پیڈ استعمال کرنا ضروری ہے، ممکن ہو تو ایک بھیج دیں۔ ورنہ انہیں پر گزر کرلوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

پشاور

۱۲؍فروری ۴۸ء

برادرِ عزیز!

آپ کے دونوں خط ملے۔ اور ساتھ ہی نقوش کا پیڈ اور پمفلٹ بھی۔ ممنون ہوں، اب کے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ بھائی منٹو ۸ فروری سے یہاں مقیم ہیں۔ اُن کے ساتھ کافی وقت گزر جاتا ہے، اس لیے لکھنے پڑھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اور پھر منٹو بھائی کی صحبت پر ساری دلچسپیوں کو نثار کیا جا سکتا ہے۔ مگر آپ کو خط ضرور لکھنا چاہیے تھا۔ سو معافی مانگے لیتا ہوں۔

بہن نے اطلاع دی ہے کہ ڈیکلریشن کی راہ میں وہی مشکل حائل ہوگئی ہے جس کا خدشہ تھا۔ میں نے جاوید بھائی کو تاکیداً لکھ دیا ہے۔ وہ انشاءاللہ ضرور کوشش کریں گے ورنہ سالک صاحب تو ہیں ہی۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

چغتائی صاحب نے اگر ڈیزائن بنالیا ہو تو مطلع کیجیے گا۔ اُن سے مصوری کے بارے میں مقالہ کا تقاضہ کرتے رہیے گا۔ میں نے آپ کے خط کو دوبارہ پڑھا، مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے مطلب کو غلط سمجھا۔ آپس میں بات ہو رہی ہے۔ کیا آپ یوں نہیں کر سکتے کہ ہاجرہ بہن کو 125 روپے دے دیں اور یہ رقم میرے نام درج کر دیں، جب تک ایک پرچہ مرتب نہ ہو اور وقت گزرتا جائے، ہاجرہ کی تنخواہ میرے ذمہ کر دیں اور پھر یہ رقم آپ مجھ سے لیں میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اس میں کوئی استہزائیہ بات نہیں، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا تھا ہاجرہ کو ٹھیک سے نہ بتا سکا۔ بہر کیف میں اس گمان میں تھا کہ جنوری سے اس کی تنخواہ شروع ہوگئی ہے۔ اور میں نے اس کا ذکر بھی اس سے کر دیا تھا۔ اب میں نہیں چاہتا کہ میری اور آپ کی _____ دونوں کی پوزیشن بہن کے سامنے خراب ہو اس لیے آپ پر بوجھ ڈالنے کی بجائے یہ بوجھ میں اپنے سر لیتا ہوں، آپ یہ رقم اس تک پہنچا دیں۔ یہ کہہ کر کہ یہ جنوری کا حق الخدمت ہے اور پھر مارچ میں میں آ جاؤں گا۔ اگر میرے پاس رقم ہوئی تو کچھ کر لیں گے ورنہ پھر آپ سے کہوں گا کہ فروری کی تنخواہ دے دیں، اور یہ ڈھائی سو روپے میں آپ کو ادا کر دوں گا۔ میں واللہ آپ سے نہ مذاق کر رہا ہوں نہ چھیڑ رہا ہوں بس میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی بہانے سے ہاجرہ بہن خالی ہاتھ نہ رہے ___ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

میں آپ کو قصوروار نہیں گردانتا، قصور میرا ہے لیکن میری تمنا ہے کہ تنخواہ کا سلسلہ شروع ہو جائے، جب تک آپ کا وقت نہیں آتا میں یہ فرض ادا کروں گا۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں آپ کی فوری امداد کی ضرورت ہے ____ لیکن شرط یہ ہے کہ ہاجرہ بہن کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ روپیہ آپ نہیں دے رہے بلکہ میں دے رہا ہوں۔

پمفلٹ بہت اچھے چھپے ہیں۔ انہیں تقسیم کر رہا ہوں کوشاں ہوں کہ جو خریداری کی حامی بھریں اُن سے رقم لیتا جاؤں اور رسید دیتا جاؤں اللہ کامیاب کرے گا۔

نظم کی داد کا شکریہ۔ یہ محض آپ کی محبت ہے، ادھر ہاجرہ نے میری نظم کو تو سنا نہیں، میری آواز ہی سنتی رہی، یہ سب پاکیزہ محبت کے کرشمے ہیں، اس لیے آپ کی داد سے میری شاعری کا پیٹ نہیں بھرا، میرے وجدان کو سکون پہنچا ہے۔

چند پمفلٹ برادرم محمد بخش صاحب کو بھیج دیں۔ وہاں چند ایک خریدار پیدا کر لیے جائیں گے۔ ان کا پتہ یہ ہے۔

پیرزادہ محمد بخش قاسمی۔ گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ ضلع سرگودھا۔ جواب کا منتظر

آپ کا بھائی: ندیم

(۳۹)

[۱۹۴۹ء لاہور]

برادرِعزیز،

۱۔ عزیزہ خدیجہ اپنے پرسوں والے رقعے کا فوری ''جواب'' طلب کر رہی ہے۔ یہ سب بہت ضروری ہے اور میں اسی ''جواب'' کا منتظر ہوں۔

۲۔ آپ کے ارشاد کے مطابق خوشنویسوں نے وہ قرارداد بھی پاس کر دی تھی اور چودھری صاحب کی تجویز کے مطابق سب کمیٹی بھی مقرر کر دی ہے۔

۳۔ اگر نئی کتابیں آ گئی ہوں تو میرے حصے کی بھجوا دیجیے۔

۴۔ اور افسانوں کے مجموعے کا کوئی فیصلہ بھی تو کیجیے۔ ورنہ میں خواہ مخواہ آپ کو ممتاز ہوٹل میں لے جا کر ماروں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۴۰)

[۱۹۴۹ء لاہور]

برادرِعزیز

میں کل سارا دن روسی وفد کی وجہ سے مصروف رہا، اور پھر ساتھ ہی شدید زکام کا شکار بھی ہو گیا، رات بہت تکلیف سے گزری، صبح سے کچھ افاقہ محسوس کر رہا ہوں، خدا کرے ٹھیک ہو جاؤں، مصروفیت اور علالت کے باعث حاضر نہ ہو سکا۔

۱۔ دس پرچے اور بھی بھیج دیجیے، ادیبوں کے لیے پتے کل تک لکھ کر بھیج دوں گا، انڈیا کے ادیبوں کو مشترکہ پرچہ بھیج دیں۔

۲۔ دس بارہ روز سے ہمارا خرچ قرضہ پر چل رہا ہے، اور اب حالت یہ ہے کہ ہم چپاتی بھی بازار سے خریدنے لگے ہیں، قرضہ بھی اتارنا ہے، اور خرچ چلانا بھی ہے، اس لیے آپ ازراہ کرم بہت سی رقم کا انتظام کسی نہ کسی طرح کر دیں دو سو تک تو ضرور کر دیجیے، آپ کو تکلیف ہو گی، مگر اب اور کوئی رستہ ہی نہیں، شام تک ضرور انتظام کر کے بھجوایئے، یہ بے حد ضروری ہے۔

۳۔ ڈاک بھجوا دیجیے گا۔

۴۔ روسی وفد نقوش کی فائل طلب کر رہا ہے، اگر آپ نمبرا سے اب تک کے پرچے چن رکھیں تو میں کل لے جاؤں گا، اس کے علاوہ ''آبلے''، ''آنچل''، ''رم جھم'' بھی ایک ایک کاپی رکھیے گا۔

روپے کی پھر مزید تاکید کرتا ہوں، سخت محتاجی کے عالم میں ہوں۔

خط پڑھ کر پھاڑ دیجیے گا۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

۱۔ ایک خریدار کے۔جی۔علی پروگرام ایگزکٹیو پشاور ریڈیو کہتے ہیں کہ پابندی اٹھنے کے بعد انہیں نقوش کا ایک نمبر بھی نہیں ملا۔ وہ اب لاہور ریڈیو اسٹیشن پر ہیں۔ انہیں پرچے اس نئے پتے پر بھجوائیں۔

۲۔ قاضی احمد سعید بھی پشاور ریڈیو میں تھے، ان کا پتہ بھی بدل دیجیے۔

قاضی احمد سعید

سپروائزر۔افغان فارسی پروگرام

براڈ کاسٹنگ، ہاؤس، بندر روڈ، کراچی

(۴۱)

[۱۹۴۹ء لو]6-11

پیارے بھائی، سلام محبت

کاش اب آپ ہفتہ عشرہ میں ''فسانہ خواں''۲ کے حساب کی کوئی سبیل نکال سکتے، سخت پریشانی کا عالم ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اس الجھن سے سبکدوش ہو جاؤں، میں کب تک اس سارے قصے کے ختم ہونے کی امید رکھوں؟ خود آرہا تھا۔ مگر ایک ضروری کام پڑ گیا۔ اس سلسلے میں فوری توجہ درکار ہے،

آپ کے لیے افسانہ کل شام شروع کر دیا ہے۔ کیا کروں، اس کا ''معاوضہ'' کھا چکا ہوں۔

''روح ادب'' کے بارے میں آپ سے بات کرنا تھی۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو کل پرسوں کا کوئی لمحہ مقرر کیجیے۔ تا کہ اور کچھ نہیں تو ''روح ادب'' ہی سے جی بہلاؤں، اب میں کراچی میں ممتاز حسین کے ذریعے دوسرے انتظامات بھی کر سکتا ہوں۔

آپ کا: احمد ندیم

(۴۲)

[۱۹۵۱ء لو]

برادرِ عزیز

آپ مصروف رہے اور میں علیل رہا۔ اب تک بیمار ہوں۔ دفتر ضرور آتا ہوں لیکن دفتر سے باہر بیکار محض، دوائیں لے رہا ہوں۔ آج سے انجکشن بھی شروع ہوں گے۔ مرض کی نوعیت سے بے خبر ہوں، بس اب محسوس کرتا ہوں جیسے پنڈلیوں سے قوت غائب ہے، ہاتھ سن ہو رہے ہیں۔ اور دماغ شل ہو چکا ہے۔ صبح کو ذرا سا ٹھیک ہوتا ہوں ورنہ سارا دن ایسا ہی گزرتا ہے، انگہ جانا اسی لیے ملتوی کیا۔ اسی لیے آپ کے پاس نہ آسکا اور اسی وجہ سے اب تک اپنے فرائض بھی پورے نہیں کر سکا، بس آج سے سر دھڑ کی بازی لگاتا ہوں۔ زیادہ دیر لگاؤں تو آپ من مانی سزا دیجیے گا۔ بس یہ دعا کیجیے کہ زیادہ بیمار نہ ہو جاؤں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۴۳)

[۱۹۵۱ء]

برادرِ عزیز

میری بدقسمتی ہے کہ حضرت جگر تشریف لائے۔ میرے ہاں۔اور میں فلمی دنیا کا چکر لگاتا رہا۔میں ان کی خدمت میں خود حاضر ہوں گا۔

جس مقصد کے لیے وہاں گیا وہ بھی پورا نہیں ہوا۔اس لیے توصیف کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔کم از کم پچاس روپے فوراً جائیں ہر حالت اور ہر صورت میں ___ یہ آپ کا خصوصی کرم ہوگا۔میں منتظر ہوں۔

خود ایک اور جگہ جا رہا ہوں، کیونکہ ایک سو روپے پورے کرنے ہیں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۴۴)

6-11-51

برادرِ عزیز، سلام مسنون

میں اب تک یہاں ہوں کوشش تھی کہ فلم والے بقیہ رقم آج کل تک دے دیں گے، مگر اب ہفتے بھر کا وعدہ ہوا ہے، اور مجھے انگہ جانے کے لیے کم از کم ایک سو روپے کی فوری ضرورت ہے، کل میانوالی سے بھائی جان تشریف لائے۔آج صبح وہ انگہ چلے گئے، اور میں صرف اس لیے نہ جا سکا کہ میرے پاس روپے نہیں تھے، سو اب آپ یہ انتظام فرمائیے، میں کل صبح کو گھر جانے کو تیار بیٹھا ہوں، آپ یہ ایک سو روپیہ مجھے ایک ہفتے کے لیے عنایت کر دیجیے، واپس آ کر فلم والوں سے حاصل کر کے، پیش کر دوں گا ۔مجھے آپ کے آج کل کے حالات کا تھوڑا بہت اندازہ ہے، لیکن اور کوئی ذریعہ بھی تو نہیں، اس لیے آپ کسی سے مانگ کر ہی سہی، اس رقم کا آج ہی انتظام کر دیجیے۔سخت ضرورت ہے، اور فوری ضرورت ہے، اور ''خط مستقیم'' کے سوا اور کوئی رستہ باقی نہیں، میں منتظر ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۴۵)

[۱۹۵۲ء ملتان]

برادرم۔

یہ ڈاک آج پوسٹ کروا دیں۔امید ہے آپ اس کا حساب رکھ رہے ہوں گے۔مجھے موعودہ ایک سو روپے کی آج ضرورت ہے۔میں چاہتا ہوں کہ ایک ہی سیٹ بک کرانے کی کوشش کروں تا کہ پرسوں تک چلا جاؤں۔اب یہاں مزید رہنا زیادتی ہے۔چونکہ مجھے پچھتر روپے غلام محمد کو بھی دینے ہیں۔اس لیے اگر ڈیڑھ سو کا انتظام کر سکیں تو سبحان اللہ۔کیونکہ کچھ رقم میرے پاس ہے، ''امروز'' سے ملی ہے اور کچھ آپ کی عنایت کردہ رقم سے غلام محمد کو دے دوں گا۔انتظام نہ ہو سکے، تو قطعی تردد نہ کریں آپ ایک سو بھجوا دیجیے گا [باقی کا میں] انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔البتہ یہ معلوم نہیں کہ کیسے کروں گا۔

کل کی ڈاک اور پروف کی کاپیاں اگر ہوں تو بھجوا دیجیے۔اپنی کتابوں کے نام تجویز کر کے شام تک آپ کو اطلاع دے دوں گا۔

انجمن کے پمفلٹ کا نمونہ بھجوا دیں۔اس کے گرد پوش کا آج ہی انتظام فرمائیں۔یہ بڑی عنایت ہوگی۔

برادرم مولانا صاحب سے کہیں کہ آپ کی خواہش کے مطابق ''امروز'' میں آج ایک نوٹ آ گیا ہے۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم

(۴۶)

[ستمبر۱۹۵۲ء؟]

برادرِ عزیز۔

یہ تین کتابیں اور چند مسوادات رکھے جا رہا ہوں۔ یہ ہاجرہ بہن کے ہیں۔ انہیں یہ کتابیں اور مسودے پیرس بھیجنا ہیں۔ ہوائی ڈاک سے۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا تھا کہ ایک تو ان سب کا ایک محفوظ پارسل بنوا دیجئے۔ دوسرے مجھے معلوم کر دیجئے کہ ہوائی ڈاک سے بھیجے جانے والے اس پارسل پر کتنی رقم صرف ہو گی۔ میں بارہ بجے تک آپ سے فون پر پوچھ لوں گا۔ اور پھر حاضر ہو کر پارسل بھجوا دوں گا۔

نمبر کل مل گیا۔ تہنیت۔

آپ کا: ندیم

(۴۷)

[مارچ اپریل ۱۹۵۵ء؟]

برادرِ عزیز

منٹو مرحوم پر کچھ نہ کچھ تو ضرور لکھ دوں گا، مگر افسوس کہ ان کے خطوط لانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ پھر کسی نمبر میں سہی، بلکہ یہ کتاب ہی آپ چھاپئے گا۔ ایک ہفتے کے اندر یعنی آئندہ ۱۵ کی تمام تک مضمون پیش کر دوں گا۔

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ میں حسرت صاحب والے مضامین کل لا دوں گا۔

اب آپ ہماری کتابوں کا حتمی فیصلہ یعنی ''نقدیات'' والا قدم اٹھائیے۔

اس لیے کہ تینوں اطراف میں شدید ضرورتیں ہیں۔

آپ کا
ندیم

(۴۸)

[مارچ اپریل ۱۹۵۵ء؟]

برادرِ عزیز

میں تو بخیریت واپس آ گیا ہوں لیکن امی کی طبعیت کی خرابی کے باعث بہت پریشان رہا۔ اس لیے لکھنا لکھانا دھرا رہ گیا۔

البتہ منٹو مرحوم کے تمام خطوط لے آیا ہوں۔ آج ان میں سے انتخاب کروں گا اور کل آپ کے سپرد کر دوں گا۔ چار پانچ خطوط کافی ہوں گے۔ ان کے شروع میں ایک صفحہ اپنی طرف سے لکھ دوں گا۔ یہ میری contribution ہو گی۔ مجھے اس بے بضاعتی کا دکھ ہے لیکن اب تو میں کسی بھی مرض کی دوا نہیں رہا۔ کل یہ چیزیں خود لے کر حاضر ہوں گا۔

اور ہاں وہ ہماری تین کتابوں کا نقدیات کا بندوبست کیجئے۔ یہ ایک روز پہلے کہے دیتا ہوں۔

آپ کا: ندیم

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے عرض کر دیجیے کہ رمضان المبارک والا مضمون اب کے ''سنڈے'' ایڈیشن میں آجائے گا۔ دوسرا واپس ارسال کر رہا ہوں۔ بے حد ندامت کے ساتھ۔

ندیم

(۴۹)

[اپریل ۱۹۵۵ء[؟]]

برادرِ عزیز

ہاجرہ بہن کا مضمون بھیج رہا ہوں، میں نے ابھی تک شروع نہیں کیا مگر جلد کوشش کروں گا۔

آپ یوں کیجیے کہ ان تینوں کتابوں کی اجرت کا فوراً انتظام کر لیجیے، آپ کے پاس احباب کا ہجوم رہتا ہے اس لیے زبانی عرض نہیں کیا جا سکتا اور ہر سہ اطراف کو اس اجرت کی فوری اور یکمشت ضرورت ہے، اس سلسلے میں مجھے کل تک مطلع فرما دیجیے گا۔

فیض صاحب کی رہائی کا حکم ہو گیا ہے۔ شاید کل تک منٹگمری سے لاہور آجائیں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۰)

نقوش لاہور

[جون جولائی ۱۹۵۵ء[؟]]

برادرِ عزیز

دو مرتبہ یہاں آیا مگر معلوم ہوا کہ آپ ''مال'' پر ہیں۔ کہنا یہ تھا کہ ''بازاز حیات'' کے معاوضے کی ادائیگی میں ضرورت سے زیادہ تاخیر ہو گئی ہے اور اب اس تاخیر ''دیر آید درست آید'' پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔

دوسرے مجھے آپ سے دوسرے دونوں مجموعوں کا بھی پوچھنا تھا کہ ان کے بارے میں آپ کے کیا ارادے ہیں اور اگر آپکے حالات اجازت نہ دیتے ہوں تو پھر بھی بات طے ہو جانی چاہیے کیونکہ محض آپ کے لیے میں نے ان دو کتابوں کو روک رکھا ہے، بہر کیف اب عجلت کی ضرورت ہے کیونکہ اب مزید تاخیر کئی لحاظ سے ناقابل برداشت ہوگی۔

میں کل آپ کی اطلاع کا منتظر رہوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۱)

[55ء[؟] 7-28

برادرِ عزیز، سلام مسنون

خط ملا، ٹھیک ہے، یہ تو برداشت کی بات ہے، سو ان دونوں کتابوں کا میں کہیں اور انتظام کیے لیتا ہوں، البتہ ایک

مشکل اور ہے۔ شکایت نہیں کر رہا، آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔ کہ اس دوران ان کتابوں کے لیے لاہور اور کراچی کی چھ سات پیش کشوں کو محض اس لیے ہم بڑے ٹھسے سے رد کر چکے تھے کہ آپ سے بات ہو چکی ہے اور آپ کو betray کرنا ٹھیک نہیں، بہر کیف جب آپ مجبور ہیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے، سو یہ قصہ یوں ختم ہوا۔

رہی میری کتاب تو میں آپ کو اس کے حقوق دے رہا ہوں، اسی لیے ایک ہزار طلب کئے تھے سو اسی پر قائم رہیے خاص طور سے اس لیے کہ ان دو سو روپوں کا قصہ بھی موجود ہے، وہ دو سو منہا کر لیجئے اور باقی رہے آٹھ سو، ان میں سے پانچ سو آپ مجھے گھر جانے سے پہلے دے دیں گے، اور باقی تین سو گھر سے میری واپسی پر عنایت کر دیجئے گا، اس لیے کہ جب آؤں گا تو خالی ہاتھ آؤں گا۔

امید ہے اس سلسلے میں اب نہ آپ کو کچھ مزید کہنے کی ضرورت ہوگی اور نہ مجھے۔ ٹھیک؟

تاریخ آ گئی تو میں آپ کو فوراً مطلع کر دوں گا، تا کہ آپ تیاری کر لیں۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم قاسمی

(۵۲)

۲۳۔ستمبر[1955]ء

برادرِ عزیز، سلام شوق

مجھے آنچل، آبلے اور بازار حیات کی پانچ پانچ جلدوں کی شدید اور فوری ضرورت ہے۔ براہِ کرم حاملِ رقعہ کے ہاتھ یہ پندرہ کتابیں بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

اس دوران میں اگر ''ادارہ فروغ اردو'' نے کچھ اور کتاب چھاپی ہو تو وہ بھی

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۳)

۲۰۔اکتوبر[1955]ء

پیارے بھائی

یہ آپ کیسی باتیں کرنے لگے ہیں؟ کیا آپ نے مجھے بھی اس فہرست میں شامل کر رکھا ہے جن کے احساسات مضامین اور نظموں کی اشاعت یا عدم اشاعت اور آگے پیچھے چھپ جانے سے منقلب ہوتے رہتے ہیں، اور کیا آپ سے چمٹے چلے آنے میں میرے مزاج کا کوئی لالچ کارفرما ہے یا وہ گہرا تعلق خاطر جو آپ کے ذرا سے دکھ میں بھی مجھے اداس کر دیتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

ہاجرہ کا ضخیم اور حسین و جمیل افسانہ بھیج رہا ہوں۔ اس کی کاپیاں وہ خود پڑھے گی اس نے تاکید کی ہے، اسے افسانے پر اندھا دھند محنت کا معاوضہ ذرا بڑھا کر دیجئے گا۔ یعنی بجائے ۲۵ کے ذرا سا زیادہ۔ یہ لکھنا اس لیے ضروری سمجھا کہ سچ مچ اس نے اس کہانی کو شاید چار بار لکھا ہے اور راتیں آنکھوں میں گزار دی ہیں، یہ رقم اگر آپ آج ہی بھجوا سکیں تو سبحان اللہ اسے ضرورت ہے۔

رہا میرا افسانہ سو یقین کیجیے کہ میں ہر روز اس میں ترمیم اور اضافہ کر رہا ہوں، انشااللہ اسی ہفتے مکمل صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ مطمئن رہیے، یہ میرا فرض ہے اور مجھے آپ کی مدیرانہ ڈپلومیسی کے بجائے برادرانہ شکایت زیادہ بھلی لگتی ہے۔

آپ کا اپنا: ندیم

(۵۴)

امروز

۷۔مئی ۱۹۵۷ء

برادرِ عزیز

باوجود انتہائی، بلکہ مجنونانہ کوشش کے افسانہ نہیں لکھا سکا۔ جنگ آزادی ۵۷ء کی تیاری کا بے پناہ بوجھ یکا یک سر پر آپڑا، اور اس میں ایسا مصروف ہوا کہ فرصت کے جو چند لمحے میسر آ جاتے تھے، وہ بھی چھن گئے، ممکن ۱۰۔مئی کے بعد افسانے کو کچھ آگے بڑھا سکوں مگر جب تک نقوش چھپ جائے گا، سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔

آپ کی مطبوعات میں سے ایک میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ایک دو تصویریں ہیں۔ ان کے بلاک آج ہی اور ابھی مطلوب ہیں۔ اگر بلاک فوراً نہ مل سکیں تو تصویریں سہی مگر ان کی فوری ضرورت ہے۔

مرقع معلومات (محمد بدر الاسلام فضلی) کے صفحہ ۶۴ پر ایک تصویر ہے، جس کا عنوان یہ ہے، ''۱۸۵۷ء میں انگریز نے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا''۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی تصویر ہو تو عنایت فرمائیے گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۵)

امروز

[16-8۔58ء]

برادرِ عزیز۔

اس دوران میں میں آپ کے ہاں چار مرتبہ جا چکا ہوں، چاروں بار غروب آفتاب سے ذرا دیر پہلے۔ مگر چاروں مرتبہ پریس کا بڑا گیٹ بند پایا۔

ایک بار ایک روڈ کی دکان پر بھی گیا تھا اور انہیں بتا آیا تھا۔ کوئی کام نہ تھا۔ صرف آپ کے پاس چند لمحے بیٹھ کر آپ کو اس عظیم دکھ میں ذرا سی تسلی دینے کی کوشش کرنا تھی اور بس۔

چیک مل گیا۔ بے حد شکریہ یہ سب کو فرداً فرداً پہنچا دوں گا۔ میں دو ہفتے کے لیے کل سے چھٹی پر جا رہا ہوں۔ انشااللہ یکم کو واپس آؤں گا۔ اس دوران میں کوئی نظم ہوگئی تو واپسی پر پیش کر دوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۶)

۲۰؍ستمبر ۵۸ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون۔

دونوں مختصر نظمیں تازہ ہیں۔ تیسری، طویل نظم پرانی بھی ہے اور مطبوعہ بھی۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں آپ کو مطبوعہ کلام کیوں بھیج رہا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ یہ نظم میں نے ۱۹۵۶ء میں کہی تھی۔ ۱۹۵۷ء کی ابتدا میں ایک ہفت روزے میں چھپ گئی، مگر اس کے بعض صفحے غلط شائع ہو گئے۔ ساتھ ہی بعد میں میں نے اس میں اکا دکا تبدیلیاں بھی کی ہیں۔ اور مجھے یہ نظم بے حد عزیز ہے۔ چاہتا ہوں کہ ''نقوش'' میں مکمل صورت میں شائع ہو جائے جبھی (کم سے کم میری نظریں) اس کی اہمیت کی تکمیل ہو گی۔

آپ نظم کے آخر یا اپنے ایڈیٹوریل میں بے شک واضح کر دیجیے گا۔ کہ یہ نظم ۱۹۵۷ء کی ابتدا میں ایک ہفت روزے میں شائع ہو چکی ہے۔ مگر اب اسے قدرے بدلی ہوئی صورت میں نقوش میں درج کیا جا رہا ہے۔ بے حد شکریہ۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۷)

۲۴راکتوبر ۵۸ء

برادرِ عزیز۔

مجھے آپ کا ''مطبوعہ'' خط بھی مل گیا تھا۔ میں اپنے آپ کو مزاح نویس قطعی نہیں سمجھتا اگرچہ شگفتگی کو عین حیات تصور کرتا ہوں اور اسی لیے مزاح نویسی کا الزام قبول کرنے کو بھی تیار ہوں۔

پرانے مضامین سے ''کیسر کیاری'' میں تو کوئی ایسا مضمون نہیں جو منتخب کیا جا سکے، بعد کے مضامین جو کتابی صورت میں جمع نہیں ہوئے، میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں ایک مضمون ''شاعریات'' مجھے پسند ہے۔ اس کی نقل پیش کر دوں گا۔

گذشتہ چھ برس کے ''حرف و حکایت'' کے انباروں میں سے چند اچھے کالم ضرور مل سکتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ میں نے یہ کالم ہمیشہ سیاسی پس منظر میں لکھا ہے۔ اور ان دنوں پرانے سیاسی مسائل کو چھیڑنا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ انتخاب میرے لیے بھی مشکل ہے اور آپ کے لیے بھی، چند کالم البتہ ذہن میں آ رہے ہیں، جو غیر سیاسی بھی ہیں اور اچھے بھی ہیں۔ ان کی تاریخیں یاد نہیں ہیں۔ تلاش شروع کرتا ہوں۔ مل گئے تو فوراً پیش کر دوں گا۔

رہا مزاحیہ مضمون تو بھائی۔ ان دنوں کوئی ایسا موضوع ذہن میں نہیں ہے، جو مزاحیہ مضمون کی بنیاد بن سکے، یقین کیجیے، یہ میری حقیقی مشکل ہے، کوشش ضرور کروں گا مگر اس کوشش کی کامیابی کے سلسلے میں خود بھی مشکوک ہوں۔ دعا کیجیے۔

خدا آپ کو کامیاب کرے۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۵۸)

۲۰فروری ۵۹ء

برادرِ عزیز، سلام شوق

گرامی نامہ ملا، حیرت ہوئی کہ آپ کی میز پر ٹیلی فون کی موجودگی کے باوصف آپ کو اتنا طویل خط کیوں لکھنا پڑا، پڑھ کر محسوس ہوا کہ یہ باتیں ''تقریر'' کے بجائے تحریر ہی کی متقاضی تھیں۔

''نقوش'' کے مختلف نمبروں پر ریویو لکھتے ہوئے میں نے ہمیشہ دیانت سے کام لینے کی کوشش کی ہے مگر یہ بھی

حقیقت ہے کہ آپ کے میرے تعلقات اسی دیانت پر غیر شعوری طور پر ہی سہی ضرور اثر انداز ہوتے رہے ہیں اور میں یہ طعنے ہر بار سنتا رہا ہوں (اور میں نے ان کی کبھی پروا نہیں کی) کہ میں طفیل صاحب کے ساتھ دوستی اور نقوش صاحب کے ساتھ قدیم وابستگی نبھا رہا ہوں، اب طنز و مزاح نمبر کے قصیدے کے ساتھ ہی میں نے دو باتوں کی طرف ضمناً اشارہ کر دیا تو آپ کو اتنا دکھ پہنچا، اس سے مجھے بھی دکھ ہوا، حاجی لق لق صاحب سے میرے تعلقات کو، آپ بخوبی جانتے ہیں، میں نے لق لق سے کمتر شعرا کو فہرست میں دیکھا تو یہ کہنے کی ضرورت پڑی اور یقین مانئے کہ مزاحیہ شعرا کی فہرست میں ایسے کئی نام ہیں جو لق لق سے کم مزاحیہ شعر کہتے ہیں، اب آپ کہتے ہیں کہ وہ خود ابھر کر سامنے آ جائیں تو خود نمایاں ہو جائیں گے تو چلئے یہی سہی لیکن اس بات کو یوں کہیے کہ جب آپ کی مرضی ہو گئی تو ان کے نمایاں ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

مزاحیہ کرداروں میں کسی کی شکایت کو دور کرنے کا یہ طریقہ بھی یقیناً ٹھیک نہیں ہے کہ ایک ٹائپ کے تین کرداروں کو الگ الگ کرداروں کی صورت میں پیش کر دیا جائے، یہ خود فریبی ضرور ہے لیکن حقیقت نہیں ہے۔

آپ کے یہ الفاظ پڑھ کر مجھے شدید دکھ پہنچا ہے کہ میں نے مزاحیہ کالموں پر ایک الگ مضمون لکھنے کی تجویز صرف اس لیے کی ہے (آپ کے الفاظ سے یہی مترشح ہے) کہ میں بھی کالم نویس ہوں، میرے عزیز بھائی آپ جو مجھے بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں، یہ لکھتے ہوئے ذرا سا مجھے یاد تو کر لیتے، میں اپنے آپ کو مزاح نویس قطعی نہیں کہتا، روٹی کما کر کھا رہا ہوں، سالک اور حسرت پر مزاحیہ کالم ختم ہو چکا ہے، مجید لاہوری ''آبرو'' کے مریض تھے اور میں ''جوڑ توڑ'' کا بیمار ہوں، میں اس فہرست میں اپنا نام دیکھنے کا قطعی حقدار نہیں ہوں، اگر مجھے آپ کو حق دوستی ادا کرنے کو کہنا ہوا تو کوئی اور کام کہوں گا، اور اب تک کہتا بھی رہا ہوں، لیکن یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں نقوش کے مدیر شہیر سے دوستی کے نام پر یہ کہوں کہ میری شہرت اور ناموری کو بڑھانے کے لیے میری تعریف میں ایک مضمون چھاپ دیجئے، اور پھر جب آپ سے، جو میرے اتنے قریب ہیں میں ایسی بات نہیں، کہہ سکتا تو دوسروں سے کیا کہوں گا، آپ یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ بات مذاق میں کہی ہے مگر بھائی، بعض مذاق ایسے بھی تو ہوتے ہیں جو مقابل کا کلیجہ چھلنی کر جاتے ہیں۔

مجھے حیرت ہوئی کہ آپ نے میرے ریویو کی دو تین باتوں سے اتنا شدید اثر قبول کیا اور میری نیت سے قطع نظر فرما لیا۔
افسانہ تو شاید نہ لکھ سکوں لیکن چند اشعار ضرور پیش کر دوں گا۔ آپ جب کہیں بھجوا دوں، تیار ہیں۔
اوپر کی باتیں محض آپ کے جواب میں عرض کی ہیں، (سوائے ''حق دوستی'' والی بات کے)۔
اس لیے محسوس نہ کیجئے گا۔ یہ میری گزارش ہے۔

آپ کا: ندیم

(۵۹)

لاہور

۱۷۔اکتوبر ۵۹ء

برادر، سلام مسنون

گرامی نامہ ملا، شکریہ، بہت کوشش کی مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب کے نقوش میں افسانے لے کر حاضر نہیں ہو سکوں

گا۔ البتہ افسانہ نگاری اور شاعری کے بارے میں اپنے خیالات (مختصراً) ضرور لکھ لوں گا، اور پیش کروں گا۔

افسانہ چلانے کی بار بار سعی کی ہے مگر یہ افسانہ بڑا منہ زور ثابت ہو رہا ہے، آئندہ شمارے میں سہی۔

خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

آپ کا: ندیم

جو نظمیں غزلیں لکھی تھیں وہ بھی ادھر اُدھر بھیج چکا ہوں، کیونکہ آپ نے نقوش کے لیے اشعار طلب ہی نہیں کئے تھے۔ بالکل خالی ہاتھ ہوں اور بہت نادم ہوں۔

(۶۰)

[اکتوبر، نومبر ۱۹۵۹ء لے]

برادر، عزیز

سخت شرمندہ ہوں کہ اب تک افسانہ مکمل نہ کر سکا، میں لکھنا چاہتا ہوں اور نہیں لکھا سکتا، آخر وہ موضوع چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا پڑا، یقیناً کل شام تک افسانہ ختم کر لوں گا اور انشااللہ زیادہ سے زیادہ شام کو افسانہ خود ہی آپ کے پاس لے آؤں گا، میں ایک بار پھر اس ناقابل برداشت تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۱)

[اکتوبر، نومبر ۱۹۵۹ء لے]

برادر، عزیز، سلام مسنون

افسانہ ہنوز ختم نہیں کیا، لکھ ضرور رہا ہوں، ان دنوں میں چند نجی الجھنوں میں مبتلا رہا ہوں۔ ایک دو دن میں زبانی عرض کر دوں گا۔

آج سیالکوٹ جا رہا ہوں۔ کل اور پرسوں بیٹھ کر افسانہ مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ البتہ غزل تیار ہے۔ دونوں چیزیں اکٹھی پیش کر سکا تو اچھا رہے گا۔ پیر منگل تک حاضر ہوں گا۔

آپ کا: ندیم

(۶۲)

[۱۹۵۹ء لے ۱۱۔۱۱]

برادر عزیز

میں نے افسانہ مکمل کر لیا ہے۔ صاف کر رہا ہوں، آج ہی پہنچا دوں گا۔ ایک نظم اور ایک غزل بھی ساتھ لا رہا ہوں۔ البتہ آپ کے سوالات (افسانہ نمبر) کے جواب اب بھی باقی ہیں اور کل مجھے دو روز کے لیے سرگودھا جانا پڑ رہا ہے۔ بہر کیف آپ سے بالمشافہ بات کر لوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۳)

ادارہ فروغ اردو

لاہور۔

[مئی ۱۹۶۰ء لـ]

برادرِ عزیز، سلام مسنون

کل شام چھ بجے حاضر ہوا تو پریس مقفل تھا۔ آج گیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ ہے اس لیے آپ سارا دن ایبک روڈ پر رہے۔ یہاں آیا ہوں تو آپ کسی کام پر مال روڈ جا چکے ہیں، حاضر ہونے کا مقصد آپ کو یہ بتانا تھا کہ جس طرح پیر اور وزیر دوروں پر چڑھتے ہیں اسی طرح میں گذشتہ سارا مہینہ مشاعروں پر چڑھا رہا۔ اور لاہور میں بہت کم رہا، اب کل کراچی جا رہا ہوں، شاید ہفتے بھر تک واپس آسکوں، آپ کے ''عام نمبر'' کے لیے ایک غزل کہی ہے۔ افسانہ لکھنے کا وقت ہی نہیں ملا، افسانہ آئندہ نمبر میں سہی، غزل رکھے جا رہا ہوں، اور اب کے افسانہ نہ لکھ سکنے کے لیے معذرت خواہ ہوں، تلافی کا حتمی وعدہ ہے۔

آپ کے پاس محترم اختر مرحوم کی بیٹی (پروین بہن) کی کہانی آئی ہوئی ہے، اگر وہ چھپ رہی ہے تو فبہا ورنہ حفاظت سے رکھئے گا۔ میں واپس آکر حاصل کرلوں گا۔ انہوں نے مجھے تاکیداً لکھا تھا۔ خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۴)

[جولائی ۱۹۶۰ء لـ]

برادرِ عزیز

غزل پیش کئے جا رہا ہوں۔

ایک اور ضروری کام بھی تھا یونیورسٹی کے چند اصحاب کی فہرست میرے پاس تھی۔ آپ کے توسط سے شاید یہ کام آسکیں، پرسوں کسی وقت حاضر ہو کر لکھ دوں گا۔

برادرم مرحوم اختر شیرانی کی صاحبزادی کا افسانہ اگر نا قابل اشاعت ہو تو نکال رکھیے گا۔ پرسوں لے جاؤں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۵)

یکم اکتوبر ۶۰ء

برادرِ عزیز

لیجئے افسانہ حاضر ہے۔ اس نے میرا ایک مہینہ کھایا ہے مگر اس کی تکمیل کے بعد جو اطمینان میسر آیا ہے وہ اس تھکن کا وافر انعام ہے، عنوان کے سلسلے میں خاصا الجھا رہا، آخر ''بھرم'' کا نام پسند آیا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اس کی کاپیاں میں بھی پڑھ لوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۶)

[اوائل نومبر ۱۹۶۰ء لے]

برادرم۔

میں نے لگے ہاتھوں عصمت صاحبہ کا افسانہ بھی پڑھ لیا ہے، ان کے اور میرے افسانے کا ماحول قریب قریب یکساں ہے، اس لیے شکر ہے دونوں اکٹھے چھپ رہے ہیں، اگر دو تین مہینے کے وقفے سے چھپتے تو ہم دونوں میں سے ایک ضرور مہتم قرار پاتا، کہ اسے یہ کہانی فلاں سے سوجھی ہے۔

عصمت کی کہانی صفحہ نمبر ۸۱ سے شروع ہوتی ہے۔ آگے کے ایک صفحہ میں گڑبڑ ہے، آپ بھی دیکھ لیجئے گا، اور پلیٹ پر تبدیلی ممکن ہو تو کر کے دیجئے گا ورنہ پڑھنے والوں کو دقت ہوگئی، صفحہ نمبر ۸۴ کے بعد ظاہر ہے کہ صفحہ نمبر ۸۵ ہی آئے مگر صفحہ نمبر ۸۴ کی آخری سطر کا تعلق صفحہ نمبر ۸۶ کی پہلی سطر سے ہے اور صفحہ نمبر ۸۶ کی آخری سطر صفحہ نمبر ۸۵ کی پہلی سطر سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس صفحہ پر ۸۵ کا ہندسہ درج ہے اس پر صفحہ ۸۶ کا مضمون ہونا چاہیے تھا، اور اسی طرح ۸۶ صفحے پر صفحہ ۸۵ کا مضمون۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۶۷)

نسبت روڈ۔ لاہور

۲۶۔ جنوری ۶۲ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون

آپ نے تو ۲۸ ہی کو مشاعرہ رکھ دیا۔ ابھی ابھی آپ کی طرف سے دعوت نامہ ملا ہے۔ اب میری مشکل یہ ہے، کل صبح سرگودھا جا رہا ہوں۔ وہاں سرگودھا اکادی کی محفل میں شرکت کر کے شام کو جوہر آباد جاؤں گا۔ مشاعرے میں شریک ہو کر دوسرے روز دوپہر کو ربوہ پہنچوں گا۔ وہاں دو بجے سے پانچ بجے تک ایک محفل ہے۔ اگرچہ چھ بجے بھی وہاں سے چلوں تو (بذریعہ کار) یہاں آٹھ نو کے درمیان ہی پہنچ جاؤں گا۔ کوشش تو کروں گا کہ اس سے پہلے چھٹی مل جائے اور آپ کی طرف بھاگ نکلوں، مگر مجبوری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سو اگر میں آٹھ تک پہنچ گیا تو سیدھا ہی این آر مرکز میں اتروں گا۔ اگر ایک آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گیا تو یہاں گھر آ جاؤں گا، اور دوسرے روز حاضر ہو کر معذرت چاہوں گا۔

آپ کا مخلص: ندیم

(۶۸)

لاہور

۵۔ مارچ ۶۲ء

برادرِ عزیز

یہ عریضہ محض یہ اطلاع دینے کے لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ کا مرسلہ ''انعام'' مل گیا تھا اور میں آپ کے آئندہ نمبر کے لیے افسانہ لکھ رہا ہوں۔ لکھ لوں تو حاضر ہوں، یا ممکن ہے اس سے پہلے ہی آ کر آپ کے سفر کی باتیں سن لوں۔

خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

مخلص: ندیم

(۶۹)

[۱۹۶۲ء] 8-3

برادرِ عزیز۔

میں آپ کو مسلسل تکلیف دے رہا ہوں مگر معافی نہیں چاہوں گا۔

۱۔ ''آنگن''، یقیناً چھپ گئی ہوگی۔ اب تو کتاب میرے ہاں بالکل ختم ہوگئی ہے۔ اس کی جلد کا بلاک آپ ہی کے پاس ہے، جلد کے لیے وہی پرانا کاغذ خرید کیجئے میں حاضر ہو کر رقم ادا کر دوں گا۔ اب جلد بندی وغیرہ جلدی سے کرا دیجئے

۲۔ ''دشت وفا'' کی تاخیر کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ جناب شاہ صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں۔ آپ بھی ان سے کہہ دیجئے۔ کل تک تو ضرور لکھ دیں۔ جلد آپ پر چھوڑتا ہوں۔ یہ کتاب اگر مجھے ۱۵ مارچ تک مل جائے تو سبحان اللہ۔

آپ کا: ندیم

(۷۰)

[مارچ ۱۹۶۲ء]

برادرِ عزیز طفیل صاحب، سلام مسنون

۱۔ ٹائٹل کا جو کاغذ آپ کے پاس بچا ہوا ہے اور کٹا ہوا رکھا ہے وہ حامل رقعہ کے ہاتھ بھجوا دیں۔

۲۔ ''دشت وفا'' کے فلیپ وغیرہ کی عبارت بھیج رہا ہوں۔ ٹائٹل کے بلاک ایک مجبوری کے تحت ایک اور جگہ چھپوا لیے ہیں۔ آپ عبارت کمپوز کرا دیں۔ پہلے فلیپ پر فراق صاحب کی عبارت کے اوپر یا جہاں آپ کے خیال میں مناسب ہو، میری تصویر کا بلاک بھی شائع ہوگا۔ یہ بلاک بھیج رہا ہوں۔

۳۔ ''کتاب نما'' کا ''ٹریڈ مارکہ'' بھی بھیج رہا ہوں۔ یہ ''آنگن'' کی جلد پر ''کتاب نما'' کے الفاظ کے اوپر چھپے گا۔ ''آنگن'' کی ایک جلد بھی بھیج رہا ہوں تا کہ آپ جلد کا کاغذ دیکھ لیں۔ اس کاغذ کا بل فوراً ادا کر دوں گا۔ تا کہ آپ پر بوجھ نہ پڑے۔

۴۔ شاہ صاحب کا شدید انتظار ہے

آپ کا مخلص: ندیم

(۷۱)

[۱۹۶۲ء] 5-7

برادرِ عزیز۔

۱۔ عزیزی خالد کو ''منٹو کے خطوط'' کی جلد کے آخری صفحے کی عبارت دے کر بھیج رہا ہوں۔ اپنا خوبصورت ٹائپ استعمال فرمائیے گا اور پروف دیکھیے یا دکھائے بغیر چھپائی شروع نہ کرائیے گا۔

۲۔ خدیجہ کے ناول ''آنگن'' کی جلد کا بلاک بھیج رہا ہوں جلد کے لیے ہلکے نیلے رنگ کا کاغذ میں نے اور مولانا صاحب نے پسند کر لیا تھا، آپ مولانا صاحب سے کہیں گے تو وہ بھجوا دیں گے، اس پر یہ بلاک سرخ رنگ میں چھاپنا ہے۔

۳۔ ’’آنگن‘‘ کے ٹائٹل کے لیے کاغذ بھیج رہا ہوں، یہ آرٹ پیپر ہے۔نقلی آرٹ پیپر پسند نہیں آیا اس لیے یہ عیاشی کر گزرا۔اس کے فلیپ اور آخری صفحے کی عبارت موجد صاحب کے ہاں رکھی ہے۔وہ کل تک بھجوا دوں گا۔

۴۔ خالد کے ہاتھ ’’آنگن‘‘ کے آخری پروف بھجوا دیجئے۔

۵۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اپنے سامنے ہی کتابیں تیار کرا دیجئے گا۔آپ کے جانے کے بعد میں کس پر زور دے سکوں گا۔اگر ’’آنگن‘‘ ۱۰۔جولائی تک آجائے تو مجھے بڑی آسانی رہے گی۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۷۲)

۱۰ر جولائی ۶۲ء

برادرِ عزیز۔سلام مسنون

عزیزی خالد کو بھیج رہا ہوں، ’’منٹو کے خطوط‘‘ جتنے بھی تیار ہوئے ہیں۔اس کے ہاتھ بھجوا دیجئے، آڈرز آرہے ہیں۔اور مزید تاخیر مضر ہوگی۔

’’آنگن‘‘ اگر دو تین دن میں مکمل ہو کر تیار ہو جائے تو بڑا کرم ہوگا۔اس کے فلیپوں، اور پشت کی عبارت آپ خود بغور پڑھ لیجئے گا۔’’آنگن‘‘ کی طباعت اور جلد بندی وغیرہ کے سلسلے میں ذاتی دل چسپی لیجئے۔میں نے اب تک کسی بھی فرمے کی چھپائی محض اس وجہ سے دیکھنے کی تکلیف نہیں کہ کتابیں آپ کہاں سے چھپوا رہے ہیں۔

’’نقوش‘‘ کی آئندہ اشاعت کے لیے آپ کہیں تو نظم یا غزل بھیج دوں۔

پیڈ اگر چھپ گئے ہوں تو وہ بھی بھجوا دیں۔

آپ کا: احمد ندیم

(۷۳)

[وسط جولائی ۱۹۶۲ء]

برادرِ عزیز

روزانہ سوچتا ہوں کہ حاضر ہوں مگر اتنے بے شمار چکروں میں گرفتار ہوں۔کہ ذرا سا وقت بھی نہیں نکال سکا۔عرض یہ کرنا ہے کہ ___

۱۔ ’’نقوش‘‘ کے لیے نظم نہیں کہہ سکا، البتہ غزل تیار ہے، وہ کل حاضر کر دوں گا۔

۲۔ ’’دشت وفا‘‘ کی باقی کاپیاں لکھنے امداد شاہ صاحب کو دے آیا تھا، انہیں ذرا تاکید فرما دیجئے کہ میرے حال پر جلدی سے رحم فرما دیں۔

۳۔ ’’آنگن‘‘ کی چھپائی سے پہلے پلیٹیں دیکھنے کے سلسلے میں یہ کہہ دیجئے گا۔پہلی پلیٹ روک لیں اور باقی کی چھپائی شروع کر دیں۔بلکہ امید ہے جاری ہوگی۔بہت جلد چاہیے۔بڑا کرم ہوگا۔

۴۔ اس کے ٹائٹل کی عبارت کل پہنچا دوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۷۴)

۲۶ر جولائی ۱۹۶۲ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون۔

۱۔ اب تو حد ہوگئی، آج تو ''آنگن'' بھجوا دیجئے۔ یا جتنی کاپیاں تیار ہوگئی ہوں۔ آڈر دینے والوں کو ہم کچھ بھجوائیں تو۔

۲۔ ''منٹو کے خطوط'' کی بارہ جلدیں کم پہنچی تھیں۔ مینجر صاحب سے کہئے گا کہ یہ بارہ جلدیں بھی الگ سے پیک کرادیں۔ عزیز خالد نے ان سے اس روز بھی کہہ دیا تھا اور پرسوں بھی کہہ آیا تھا۔

۳۔ ساتھ ہی دونوں کتابوں کی چھپائی وغیرہ کے بل بھی بھجوا دیجئے گا۔

کل تک خود بھی حاضر ہوں گے۔

مخلص: ندیم

مری، کراچی، حیدرآباد، بہاول پور، جھنگ، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، لائل پور، سرگودھا، گجرات، جہلم، وغیرہ کے ایک ایک دو دو ایجنٹوں کے پتے کیا آپ بھجوا سکیں گے۔ بڑا کرم ہوگا۔

ندیم

(۷۵)

کتاب نما

۲۸ر جولائی ۶۲ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون۔

نادم ہوں کہ اس روز حضرت جوش صاحب کی دعوت میں شریک نہ ہوسکا۔ اچانک برادرم، احمد علی کا تار کراچی سے آیا کہ ہاجرہ بچوں سمیت شام پونے سات بجے لاہور پہنچ رہی ہیں۔ سو میرا وہاں پہنچنا ضروری تھا۔ انہیں لے کر جیل روڈ گیا اور نو بجے تک مصروف رہا۔ مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ آپ کو اطلاع تک نہ دے سکا۔ معذرت خواہ ہوں، کل جوش صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر بھی معذرت کرلی تھی۔

آپ نے ہمارے ادارے کی امداد کی خاطر کتابوں کی نکاسی کے سلسلے میں اتنا کام کیا مگر اس انتظام کے باعث ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔

ایک تو کتابوں پر آپ کے ادارے نے ''سول ایجنٹس'' کی مہر لگا دی ہے جو ظاہر ہے کہ قطعی غلط ہے۔ یوں کتب فروش حضرات ہم سے براہ راست کتابیں کیوں منگائیں، اس طرح ہم خاصے خسارے میں رہیں گے۔ قریشی صاحب سے کہیے کہ یہ سول ایجنٹ کی مہر لگانے کو انہیں کس نے کہا تھا۔ یہ تو غیر شعوری طور سے ''کتاب نما'' کو پس منظر میں رکھنے والی بات ہوئی۔ آئندہ وہ یہ مہر استعمال نہ کریں۔

دوسری گڑبڑ یہ ہوئی کہ میرے پاس تو کتابوں کے آڈرز دو دو تین تین ہفتوں سے موجود تھے۔ بجائے اس کے کہ کتاب میرے پاس آتی اور میں یہاں سے آڈروں کی تعمیل کرتا، بے خبری میں یہی کتابیں، آپ کی طرف سے انہی کتب فروشوں

کو بھجوادی گئیں اور نتیجہ یہ ہے کہ میرے پاس وی پی پارسل واپس آرہے ہیں۔ یہ مزید نقصان والی بات ہوئی۔

سو میرے خیال میں یوں کیجئے کہ ''آنگن'' تو پوری کی پوری مجھے بھجوادیجئے اور آپ مجھ سے صرف اسی صورت میں کتاب لیجئے کہ جب آپ کے پاس کہیں سے آڈر موصول ہو۔ بصورت دیگر دوسری ترسیل ہوتی رہے گی، اور یہ آپ بھی نہیں چاہیں گے۔

جہاں بھی کتابیں لے کے جاتا ہوں، آپ کے ادارے کی طرف سے بھیجی ہوئی کتابیں موجود ہوتی ہیں۔ حالانکہ آپ کو لاہور سے قطع نظر کرنا چاہیے تھا۔ بہرکیف یہ سلسلہ ''آنگن'' کے سلسلے میں روک لیا جائے تو بہتر ہے۔ خالد کو بھیج رہا ہوں۔ اسی کے ہاتھ بقیہ 920 کتابیں بھجوادیں۔ ''آنگن'' کی پلیٹیں بھی بھجوادیجئے گا، اور میں نئی پلیٹیں یا ان پلیٹوں کے دام جیسا آپ کہیں گے پیش کردوں گا۔ ''بل'' بھی بھجوادیجئے۔

آپ کے مری جانے سے پہلے یہ ساری کاروباری سلسلہ آپ سے سمجھنے کے لیے حاضر ہوں گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۷۶)

۱۰ر نومبر ۶۲ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون۔

''نقوش'' کے لیے افسانہ شروع کر رکھا ہے اور خاصا آگے بڑھ رہا تھا مگر اچانک ڈھاکے جانا پڑ رہا ہے۔ ''اچانک'' اس لیے کہ پہلے سیٹ نہیں ملتی تھی اور کل معلوم ہوا کہ انتظام ہوگیا ہے۔ ذرا سی تاخیر تو ہوگی مگر میں انشااللہ واپسی پر افسانہ جلدی سے مکمل کر کے پیش کروں گا۔ آپ کو یقیناً کوفت ہوگی، اور میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ میں ۱۷۔ نومبر تک واپس آ رہا ہوں۔

آپ کا مخلص: ندیم

(۷۷)

۸ر دسمبر ۶۲ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون۔

پرسوں بھی حاضر ہوا تھا۔ آج بھی آپ کے دفتر ہی سے آرہا ہوں۔ ایبک روڈ پر سے گزرا تو سوچا کہ آپ کو مطلع تو کردوں۔ سخت شرمندہ ہوں کہ اب تک افسانہ مکمل نہیں کر پایا۔ یکایک انگہ جانا پڑا، وہاں سے تین چار روز پہلے واپس آیا ہوں تو بہت سے دوسرے غیر ادبی کاموں نے جکڑ لیا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ نمبر تو آپ نے مرتب کرلیا ہوگا۔ بہرکیف اب کے آپ سے بے حد ندامت ہوئی۔ معذرت خواہی کے لیے ہی حاضر ہوا تھا۔ اس کوتاہی میں میری نیت کا کوئی دخل نہ تھا۔

خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

مخلص

ندیم

(۷۸)

۷؍مئی ۶۳ء

برادرِ عزیز۔ سلام محبت۔

''فنون'' حاضر ہے، امید ہے آپ اسے پسند کریں گے۔ اگر ''نقوش'' کے آئندہ شمارے میں اس پر تبصرہ آجائے تو سبحان اللہ۔

آج تو ''دشت وفا'' کی جلد کی طباعت کرا دیجئے۔ سرخ رنگ میں یا اور کسی رنگ میں، بہر حال سیاہ رنگ نہ ہو، یہ کتاب دو تین دنوں میں تیار کر دیجئے۔ بڑا کرم ہوگا۔

آپ کا ندیم

(۷۹)

۲۲؍جنوری ۶۴ء

برادرِ عزیز۔ ہاجرہ اور خدیجہ بہنوں کی آپ بیتاں بھیج رہا ہوں۔ میں نے ہاجرہ بہن کی آپ بیتی کے بعض فقرے، ان کے تازہ خط کی ہدایت کے مطابق قلم زد کر دیے ہیں۔ آپ بھی انہیں پڑھ لیجئے۔ پھر شام تک میں حاضر ہو کر ان کے بارے میں بات کروں گا۔

آپ بیتی کے سلسلہ میں میرا دامن ہنوز خالی ہے، مگر یقین کیجئے میں آپ سے شرمندہ ہونے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں۔

آپ کا بھائی: ندیم

خدیجہ نے نقوش کا شخصیات نمبر بھی آپ کے لیے بھجوایا ہے۔

(۸۰)

۷؍جولائی ۶۴ء

برادرِ عزیز۔ سلام مسنون۔

۱۔ غزل پیش کر رہا ہوں۔

۲۔ عزیزی خالد کے ہاتھ منٹو کے خطوط کی 67 جلدیں واپس بھیج رہا ہوں۔ (باقی بک گئی ہیں) تصویروں کے لیے۔ اس دوران میں جو کتابیں تیار ہو گئی ہیں وہ خالد کے ہاتھ بھجوا دیجئے، تا کہ میں آرڈر بھجوانا شروع کر سکوں۔ تصویروں کی غیر موجودگی کی وجہ سے روک لیے تھے۔

۳۔ ''آنگن'' اگر کل تک ___ چند کاپیاں بھی ___ تیار ہو جائیں تو بڑا اچھا ہو۔ تا کہ میں آدم جی انعام کے لیے بھجوا سکوں۔ ساتھ ہی آئندہ اتوار کو ریویو بھی نکلوا لیں۔

۴۔ ''کتاب نما'' کا پیڈ تو اب تیار ہو گا۔

۵۔ میں نے عبداللہ قریشی صاحب سے بات کر لی تھی۔ آپ کی محبت کا شکریہ، چالیس فی صد کمیشن پر کتابیں پیش کر

دوں گا۔ البتہ پریس وغیرہ کا بل مجھ سے الگ لے لیجئے گا۔ اور کتابوں کا حساب الگ رہے گا۔ منٹو کے خطوط کی دو سو جلدیں اور ''آنگن'' کی سو جلدیں ادارۂ فروغ اردو کے لیے رکھ لیجئے گا۔

آپ کا بھائی: ندیم

(۸۱)

کتاب نما، لاہور
۳ر اکتوبر ۶۶ء

برادرِ عزیز۔ سلام محبت۔

آپ کے پاس ''ستمبر کا چاند'' کی پلیٹیں رکھی ہیں وہ فی الحال محفوظ رکھیے۔ ''منٹو کے خطوط'' کے پروف مجھے مل گئے تھے۔ وہ دو تین دنوں میں دیکھ کر بھیج رہا ہوں۔ اب احمد سعدی کا ترجمہ شدہ ناول ''کرنا فلی'' بھیج رہا ہوں۔ یہ مجھے بس ہفتے دس دن میں چھاپنا ہے۔ استدعا ہے کہ آج ہی کاپیاں جموا دیں تا کہ کل پرسوں تک مجھے پروف مل جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ناول اور ''منٹو کے خطوط'' اسی ہفتے عشرے میں چھاپ لوں۔ بس توجہ درکار ہے۔

کرنا فلی کی ساڑھے نو کاپیاں ہیں۔

آپ کا: ندیم

(۸۲)

مجلّہ فنون لاہور
۲ر ستمبر ۶۸ء

برادرِ عزیز و مکرم۔ تسلیم

میں کل گاؤں سے بخیریت واپس آ گیا ہوں اور آپ کی دعا سے بہتر ہوں۔ ایک دو دنوں میں حاضر ہوں گا۔

حامل عریضہ سے مجھے گہری دلچسپی ہے۔ انہیں محترم مینائی صاحب (نیشنل بنک) سے ایک ضروری کام ہے۔ مینائی صاحب سے آپ کے جو تعلقات ہیں ان کا مجھے علم ہے۔ اس لیے یہ جسارت کر رہا ہوں کہ ان کا کام کرا دیجئے۔ ان سے میرا بھی تعارف ہے مگر چھ مہینے پہلے ایک کام ان کے سپرد کیا تھا جو ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ چنانچہ میرے حوالے کے بغیر ان سے بات کیجئے گا۔ یہ آپ کا بڑا کرم ہوگا۔

آپ کا بھائی: احمد ندیم قاسمی

(۸۳)

مجلّہ فنون لاہور
۲۶ر مئی ۷۳ء

برادرِ عزیز و مکرم۔

بہت شرمندہ ہوں کل محترمہ بھابھی صاحبہ نے بھی تاکید کی رات ایک بجے تک بیٹھا کوشش کرتا رہا مگر افسوس ہے کہ اس تقریبِ سعید کے شایانِ شان ایک بھی شعر نہ کہہ سکا۔ بہت رسمی سے شعر ہوتے تھے جو مجھے کسی صورت میں اپنے آپ سے

منسوب کرنا منظور نہ تھے۔ میں آپ کو ایک ننھی سی فرمائش بھی پوری نہ کر سکا۔ اس کے لیے آپ سے اور خاص طور سے بھابھی صاحبہ سے نہایت ادب سے معذرت خواہ ہوں۔ آپ تو میری مجبوری اور کوتاہ قلمی کو سمجھ گئے ہوں گے۔ مگر بھابھی صاحبہ کے سامنے میری بے بسی کی وضاحت فرما دیجئے گا۔ خدا کرے آئندہ عزیزان کی شادی پر اس کوتاہی کی تلافی کے قابل ہو سکوں۔

کل انشاءاللہ بروقت بچوں سمیت پہنچوں گا۔

آپ کا: احمد ندیم

حواشی:

۱۔ محمد طفیل صاحب، لاہور: ادارۂ فروغ اُردو، ص ۵۲۔

۲۔ ایضاً، ص ۵۳۔

۳۔ قاسمی، احمد ندیم، ایک رودادِ رفاقت و محبت، محمد نقوش، (محمد طفیل نمبر جلد ۱) شمارہ ۱۳۵، جولائی ۱۹۸۷ء، ص ۱۷۔

۴۔ ایضاً، ص ۱۸۔

۵۔ قاسمی، احمد ندیم، طفیل صاحب (چند تاثرات)، محمد نقوش، مرتبہ: ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، ملتان: کاروان ادب، ۱۹۸۳ء، ص ۴۹۔

۶۔ ایضاً، ص

۷۔ ایضاً، ص

۸۔ قاسمی، احمد ندیم، ایک رودادِ رفاقت و محبت، محمد نقوش، (محمد طفیل نمبر جلد ۱) شمارہ ۱۳۵، جولائی ۱۹۸۷ء، ص: ۲۰

۹۔ قاسمی، احمد ندیم، طفیل صاحب (چند تاثرات)، محمد نقوش، مرتبہ: ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، ملتان: کاروان ادب، ۱۹۸۳ء، ص ۵۲۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۱۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۳۔

۱۴۔ انور سدید، ڈاکٹر (مرتبہ) وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، مارچ ۱۹۸۵ء، ص: ۱۷۴۔

۱۵۔ شمس الرحمٰن، اردو خطوط (ادبی حیثیت، تاریخ، تنقید اور تبصرہ)، دہلی، کتابی دنیا، جولائی ۱۹۴۸ء، ص: ۱۱۔

۱۶۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، وجہی سے عبدالحق تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص: ۲۹۴۔

۱۷۔ قاسمی، احمد ندیم، خط بنام محمد طفیل، مرقومہ ۳۔ مئی ۱۹۴۵ء۔

۱۸۔ ایضاً، مرقومہ ۳۰ر مئی ۱۹۴۶ء۔

۱۹۔ ایضاً، مرقومہ ۷ر جنوری ۱۹۴۸ء۔

۲۰۔ ایضاً، مرقومہ ۴ر فروری ۱۹۴۸ء۔

۲۱۔ ایضاً، مرقومہ ۷؍جنوری ۱۹۴۸ء۔

۲۲۔ ایضاً، مرقومہ ۲۵؍جنوری ۱۹۴۸ء۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ ایضاً، مرقومہ ۹؍فروری ۱۹۴۵ء۔

۲۵۔ ایضاً، مرقومہ ۱۶؍مارچ ۱۹۴۴ء۔

۲۶۔ ایضاً، مرقومہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۷۔ ایضاً، مرقومہ ۹؍فروری ۱۹۴۸ء۔

۲۸۔ ایضاً، مرقومہ ۱۲؍فروری ۱۹۴۸ء۔

۲۹۔ ایضاً، مرقومہ ۹؍مارچ ۱۹۴۶ء۔

خط:۱

۱۔ پوسٹ کارڈ کی مہر کے مطابق اس خط کا سال تحریر ۱۹۴۴ء ہے۔

۲۔ ''دکن والوں'' سے مراد اُردو اکیڈمی حیدر آباد (دکن) ہے جس نے قاسمی صاحب کے شعری مجموعے ''دھڑکنیں'' کے دو ایڈیشن شائع کیے تھے۔ غالباً قاسمی صاحب نے تیسرے ایڈیشن کو شائع کرنے اور معاوضہ بھجوانے کی بات کی ہوگی۔ جس کا ''دکن والوں'' نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس لیے اب وہ اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے لیے محمد طفیل سے کہہ رہے ہیں اگلے کچھ خطوط میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

۳۔ لطیف فاروقی، محمد طفیل کے گہرے دوست تھے۔ ابتدا میں بچوں کا رسالہ ''سعادت'' نکالتے تھے بعد میں محمد طفیل کے ساتھ مل کر پبلشنگ شروع کی۔ محمد طفیل نے ''ادارۂ فروغ اُردو'' ۱۹۴۴ء میں شروع کیا اس سے پہلے بقول محمد طفیل ''میرے ایک دوست لطیف فاروقی (مرحوم) تھے ان کے اشتراک سے میں نے مکتبۂ شعروادب کے نام سے پبلشنگ ہاؤس کی داغ بیل ڈالی تھی''۔ (نقوش محمد طفیل نمبر جلد اوّل ص:۱۶۱)۔ بعد میں طفیل صاحب نے ''شعر وادب'' لطیف فاروقی کے حوالے کر دیا اور خود وہ ''ادارۂ فروغ اُردو'' کا آغاز کیا۔ اس خط میں لطیف فاروقی کا شکوہ کسی کتاب کے معاوضے کا ہوسکتا ہے کیونکہ یہ تسلسل اگلے خطوط میں بھی ہے۔

خط:۲

۱۔ بشیر احمد آغاز میں ''ادارۂ فروغ اُردو'' کے پروف ریڈر تھے۔

۲۔ شاعرِ رومان اختر شیرانی مراد ہیں۔

۳۔ جسٹس ریٹائر جاوید اقبال مراد ہیں۔

۴۔ اس سے مراد اپنے زمانے کے معروف مزاح نگار شوکت تھانوی ہیں۔ محمد طفیل پہلی بار کاروباری سلسلے میں جب لکھنو گئے تو شوکت تھانوی ہی کے ہاں ٹھہرے تھے۔

خط:۳

۱۔ اس خط پر ۶ نومبر کی تاریخ درج ہے لیکن سال درج نہیں۔ خط کے پہلے جملے میں ''رم جھم'' بسم اللہ نہ بھجوانے کا مطلب یہ کہ کچھ حصہ تا کہ کتابت کا آغاز ہو سکے۔ چوں کہ ''رم جھم'' ، ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء کے خط کے مطابق چھپ چکی ہے۔ لہذا اس خط کی تاریخ تحریر ۶ نومبر ۱۹۴۴ء ہی ہو سکتی ہے۔ ''رم جھم'' قاسمی صاحب کے قطعات کا مجموعہ ہے جس کے پہلے دو ایڈیشن ''دھڑکنیں'' کے نام سے شائع ہوئے بعد میں بہت اضافوں کے ساتھ اس نام سے ''ادارۂ فروغ اردو'' لاہور سے شائع ہوئی۔

۲۔ قاسمی صاحب کے قریبی محترم دوستوں میں سے تھے ان جیسے احباب کی مدد سے قاسمی صاحب نے انگہ جیسے گاؤں میں مسلم لیگ تحریک کا آغاز کیا اور بڑے بڑے جلسے کیے یہاں جن رسیدوں کے چھاپنے کا ذکر ہے وہ مسلم لیگ کے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے تھیں۔ جن کا اگلے دو ایک خطوط میں بھی ذکر آیا ہے۔

۳۔ محمد طفیل میٹرک میں کتابت سیکھنے لگے تھے۔ ان کے استاد تاج الدین زریں رقم تھے۔ محمد طفیل کے صاحبزادے جاوید طفیل کے مطابق قاسمی صاحب بھی تاج الدین زریں رقم کو استاد کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ آئندہ خطوں میں بھی جہاں ''استاد صاحب'' کا ذکر آیا ہے اس سے وہی مراد ہیں۔

خط:۴

۱۔ پچھلے خط مورخہ ۶ نومبر ۴۴ء میں چونکہ ابھی ''رم جھم'' کا مسودہ نہیں بھجوایا اور اس خط میں اس کے پروف خود پڑھنے کا ذکر ہے خط پر ۱۶۔ مارچ کی تاریخ کی موجودگی میں سال تحریر ۱۹۴۵ء ہی بنتا ہے۔

۲۔ محمد طفیل کی رہائش گاہ اندرون بھاٹی (لاہور) میں تھی جس میں وہ ۱۹۵۴ء تک رہے یہ بوہر دروازہ، لاہور میں نہیں بلکہ ملتان میں ایک جگہ کا نام ہے۔ محمد طفیل، لکھنؤ سے واپس آئے اور رابطہ نہ کر سکے ہوں گے پھر ملتان گئے ہوں گے تو وہیں سے خط لکھا ہوگا۔

۳۔ قاسمی صاحب کے حقیقی بھائی ایک ہی تھے۔ پیرزادہ محمد بخش جو ان سے بڑے تھے۔ ایک تایازاد محمد حیات جن کے یہ بہت قریب تھے۔ یہ دونوں تو اس وقت زندہ سلامت تھے۔ اس خط میں جن کا ذکر ہے یہ کوئی اور تایازاد یا چچازاد ہوں گے۔

خط:۵

۱۔ پچھلے خط مورخہ ۱۶۔ مارچ ۱۹۴۵ء کی طرح اس خط میں بھی ''رم جھم'' کی کتابت، ترتیب اور قطعات کے اضافے وغیرہ کی بحث ہے لہذا یہ خط ۲۰ مارچ ۱۹۴۵ء کا ہے۔

خط:۶

۱۔ اس خط کے مطابق قاسمی صاحب کا لطیف صاحب کے ساتھ کچھ لین دین کا معاملہ ہے۔ اس لیے محمد طفیل سے ان کا پتہ لے کر پہلی بار انہیں خط لکھنے کا ذکر ہے۔ اسی حوالے سے اگلے خط اور اس کے بعد بھی ۱۹۴۵ء ہی کے دو ایک خطوں میں لطیف صاحب کا ذکر ہوا ہے۔ سو اس خط کا سال تحریر ۱۹۴۵ء ہی ہے۔

۲۔ امان صاحب یہ رقعہ لے کر گئے تھے مگر طفیل صاحب نہ ملے لہذا تہہ شدہ رقعہ کے باہر خود امان صاحب نے بھی اپنے

قلم سے یہ عبارت لکھ دی ''برادرم صاحب! ایک صد روپیہ (یا جتنے بھی ہوسکیں صرف مجبوری کی حالت میں) لے کر تشریف غریب خانہ پر لے آویں، سخت ضرورت ہے۔ امان''۔

خط: ۷

۱۔ اس خط میں لاہور کے کچھ لوگوں کا حساب بے باق کر کے ۶ مئی کو انگہ چلے جانے کا ذکر ہے۔ ''رم جھم'' اور ناول کا معاوضہ طے کرنے کا کہا ہے نیز لحاف ڈائی وغیرہ کا خرچ پوچھا ہے اور سامان کے لیے چار عدد پیٹیاں بنوا دینے کا کہا ہے۔ ان باتوں کو اگلے ایک خط مورخہ ''۷۔۱ مئی ۱۹۴۵ء سے ملا کر پڑھیں تو اس کا سال تحریر ۱۹۴۵ء قرار پاتا ہے۔

۲۔ ''ادب لطیف'' کے زمانے ادارت میں سالانہ (۱۹۴۴ء) میں شائع کرنے پر مقدّمہ چلا تھا کہ اس میں منٹو کا افسانہ ''بو'' اور مضمون ''جدید ادب'' شامل تھے جن پر مقدمہ تھا۔ مدیر ہونے کی نسبت سے قاسمی صاحب بھی زد میں تھے۔ قاسمی صاحب صمد شاہین کے نام ۲۷۔ اگست ۱۹۴۵ء کے خط میں لکھتے ہیں۔ ''منٹو صاحب اور مجھ پر ادب لطیف کے سالنامے ۴۴ء کے سلسلے میں مقدمات چل رہے تھے۔۔۔ آخر ۲ مئی کو فیصلہ صادر ہوا مجھے اور منٹو صاحب کو بری کر دیا گیا''۔

خط: ۹

۱۔ پروفیسر احتشام حسین مراد ہیں۔ جو ترقی پسند نقاد اور رسالہ ''فروغ اُردو'' (لکھنؤ) کے مدیر تھے۔ طفیل صاحب کے اشاعتی ادارے کا نام ''ادارۂ فروغ اُردو'' بھی انھوں نے ہی تجویز کیا تھا۔

۲۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اورینٹل کالج لاہور کے استاد اور پرنسپل اس وقت لکھنؤ میں ان کا تقرر تھا۔

۳۔ احمد ندیم قاسمی صاحب کے حقیقی بھانجے ظہیر بابر مراد ہیں جو ادیب نقاد اور صحافی تھے۔ قاسمی صاحب کے بعد روز نامہ ''امروز'' کے ایڈیٹر رہے۔

خط: ۱۲

۱۔ پوسٹ کارڈ کی مہر کے مطابق اس خط کا سال تحریر ۱۹۴۵ء ہے۔

خط: ۱۳

۱۔ پوسٹ کارڈ کی مہر کے مطابق اس خط کا سال تحریر ۱۹۴۵ء ہے۔ لاہور آمد کی مہر ۹۔ ستمبر ۴۵ء ہے۔

۲۔ امتیاز علی تاج کا اشاعتی ادارہ ''دارالاشاعت پنجاب'' مراد ہے۔ قاسمی صاحب اس ادارے کے دو رسالوں ''پھول'' اور ''تہذیب نسواں'' کے مدیر تھے لہٰذا انھیں یہ شکایت رہی ہوگی کہ ''ادارہ دارالاشاعت'' سے وابستگی کے باوجود انھیں کتابیں نہیں دیتا۔

خط: ۱۵

۱۔ محمد طفیل کے چھوٹے بھائی محمد اکبر مراد ہیں جو اس وقت ٹی بی کے شدید مرض میں مبتلا تھے۔ بالآخر صحت یاب ہوئے۔

۲۔ عبدالسبوح قاسمی، محمد طفیل کے دوست تھے اور ان کے توسط سے احمد ندیم قاسمی سے دوستی ہوئی۔ عبدالسبوح قاسمی نے جبران خلیل کی کتاب کا اردو ترجمہ ''اپنا اپنا دیس'' کے نام سے کیا جو ''ادارۂ فروغ اردو'' نے فروری ۱۹۴۶ء کو

شائع کیا اس کتاب کا انتساب قاسمی صاحب کے نام ہے۔

خط:۱۷

۱۔ قاسمی صاحب، خواتین افسانہ نگاروں کا ایک انتخاب مرتب کر رہے تھے۔ پچھلے خطوں میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ کتاب ''حریری پردے''، نہیں بلکہ ''نقوش لطیف'' کے نام سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔

۲۔ ابراہیم جلیس اُردو کے افسانہ نگار، ناول نگار، مزاح نگار، نقاد اور صحافی۔

۳۔ ''کتیا'' شوکت تھانوی کی کتاب ہے جو ''ادارۂ فروغ اردو'' نے شائع کی تھی۔

خط:۱۸

۱۔ اس سے مراد محمد طفیل کے پہلے صاحبزادے ہیں محمد طفیل صاحب لکھتے ہیں ''میرا بڑا لڑکا فاروق احمد ہے (تاریخ پیدائش ۲۹ رنومبر ۱۹۴۵ء) جس کا نام برادرم احمد ندیم قاسمی صاحب نے رکھا تھا (نقوش محمد طفیل نمبر جلد اوّل، ص:۱۵۷)

خط:۲۳

۱۔ یہ خط ۲۷ جون کا ہے اس کے سال تحریر کے تعین کے لیے پہلے جملے میں ''چند سطریں'' کے الفاظ درج ہیں۔ اس عنوان سے ایک صفحے کی تحریر قاسمی صاحب نے محمد طفیل کے کہنے پر اپنے افسانوی مجموعے ''آبلے'' کے لیے اپنے قلم سے لکھی اور ان کی لکھائی ہی میں چھپنا تھی۔ اس پر ۲۴ مئی ۱۹۴۶ء کی تاریخ درج ہے۔ اس کے علاوہ خط کے آخر میں ''۴۵ء کی بہترین نظمیں ہیں ظاہر ۱۹۴۶ء میں شائع ہوگی۔

۲۔ محمد طفیل کے صاحبزادے جاوید طفیل صاحب کا کہنا ہے کہ احمد ندیم قاسمی صاحب کی بیگم کا نیکلس گم ہو گیا تھا۔ ان کی اور قاسمی صاحب کی پریشانی دیکھتے ہوئے محمد طفیل نے نیا نیکلس خرید کر تحفے کے طور پر دے دیا اس پر قاسمی صاحب ''نعم البدل'' مل جانے کی دعا اور طفیل صاحب سے ہمدردی ظاہر کر رہے ہیں۔ نعم البدل کو واوین میں رکھنا اسی طرف اشارہ ہے۔

خط:۲۶

۱۔ یہ پوسٹ کارڈ ہے جس کی مہر پر تاریخ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء درج ہے۔ وہیں محمد طفیل کے قلم سے ایک جملہ اور تاریخ بھی درج ہے ''ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ ۷۔ نومبر ۴۶ء''۔

خط:۲۷

۱۔ یہ خط قاسمی صاحب نے پشاور سے لکھا ہے وہ ریڈیو میں ملازمت کے لیے نومبر ۱۹۴۶ء میں یہاں آئے تھے۔ اس لیے اس کا سال تحریر ۱۹۴۶ء بنتا ہے۔

۲۔ یہاں ندوی صاحب سے مراد ایک غیر معروف عبدالسلام ندوی ہیں جو محمد طفیل صاحب کے دوست تھے بعد میں ۱۹۴۸ء میں ''ادارۂ فروغ اُردو'' کے منیجر مقرر ہوئے (بحوالہ ''نقوش'' محمد طفیل نمبر جلد دوم، ص:۱۲۸۳)

خط:۲۸

۱ پچھلے خط میں زہرہ حق نواز خاں کا ''نقوش لطیف'' کے لیے گرد پوش بھیجنے کا ذکر ہے اور اس خط میں ان کو رسید نہ بھیجنے کا شکوہ ہے اس سے اگلے خط مورخہ ۶ جنوری ۱۹۴۷ء میں بھی ذکر آیا ہے۔ اس طرح اس خط کو ۱۱۔ دسمبر ۱۹۴۶ء کا مانا جاسکتا ہے۔

خط:۳۱

لے ریڈیو اسٹیشن پشاور سے لکھے ہوئے اس خط پر درج ۱۱۔ اپریل کی تاریخ سے اس کے سال تحریر کا تعین بھی کیا جاسکتا ہے کہ نومبر ۱۹۴۶ء سے مارچ ۱۹۴۸ء تک وہ پشاور ریڈیو سے وابستہ رہے تو درمیان میں اپریل صرف ۱۹۴۷ء میں آتا ہے۔

خط:۳۲

لے اس سے پچھلے خط مکتوبہ ۲۱۔ اپریل ۴۷ء میں ''نقوش لطیف'' کی قلم کار خواتین کو کتاب بھجوانے کے لیے ان کے پتے محمد طفیل کو بھیجنے کا ذکر ہے اور مئی کے آخری ہفتے تک کتاب کے چھپ جانے کی توقع۔ اس کے بعد (قیام پاکستان) فسادات کی وجہ سے مزید تاخیر ہو گئی تو اس سے اگلے خط مورخہ ۵۔ جولائی ۴۷ء میں پتے بھیج چکنے یا بھیجنے کا ذکر نہیں لیکن ''نقوش لطیف'' فوراً خواتین کو بھجوانے اور مارکیٹ میں لانے کا ذکر ہے گویا اس سے پہلے پتوں والا رقعہ تحریر کیا گیا ہے۔

خط:۳۶

لے اس خط کے متن کے پیش نظر محمد طفیل نے اصل خط کے دوسرے صفحے کے آخر میں مندرجہ ذیل نکات اپنے قلم سے سے لکھے تاکہ قاسمی صاحب کو جواب لکھیں۔

۱۔ جب آپ لڑے تھے تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ آپ کی آئندہ کوئی کتاب نہ چھاپوں گا۔

۲۔ اس رسالے سے میرے ادارے کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ جن کے مضامین میں چھپوانا چاہتا ہوں۔ ان کے مضامین آپ کے نزدیک کچھ اہمیت نہیں رکھتے، میں نیاز اور جگر صاحب کی خوشامدیں کرتا ہوں، تو ہاجرہ یہ کہتی ہے کہ اگر معیار کے مطابق ہوں تو چھپیں گے۔

۴۔ ایسی باتیں کہنا، جسے میں منظور تو کرتا ہوں، لیکن دل نہیں چاہتا، مثلاً ہاجرہ کا نام اوپر کر دو، اور میرا نیچے ____ آخر کیوں؟

۵۔ ابھی تک ہاجرہ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے، ہر بار استفہامیہ رنگ میں گفتگو ہوتی ہے۔

۶۔ آپ کے راستے میں نقوش ایک روڑا ہے، اگر یہ نہ ہو تو آپ کی بڑی مشکلات کم ہو جائیں گی، اس لیے جس کی وجہ سے مشکلات ہوں، اس کا پھل بھی آپ کو ملنا چاہیے۔''

خط:۳۹

لے یہ خط ۱۹۴۹ء کا وسط کا ہوسکتا ہے۔ مارچ ۱۹۴۹ء میں محمد طفیل اور خدیجہ مستور کی ادارت میں کراچی سے دو ماہی ''روح ادب'' جاری ہوا۔ یہ فوری جواب طلب رقعہ اسی سلسلے کا ہوسکتا ہے۔ اس سے اگلے خط میں بھی قاسمی صاحب

نے ذکر کیا۔ دوسری شہادت یہ کہ جناب جاوید طفیل کے مطابق ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں جب ''ترقی پسند تحریک'' زیادہ متحرک تھی تو خالص مذہبی ماحول کے پروردہ کاتبوں نے ''ترقی پسند مصنفین'' کی تحریروں کی کتابت سے انکار کر دیا تھا۔ ادھر نقوش سے ترقی پسند قاسمی صاحب وابستہ ہیں تو ادھر چودھری نذیر احمد کا رسالہ ''سویرا'' بھی مکمل ترقی پسند تھا۔ یہ اس سلسلے کی اور اسی زمانے کی قرارداد وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایک تیسری شہادت بقول جناب جاید طفیل صاحب کہ جب ایبک روڈ پر ''ادارۂ فروغ اردو'' کا قیام عمل میں آیا تو انار کلی میں قریب ہی ممتاز ہوٹل تھا جہاں کچھ عرصہ ادیبوں کی خوب محفلیں جمتی رہیں۔ قاسمی صاحب کے افسانوں کا مجموعہ ''در و دیوار'' ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا۔ یقیناً اسی کا اس خط میں ذکر ہے۔

خط: ۴۰

لے اس خط کے ۱۹۴۹ء کے ہونے کے شواہد یہ ہیں۔

۱۔ اس کے مفہوم سے پتا چلتا ہے کہ قاسمی صاحب کے ''نقوش'' کے زمانہ ادارت کا ہے۔

۲۔ روسی وفد ۱۹۴۹ء میں لاہور آیا تھا۔

۳۔ ۱۹۴۸ء کے وسط میں منٹو کا ''کھول دو'' چھپنے پر پابندی لگی جو چھ ماہ بعد اٹھائی گئی۔ اس خط کہ آخری جملے ''پابندی اٹھنے کے بعد انھیں ''نقوش'' کا ایک نمبر بھی نہیں ملا۔ گویا اوئل ۱۹۴۹ء میں پابندی اٹھنے کے بعد ایک سے زیادہ نمبر شائع ہوئے۔

خط: ۴۱

لے اس خط کے سال تحریر کا تعین ''روح ادب'' سے کیا جا سکتا ہے یہ ایک دو ماہی رسالہ تھا جس میں منتخب مطبوعہ تحریروں کو شامل کیا جاتا تھا۔ محمود عالم قریشی کے مطابق ''روح ادب کا پہلا شمارہ مارچ ۱۹۴۹ء میں شائع ہو گیا۔۔۔ادارت طفیل نے خود سنبھالی اور اپنے ساتھ خدیجہ مستور کو یوں شریک کیا جیسے اصل مدیرہ وہی ہوں۔'' (نقوش، محمد طفیل نمبر، جلد ۲، ص: ۱۲۶۵) چوں کہ تین شماروں کے بعد ''روح ادب'' بند ہو گیا تھا لہٰذا اس خط میں اسے دوبارہ جاری کرنے کی تحریک دے رہے ہیں۔ تو یقیناً یہ خط اس سال ۶ر نومبر ۱۹۴۹ء کا ہو سکتا ہے۔

ہے ''فسانہ خواں'' کے نام ایک اشاعتی ادارہ قاسمی صاحب نے شروع کرنے کا سوچا۔ محمد طفیل کے نام جنوری اور فروری ۱۹۴۸ء کے خطوں میں اس کا ذکر ہے۔ ان خطوط کے مطابق قاسمی صاحب نے محمد طفیل کو اس کاروبار میں شرکت پر راضی کر لیا تھا۔

خط: ۴۲

لے یہ اور اس سے اگلا خط ۱۹۵۱ء کے زمانے ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بھی اگلے خط مرقومہ ۶، نومبر ۱۹۵۱ء کو بھی ملا کر پڑھیں تو یہ وہی زمانہ بنتا ہے جب قاسمی صاحب لاہور میں ہیں اور کوئی باقاعدہ ملازمت نہیں اور فلمی دنیا کا چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔

خط:۴۵

ا ۱۹۵۰ء میں ''نقوش'' کی ادارت سے علیحدگی کے فوری بعد کچھ عرصہ قاسمی صاحب کی کسی باقاعدہ ملازمت یا معقول آمدنی کا حوالہ نہیں ملتا۔ پچھلا خط جو ۶ رنومبر ۱۹۵۱ء کا ہے اُس میں بھی فلم والوں کا رویہ واضح ہے۔ قاسمی صاحب نے ۱۹۵۲ء روزنامہ ''امروز'' (لاہور) میں کالم ''حرف و حکایت'' لکھنا شروع کیا گویا کچھ وابستگی ہوئی۔ پھر ۱۹۵۳ء میں باقاعدہ ایڈیٹر ''امروز'' مقرر ہوئے تو معقول آمدنی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس خط میں ''امروز'' سے کچھ پیسے ملنے کا جس انداز سے ذکر ہے اس سے لگتا ہے کہ اُن کو کالم لکھنے کا کچھ معاوضہ ملا ہے ابھی باقاعدہ بحیثیت مدیر وابستہ نہیں ہوئے۔ لہٰذا اس خط کو ۱۹۵۲ء کا ہونا چاہیے۔

خط:۴۶

ا پچھلے خط کے متن اور حاشیے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ''نقوش'' سے علیحدگی کے دو برس بعد ڈاک کی ترسیل محمد طفیل کے توسط سے رہی ۱۹۵۲ء کا کوئی ایسا خط نہیں جس میں ڈاک کی ترسیل کا ذکر ہو۔ اس کے علاوہ اس خط کا آخری جملہ نمبر کل مل گیا۔ تہنیت خط کی تاریخ تحریر ستمبر ۱۹۵۲ء کا تعین کرتا ہے۔ کیوں کہ محمد طفیل کی ادارت میں ''نقوش'' کے پہلے چار عام شمارے تھے۔ پہلی بار خاص شمار جو افسانہ نمبر ہے ستمبر ۱۹۵۲ میں شائع ہوا یہاں اسی نمبر پر مبارک باد دی گئی ہے۔

خط:۴۷

ا یہ اور اس سے اگلا خط چند دنوں کے فرق سے لکھے گئے ہیں منٹو کی وفات کے بعد ''نقوش'' کے منٹو نمبر کے لیے مضمون یا خط پیش کرنے کا کہا گیا ہے۔ منٹو ۱۸ رجنوری ۱۹۵۵ء میں فوت ہوئے۔ جنوری ۱۹۵۵ء میں ''نقوش'' کا شمارہ نمبر ۴۷۔۴۸ (شخصیات نمبر حصہ اول) شائع ہوا۔ اس کے بعد منٹو نمبر شمارہ ۴۹۔۵۰ کے طور پر شائع ہوا جس پر مہینہ درج نہیں۔ چوں کہ اس سے اگلا شمارہ عام ۵۱۔۵۲ جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ اس لیے منٹو نمبر کو مئی ۱۹۵۵ء کی اشاعت مانا جائے (جی سی یونیورسٹی کے ذخیرۂ نقوش میں موجود ہاجرہ مسرور کے ایک غیر مطبوعہ خط بنام محمد طفیل مورخہ ۱۲ رمئی ۵۵ء سے پتا چلتا ہے کہ نقوش کا منٹو نمبر چھپ گیا ہے) تو قاسمی صاحب کے ان دونوں خطوں کی تاریخ مارچ سے اپریل کے درمیان بنتی ہے کیوں کہ ان کا مضمون ''منٹو چند یادیں اور چند خطوط'' اس منٹو نمبر میں شامل ہے۔

خط:۴۸

ا دیکھیے پچھلے خط کا حاشیہ۔

خط:۴۹

ا خط کے آخری جملے میں فیض احمد فیض کی رہائی کا ذکر ہے۔ ماہنامہ ''ادب لطیف'' کے فیض نمبر (۱۹۸۸ء) میں شمیم جہاں نے فیض کے سوانحی خاکہ کے تحت لکھا ہے: ''زندان نامہ'' کی بہت سی نظمیں انھوں نے منٹگمری سنٹرل جیل اور لاہور جیل میں قیام کے دوران لکھیں۔ مارچ ۱۹۵۳ء سے مارچ ۱۹۵۵ء تک لکھی ہوئی نظمیں اس مجموعے میں شامل

ہیں۔سازش کیس کے سلسلے میں قید سے فیض ۲۰۔اپریل ۱۹۵۵ء کو رہا ہوئے"۔

خط:۵۰

۱ پچھلے تینوں خطوں میں مختلف تین کتابوں کو چھاپنے کے بارے میں قاسمی صاحب پوچھ رہے ہیں (اور وہ خط منٹو نمبر کی اشاعت مئی ۱۹۵۵ء سے پہلے کے ہیں۔) اس خط کے مطابق ایک کتاب ان کی اپنی ہے اور دو غالباً خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کی ہوسکتی ہیں۔اس خط میں ان میں سے اپنی کتاب "بازار حیات" کا معاوضہ طلب کر رہے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں چھپی لہٰذا یہ خط جون یا جولائی ۱۹۵۵ء کی کسی تاریخ کا ہوسکتا ہے۔پچھلے خطوں میں معاوضے کا تقاضا ہے اس میں "برداشت" کا ذکر ہے۔

خط:۵۱

۱ اس سے پچھلے خط میں جن "دوسرے دونوں مجموعوں" کو چھاپنے کا پوچھا ہے اور جواب میں "تاخیر کئی لحاظ سے نا قابل برداشت" قرار دی گئی ہے۔اس خط کے پہلے جملے میں اسی "برداشت" کا ذکر ہے اور پھر ان دونوں کتابوں کو نہ چھاپنے پر شکایت اور اپنی کتاب "بازار حیات" (۱۹۵۵ء) کا معاوضہ طلب کیا ہے۔

خط:۵۲

۱ اس خط میں قاسمی صاحب نے اپنی جن تین کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے آخری "بازار حیات" ۱۹۵۵ء میں چھپی تھی۔

خط:۵۳

۱ اس خط پر سال درج نہیں لیکن یہ روزنامہ "امروز" کے لیٹر پیڈ پر ہے گویا سال ۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۹ء کے درمیان کہیں ہے۔خط پر ۲۰۔اکتوبر کے اندراج کے پیش نظر ہاجرہ مسرور کے جس افسانے کا ذکر ہے نقوش میں اسے تلاش کریں تو قاسمی صاحب کے "امروز" کے زمانہ ادارت کے درمیان صرف "نقوش" کا افسانہ نمبر دسمبر ۱۹۵۵ء ہی ایسا ہے جس میں ہاجرہ مسرور کا افسانہ "بھالو" شائع ہوا۔سو اس خط کا سال تحریر ۱۹۵۵ء بنتا ہے۔

خط:۵۵

۱ اس خط میں نقوش پریس کا ذکر ہے۔محمد طفیل لکھتے ہیں: "۱۹۵۷ء سے پہلے ہمارا پریس نہ تھا" (نقوش، محمد طفیل نمبر، جلد اوّل، ص:۱۷۴) محمود عالم قریشی لکھتے ہیں کہ محمد طفیل "نے ۱۹۵۷ء کے وسط میں کراچی سے ۔۔۔ تین لیتھو مشینیں خرید کر نقوش پریس کی ابتدا کر دی (نقوش، محمد طفیل نمبر، جلد دوم، ص:۱۲۷۶) اس زمانے میں محمد طفیل کی تین جگہ مصروفیات تھیں جن کا ذکر ان کے صاحبزادے جناب جاوید طفیل صاحب نے بھی کیا ہے۔اور قاسمی صاحب کے خطوط میں بھی ہے۔ایبک روڈ پر "ادارۂ فروغ اردو" اس کی ایک شاخ مال روڈ پر تھی اور پھر اردو بازار میں نقوش پریس آغاز میں تیاری کے باعث پریس اکثر بند بھی رہتا تھا۔اس خط کا سال تحریر ۱۹۵۸ء ہونے کا دوسرا حوالہ وہ "عظیم دکھ" جس کا قاسمی صاحب نے ذکر کیا ہے وہ محمد طفیل کی والدہ کا انتقال ہے۔محمود عالم قریشی لکھتے ہیں۔ "۱۹۵۸ء میں اُن کے (محمد طفیل) کی والدہ بیمار ہوئیں اور ۔۔۔ چند دن بیمار رہ کر ۵ جولائی کو اپنے خالق حقیقی سے

جاملیں‘‘(ایضاً،ص:۱۲۷۸)

خط:۵۸

۱؎ یہ خط شکوے سے پُر ہے۔احمد ندیم قاسمی نے ’’نقوش کے طنز و مزاح نمبر‘‘ پر ریویو کیا جو محمد طفیل کو ناگوار گزرا۔انھوں نے ۱۹۔فروری ۱۹۵۹ء کو ایک طویل خط لکھا جس کے جواب میں اگلے دن قاسمی صاحب نے یہ خط لکھا۔محمد طفیل کا مذکورہ خط ’’نقوش‘‘ کے محمد طفیل نمبر جلد اوّل کے صفحہ ۸۳۸۔۸۳۹ میں شامل ہے۔دونوں خط اکٹھے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

خط:۶۰

۱؎ یہ خط اور اس سے اگلے دونوں خط قریب قریب تاریخوں کے اور ایک ہی تسلسل میں ہیں۔تیسرے پر ۱۱۔نومبر کی تاریخ درج ہے تیسرے خط تک ایک افسانہ، ایک غزل اور ایک نظم ’’نقوش‘‘ کے لیے پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔ ’’نقوش‘‘ کے مختلف برسوں کے نومبر یا دسمبر کے شماروں میں قاسمی صاحب کی تحریریں موجود ہیں کسی میں نظم، کسی میں افسانہ اور کسی میں غزل لیکن دسمبر ۱۹۵۹ء کا خاص نمبر واحد ہے جس میں قاسمی صاحب کی ایک نظم ’’بارش‘‘، ایک غزل ’’کچھ دل سے نگاہ بدگماں ہے‘‘ اور ایک افسانہ ’’ھذا من فضل ربی‘‘ شامل ہیں۔اس کے علاوہ دسمبر کے کسی شمارے میں اکٹھی تین تحریریں شامل نہیں افسانے کے موضوع پر ایک مذاکرے کے سوالات کے جوابات نہ دینے پر معذرت ہے یہ ’’سمپوزیم‘‘ بھی اسی دسمبر ۱۹۵۹ء کے شمارے میں ہے اور قاسمی صاحب اس میں شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ تینوں خط اکتوبر اور نومبر ۱۹۵۹ء کے تحریر کردہ ہو سکتے ہیں۔

خط:۶۱

۱؎ دیکھئے پچھلے خط کا حوالہ نمبر ۵۶۔

خط:۶۲

۱؎ دیکھئے پچھلے خط کا حوالہ نمبر ۵۶۔

خط:۶۳

۱؎ نقوش پریس ۱۹۵۷ء میں لگا۔اس کے شروع میں محمد طفیل، نقوش پریس پر اور ایبک روڈ ’’ادارۂ فروغ اردو‘‘ اور مال روڈ پر اسی ادارے کی ایک اور شاخ تین جگہوں متوجہ رہتے تھے۔اس سے طے ہوا کہ یہ خط ۵۷ء سے پہلے کا قطعاً نہیں ہے۔قاسمی صاحب نے اختر شیرانی کی صاحبزادی پروین اختر کے افسانے کا ذکر کیا ہے۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کے مطابق قاسمی صاحب سے پروین اختر کی خط کتابت ۱۹۵۹ء میں شروع ہوئی اس خط کی مئی ۱۹۶۰ء کی قیاسی تاریخ کی ایک قوی دلیل یہ ہے کہ اس میں قاسمی صاحب نے نقوش کے عام شمارے کے لیے ایک غزل دی ہے۔۵۹ء میں صرف ایک عام شمارہ مئی میں آیا جس میں ان کی دو غزلیں ہیں لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں دو عام شمارے جون اور اگست میں آئے تھے جن میں ایک ایک غزل ہے۔اس سے اگلے خط میں بھی ایک غزل پیش کرنے اور پروین اختر کے اس افسانے کا ذکر ہے۔اس طرح یہ خط مئی ۱۹۶۰ء کا اور اس سے اگلا خط

جولائی ۱۹۶۰ء کا ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ ان دونوں کے درمیان ''نقوش'' کا کوئی بھی شمارہ شائع نہیں ہوا۔

خط:۶۴

ا۔ اس تاریخ کے تعین کے سلسلے میں اس سے پچھلا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

خط:۶۶

ا۔ اس سے پچھلے یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کے خط میں قاسمی صاحب نے اپنا افسانہ ''بھرم'' نقوش'' کے لیے بھیجا ہے۔ ''نقوش'' کا یہ ''افسانہ نمبر'' ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا جس میں قاسمی صاحب کا افسانہ ''بھرم'' شامل ہے۔ پھر یہ کہ عصمت چغتائی کے اور اپنے جن دو افسانوں کے ''نقوش'' میں صفحہ نمبروں کی نشاندہی کی ہے اس میں بھی عصمت کی کہانی ''نیند'' صفحہ نمبر ۱۸ سے جس شمارے میں شروع ہوتی ہے وہ یہی نومبر ۱۹۶۰ء کا شمارہ ہے۔ لہٰذا یہ خط اوائل نومبر ۱۹۶۰ء کا ہے۔

خط:۶۹

ا۔ اس سے اگلے دو ایک خطوں میں بھی '' آنگن'' کی اشاعت پر زور ہے اور ۲۸ جولائی ۱۹۶۲ء کے خط میں '' آنگن'' چھپ گئی ہے۔ لہٰذا اس خط کا سال تحریر ۱۹۶۲ء ہی ہوگا۔

خط:۷۰

۹ا۔ یہ اور اس سے پہلے خط میں '' آنگن'' کی جلد کے لیے کاغذ خریدنے کی ذمہ داری محمد طفیل کو دے رہے ہیں۔ لیکن اگلے خط مرقومہ ۵ جولائی میں چوں کہ یہ کاغذ انھوں نے خود خریدا ہے لہٰذا اس خط کو مارچ اور جون ۱۹۶۲ء کے درمیان کی کسی کا تاریخ ہونا چاہیے۔ لیکن پچھلے خط کے ''دشت وفا'' کے تسلسل میں زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ خط مارچ ہی کا ہے۔

خط:۷۱

ا۔ اس خط پر ۵ جولائی کی تاریخ درج ہے۔ سال تحریر کا تعین بھی اسی خط سے ہو رہا ہے۔ ''منٹو کے خطوط'' جلد بندی کے مرحلے میں ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ '' آنگن'' کے چند دن تک بھیج دینے کا ذکر ہے۔ اگلے خطوں میں سے ۲۸ جولائی ۱۹۶۲ء کے خط میں '' آنگن'' مل جانے کی اطلاع ہے۔ لہٰذا اس خط کا سال تحریر ۱۹۶۲ء ہے۔

خط:۷۳

ا۔ یہ خط قاسمی صاحب کے اشاعتی ادارے ''کتاب نما'' کے لیٹر پیڈ پر ہے۔ اس سے پچھلے ۱۰۔ جولائی ۱۹۶۲ء کے خط میں کہا ہے کہ اگر پیڈ چھپ گئے ہوں تو وہ بھی بھجوا دیں'' دوسرا یہ کہ ان دونوں خطوں میں '' آنگن'' کی چھپائی کا ذکر ہے۔ تیسری بات یہ کہ مذکورہ پچھلے خط میں ''نقوش'' کی آئندہ اشاعت کے لیے نظم یا غزل بھیجنے کا پوچھا ہے اور اس خط میں غزل تیار ہے وہ کل حاضر کر دوں گا'' کہا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ''نقوش'' کے جولائی کے شمارے کے بعد صرف اکتوبر میں ایک عام نمبر شائع ہوا جس میں قاسمی صاحب کی غزل ''پھول ہیں گلشن میں کچھ خوابیدہ کچھ بیدار سے'' اور ایک نظم ''ہجر و وصال'' شامل ہے۔ سو اس سے پچھلا خط ۱۰۔ جولائی کا اور '' آنگن'' کے تقاضے کے

سلسلے کا اس سے اگلا خط ۲۶ر جولائی کا ہے۔ (کیوں کہ ۲۸ر جولائی والے خط میں ''آنگن'' مل گئی ہے) اس طرح اس خط کو وسط جولائی ۱۹۶۲ء کی کسی تاریخ کا ہونا چاہیے۔

فہرست اسناد محولہ:

۱۔ ساجد، ضیاء (مرتب: ۱۹۹۱ء)، ''مٹی کا سمندر''، مکتبہ القریش، لاہور۔

۲۔ سدید، انور، (مرتب: ۱۹۸۵ء)، ''وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام''، مکتبہ فکر و خیال، لاہور۔

۳۔ طفیل، محمد، (۱۹۸۶ء)، ''صاحب''، ادارۂ فروغ اردو''، لاہور۔

۴۔ طفیل، محمد، موجد، بشیر، (مرتب: ۱۹۷۶ء)، ''محمد نقوش''، کاروانِ ادب، ملتان۔

۵۔ عبداللہ، سید، (۱۹۹۶ء)، ''وجہی سے عبدالحق تک''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۶۔ قاسمی، احمد ندیم، (سن ندارد)، ''رم جھم''، مکتبہ کارواں، لاہور۔

۷۔ ایضاً، (۱۹۶۶ء)، ''آنچل''، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور۔

۸۔ ایضاً، (۱۹۶۲ء)، ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام''، پاکستان بکس، لاہور۔

۹۔ ایضاً، (۲۰۰۷ء)، ''میرے ہم قدم''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۰۔ معین الرحمٰن، سید، (مرتب: ۱۹۸۳ء)، ''محمد نقوش''، کاروانِ ادب، ملتان۔

☆رسائل و جرائد

۱۱۔ ادب لطیف (فیض نمبر) لاہور: ۱۹۸۸ء۔

۱۲۔ افکار (ندیم نمبر) شمارہ ۵۸۔۵۹، جنوری فروری ۱۹۷۵ء

۱۳۔ سہ ماہی، ادبیات، اسلام آباد: جلد ۱۷، شمارہ ۷۳، اکتوبر ۲۰۰۶ء۔

۱۴۔ عبارت (ندیم ایڈیشن) حیدر آباد: اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۵۔ مونتاج (ندیم ایڈیشن) لاہور: مئی تا اگست ۲۰۰۷ء۔

۱۶۔ نقوش (مکاتیب نمبر) لاہور: شمارہ نمبر ۶۶۔۶۵، ۱۹۵۷ء۔

۱۷۔ نقوش (مکاتیب نمبر جلد دوم) لاہور: شمارہ نمبر، نومبر ۱۹۵۸ء۔

۱۸۔ نقوش (خاص نمبر) لاہور: دسمبر ۱۹۵۹ء۔

۱۹۔ نقوش (عام شمارہ) لاہور: اکتوبر ۱۹۶۲ء۔

۲۰۔ نقوش (خطوط نمبر جلد سوم) لاہور: شمارہ نمبر، اپریل ۱۹۶۸۔

۲۱۔ نقوش (محمد طفیل نمبر جلد اوّل) لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۵، جولائی ۱۹۸۷ء۔

۲۲۔ نقوش (محمد طفیل نمبر جلد دوم) لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۵، جولائی ۱۹۸۷ء۔

☆غیر مطبوعہ حوالے

۲۳۔ خدیجہ مستور کے خطوط بنام محمد طفیل، مخزونہ ذخیرۂ نقوش، لاہور: جی سی یونیورسٹی۔

۲۴۔ رابعہ اختر، احمد ندیم قاسمی کے نسوانی کرداروں کا جائزہ (مقالہ برائے ایم۔اے اردو) لاہور: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء۔
۲۵۔ ہاجرہ مسرور کے خطوط بنام محمد طفیل، مخزونہ ذخیرۂ نقوش، لاہور: جی سی یونیورسٹی۔

ضمیمہ

(غیر مطبوعہ متفرق خطوط)

بنام صمد شاہین

(۱)

۳۱۔ ملک بلڈنگ
میوروڈ۔ لاہور
۱۸؍جنوری ۱۹۴۵ء

محترمی ومکرمی، سلام مسنون

گرامی نامہ بھی ملا اور ''نیا دور'' کے دونوں نمبر بھی۔ یاد آوری اور عنایت فرمائی کا بے حد ممنون ہوں اور اس لحاظ سے تو میں آپ کا پورا پورا شکریہ ادا بھی نہیں کرسکتا، کہ آپ نے ''نیا دور'' کے دو نمبر قبل ازیں بھی مجھے بھیجے، جو میری بدقسمتی اور ''مہربانوں'' کی کرم فرمائی سے مجھ تک نہ پہنچ سکے۔

''نیا دور'' کے دونوں نمبر دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے، کہ جنوبی ہند والے اگر ہمت باندھیں تو شمالی ہند کے بہترین رسائل کے پائے کے پرچے مرتب کر سکتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ اُردو کے مرکزوں سے اتنے دور افتادہ مقام پر بیٹھ کر آپ نے ایسے نمبر مرتب کیے، جو صوری و معنوی لحاظ سے بہترین ہیں اور جن کے مندرجات میں جدت اور بیداری کی ایک ایسی رو دوڑتی نظر آتی ہے، کہ لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ آپ کے انتخاب اور آپ کے اندازِ ترتیب کی داد دینی پڑتی ہے۔ اچھے رسائل کے موجودہ قحط میں ''نیا دور'' یقیناً ایک ایسی کامیاب کوشش ہے، جو اُردو صحافت کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔ مجھے ''نیا دور'' کا ایسا معاون سمجھیے، جو اس کے لیے لکھنے میں مسرت محسوس کرے گا، مجھے افسوس ہے کہ طویل علالت کے باعث میں پہلے دو شماروں میں شرکت نہ کرسکا۔

ایک تازہ نمبر غیر مطبوعہ نظم ارسالِ خدمت ہے قبول فرمایئے اور رسید سے مطلع کیجیے۔

میرے پاس کوئی تازہ فوٹو نہیں، انشا اللہ اگلے نمبر کے لیے ضرور بھجوا دوں گا۔ فی الحال قطعی طور پر مجبور ہوں، کیونکہ صاحب فراش ہوں، دفتر تک نہیں جاتا، اس لیے اشتہار بھی نظر سے نہیں گزرا۔ دعا فرمایئے، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔

ممتاز شیریں صاحبہ کا افسانہ میرے پاس ہی موجود تھا۔ حسب ارشاد واپس ارسال خدمت ہے، میری طرف سے انہیں سلام کہیے گا۔

میرے لائق کوئی خدمت؟ والسلام

آپ کا
احمد ندیم

(۲)

۳۱۔ملک بلڈنگ
میوروڈ۔لاہور
۲/مارچ ۱۹۴۵ء

محترمی ومکرمی، سلام مسنون

گرامی نامہ مل گیا تھا۔ انہیں دنوں علالت نے شدت اختیار کر لی، اس لیے فوری جواب سے معذور رہا۔ اب چند دنوں سے افاقہ ہے، دعا کا طالب ہوں۔

افسوس ہے کہ ممتاز شیریں صاحبہ کا افسانہ ''انگڑائی'' میں نہ پڑھ سکا۔ اوّل تو لکھنے پڑھنے کے ناقابل ہوں دوسرے ''ساقی'' میرے پاس نہیں آتا۔ ایڈیٹر صاحب ''ساقی'' مجھ سے کچھ بگڑے ہوئے ہیں۔ دفتر ادب لطیف سے وہ نمبر منگا کر ضرور پڑھوں گا۔ ویسے میرا یہ خیال تو ایک برس سے بزم احباب میں عام ہو چکا ہے، کہ اگر ممتاز شیریں باقاعدہ لکھتی رہیں اور اب ترجے کو قطعاً چھوڑ دیں، تو بہت بڑی افسانہ نگار ہو سکتی ہیں، ان کے قلم میں قوت ہے اور تحریر میں زندگی۔ اپنا فوٹو حسب فرمائش بھیج رہا ہوں۔

امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

بندۂ تسلیم

(۳)

انگہ، تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا (پنجاب)
۶/اگست ۱۹۴۵ء

برادرم، سلام مسنون

گرامی نامہ لاہور سے واپس ہو کر یہاں ملا، میں ۱۰ مئی سے یہاں اپنے گاؤں میں مقیم ہوں۔ ''ادب لطیف'' کے مقدمات میں منٹو صاحب اور میں بری کر دیے گئے تھے۔ فارغ ہوتے ہی میں اپنی خراب صحت کے مدِ نظر گاؤں کو بھاگا، یہاں بہت نمایاں افاقہ محسوس ہو رہا ہے۔ مگر ہنوز دماغی محنت کے ناقابل ہوں، اس لیے بالکل بیکار دن گزر رہے ہیں۔ دعا کیجئے کہ پوری صحت حاصل کر کے پھر علم وادب کی بساط بھر خدمت کے قابل ہو سکوں۔ آپ کی عنایت اور یاد فرمائی کا ممنون ہوں۔ اگر اس سے قبل مجھے آپ کا کوئی خط ملتا تو فوراً جواب عرض کرتا۔ افسوس ہے کہ ''ادب لطیف'' والے میرے خطوط (نہ جانے کیوں) مجھے واپس نہیں بھجواتے۔

''ادب لطیف'' کی ادارت سے نیز ''پھول'' اور ''تہذیب نسواں'' کی ادارت سے بھی میں جون میں دستبردار ہو گیا تھا، مگر ''ادب لطیف'' سے ابھی تک محض قلبی لگاؤ کے باعث گہرا تعلق ہے۔ ممتاز شیریں صاحبہ نہایت اچھا لکھتی ہیں، اگر وہ مجھے یہاں اپنا تازہ افسانہ بھجوا سکیں، تو میں افسانہ نمبر کے لیے اسے منتخب کر کے بھجوا دوں گا۔ اگر وہ ترجمہ بھیجیں تو مختصر اور اگر اوریجنل ہو تو اس پر کوئی پابندی نہیں، لیکن یہ افسانہ فوراً بھجوائیے گا۔

''نیا دور'' نمبر ۴ کا اپنے گاؤں کے پتہ پر شدید انتظار کروں گا۔ نمبر ۵ کے لیے اپنی بالکل تازہ نظم ارسال ہے، یہ میرے دور علالت کی یادگار ہے۔ کیا ہی اچھا ہوا گر آپ قارئین ''نیا دور'' کو بھی میرے لیے دعائے صحت میں شامل کر لیں۔ میں

یکم ستمبر ۴۴ء سے اس عذاب میں مبتلا ہوں شاید میرے پڑھنے والوں کی دعائیں بارگاہ ایزدی میں باریاب ہو سکیں۔
اگر انہیں دنوں کوئی افسانہ لکھ سکا، تو ''نیا دور'' کے لیے پیش کروں گا۔ مگر افسوس ہے کہ ابھی ہمت نہیں پڑتی۔
محترمہ ممتاز شیریں صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون۔

مخلص: احمد ندیم

(۴)

پی۔ او انگاہ، تحصیل خوشاب، ڈسٹرکٹ سرگودھا (پی بی)
۲۷ر اگست ۱۹۴۵ء

محترمی و مکرمی، تسلیم،

گرامی نامہ ملا۔ عنایت فرمائی کا ممنون ہوں۔ ''نیا دور'' نمبر ۴ کا آج تک انتظار کیا مگر مایوس ہو کر آپ کو پھر مطلع کر رہا ہوں کہ مجھے ہنوز یہ نمبر نہیں ملا اور اسے دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ امید ہے آپ پہلی فرصت میں اس طرف متوجہ ہوں گے۔

ایک افسانہ شروع کر رکھا ہے، انشاءاللہ حسب وعدہ ''نیا دور'' ہی کے لیے بھیجوں گا۔ منٹو صاحب اور مجھ پر ''ادب لطیف'' کے سالنامہ ۴۴ء کے سلسلے میں مقدمات چل رہے تھے۔ اس نمبر میں منٹو کا افسانہ ''بو'' شائع ہوا تھا، جسے فحش بھی قرار دیا گیا اور حکومت کے خلاف بھی، اس لیے ڈیفنس آف انڈیا رولز اور تعزیرات ہند کے ماتحت ایک برس تک مقدمات چلتے رہے اور آخر ۲ مئی کو فیصلہ صادر ہوا۔ مجھے اور منٹو صاحب کو بری کر دیا گیا اور چوہدری صاحبان یعنی مالکان ''ادب لطیف'' کو ساٹھ ساٹھ روپے جرمانہ ہوا۔

اب منٹو اور عصمت چغتائی پر فحاشی کے سلسلے میں مقدمات چل رہے ہیں اور اُن کی کتابیں ''دھواں'' اور ''چوٹیں'' ضبط کر لی گئی ہیں۔ نہ جانے ان مقدمات کا کیا بنا۔

یہ ہے ہماری ترقی پسندی کا انجام، اور اس پر مستزاد ہمارے ترقی پسند معاصرین کی غفلت کہ ڈیڑھ برس ہو گیا۔

کسی نے اظہارِ ہمدردی تک نہ کیا، نہ کوئی تحریک پیش ہوئی، نہ ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس نے کوئی اقدام کیا۔ ہم دونوں ادیب عدالتوں کی خاک چھانتے پھرے اور اُدھر بڑے شد و مد سے مضامین لکھے جاتے رہے، کہ نیا ادب عوام کا ادب ہے، اور ہم سب ادیب ایک رشتے میں پروئے ہوئے ہیں اور

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

ذروں کے دل چیرے جاتے رہے، مسلے جاتے رہے، لیکن ''خورشیدوں'' کے جلال و جبروت میں کوئی ننھی سی تبدیلی بھی نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم غلاموں میں گفتار کا بہت زور ہے، اور کردار صفر کے برابر ہے، ہمیں کسی سے گلا نہیں ہے، کیونکہ ہم دونوں کو کسی سے امید بھی تو نہیں رہی تھی۔

محترمہ ممتاز شیریں صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون۔
پرچہ جلد بھجوائیے گا، شکریہ۔ والسلام

آپ کا: احمد ندیم

بنام ممتاز شیریں

(۱)

انگہ، تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا (پنجاب)

۱۱/ مارچ ۴۶ء

خواہر محترمہ، سلام مسنون

آپ کا رجسٹرڈ گرامی نامہ ملا، بے حد شکریہ، میں نے اپنے سوالنامے کا نمبر وار جواب طلب کیا تھا، لیکن آپ کے علاوہ محترمہ عصمت صاحبہ، سرلا دیوی صاحبہ، نیز ایک اور خاتون نے بھی جواب ''مضمون'' کی صورت میں بھیجا، اول اول میں فکر مند ہوا تھا، مگر بعد میں مسرور رہوا، کہ یہ چاروں مضامین مقالوں کی صورت میں شامل کتاب کئے جا سکتے ہیں، آپ کا مضمون نہایت عمدہ ہے، اور آپ نے حسب معمول نہایت متوازن نقادانہ بصیرت سے ترقی پسند ادب پر خیال آرائی فرمائی ہے،

تصویر کا مزید شکریہ، اس کا بلاک بنوا کر واپس بھجوا دوں گا، بے فکر رہیں، ''نیا دور'' والی تصویر کا بلاک منگوا لیتا مگر تاخیر سے ڈرتا ہوں، اور آپ کی تکلیف سے بھی، نیز دونوں تصویریں صاف اور اچھی ہیں۔

آپ سے تاخیر ضرور ہوئی، لیکن مجھے قطعی کوئی شکوہ نہیں، اس لیے کہ مجھے آپ کے تعاون کا یقین تھا، اور میں جانتا تھا کہ مطلوبہ اشیاء کی ترسیل میں ''انکار'' مدّ اہم نہیں، صرف کوئی ناگزیر مجبوری ہے۔

آپ نے ایک خط میں لکھا تھا، کہ ''ایک اور بات پوچھنی تھی، لیکن آپ آج کل بہت مصروف ہوں گے''—— مجھے ضرور یہ بات لکھیے، میں قطعی مصروف نہیں ہوں، پنجاب کے گورنر اور مسلمان وزیر اعظم نے مسلم کشی کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے، اور ہم مسلم لیگیوں کی ساری کوششیں ۔۔۔۔ خاک ہو چکی ہیں، اس لیے ان دنوں مصروف نہیں ہوں، البتہ مضمحل ضرور ہوں، میں آپ کے استفسار کا منتظر رہوں گا۔

آپ کی توجہ فرمائی کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

برادرم شاہین صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔

مخلص: ندیم

(۳)

ریڈیو پاکستان، پشاور

۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء

عزیز بہن، سلام مسنون

بہت دنوں کے بعد آپ کا گرامی نامہ ملا، بہت خوشی ہوئی، آپ تو بالکل خاموش ہو گئی تھیں، اور بھائی شاہین صاحب نے بھی مجھے خط نہ لکھنے کی شاید قسم کھالی ہے، مجھے ان سے شکایت ہے۔

میں ۴ نومبر سے ۱۰ نومبر تک لاہور میں مقیم رہا، بہن ہاجرہ مسرور اپنے سارے خاندان کو ساتھ لے کر یہاں پہنچ چکی ہیں، ان کے پاس ٹھہرا، اور انہیں کے پاس ''نیا دور'' کا تازہ نمبر دیکھا، یہاں آ کر اپنی ڈاک میں ''نیا دور'' کی ناکام تلاش کی، اور آخر ہفتہ ہوا، نیا دور کراچی سے ملا، بھائی شاہین نے پیکٹ کے کونے میں ایڈریس درج کر دیا تھا، اور مجھے نظمیں، پیش کرنا تھیں،

سوفوراً ایک مفصل نوٹ لکھ کر اور نظمیں (دس نظمیں) منتخب کر کے اسی پتے پر بھجوا دیں، شکر ہے کہ پتہ درست تھا، اب خدا کرے وہ نظمیں انہیں مل جائیں۔

عزیز بہن، کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی کراچی آ جاؤں، اور وہاں میں اور ہاجرہ بہن نیز خدیجہ بہن مل کر ایک پبلیشنگ ادارہ اور ایک رسالہ جاری کریں، تو کیا ہم کامیاب ہو جائیں گے، آپ کی امداد تو بہر حال ہمارے شامل حال ہوگی، آپ کو علم ہو گا کہ خدیجہ اور ہاجرہ بہن بالکل میری ماں جائی بہنوں کی طرح ہیں، اور میں اس مصیبت کے وقت بہن ہاجرہ کی بھر پور امداد کرنا چاہتا ہوں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ''نیا دور'' کے ادارے میں انہیں بھی اچھی سی تنخواہ پر شامل کر لیا جائے، بہر کیف آپ اس ضمن میں مشورہ دیجئے۔

''سویرا'' سے میں دو تین دنوں میں الگ ہونے کا اعلان کر دوں گا، چوہدری نذیر صاحب نے مجھ سے اچھا برتاؤ نہیں کیا، اور میرے احسانات کی کوئی قدر نہیں کی، میں نے نہایت مصیبت کے عالم میں اس کی امداد کی اور دنیا جہان کو اپنا مخالف بنا لیا، بہر کیف، اب ''سویرا'' سے میرا کوئی تعلق نہیں رہے گا، انہوں نے میری بے خبری میں ساحر لدھیانوی صاحب کو ایڈیٹر مقرر کر لیا، ساحر صاحب میرے عزیز ہیں، مگر آخر مجھ سے اجازت تو لینا چاہیے تھی، آپ کا مضمون آپ کو میری بے خبری میں واپس ملا، میرے خیال میں یہ اس لیے واپس کیا گیا ہے، کہ ایڈیٹر ''سویرا'' کیمونسٹ خیالات کے ہیں اور بہن قراۃ العین کے بارے کیمونسٹوں کے خیال کچھ اچھے نہیں۔ آپ جانتی ہی ہیں۔

میں کراچی نہیں جا سکا، اب جو موقع آیا، فوراً جاؤں گا، محض صمد بھائی سے ملاقات کے لیے۔

یہ سن کر کتنا خوش ہوا کہ آپ مستقل طور پر کراچی منتقل ہو رہے ہیں، اور یہ پڑھ کر اور مسرت ہوئی کہ بھائی شاہین کراچی کے کالجوں میں کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو آرام و آسائش سے رکھے، میرے لائق کوئی سی خدمت ہو تو فوراً یاد کیا کریں، میں آپ کی کوئی خدمت انجام دے کر اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کروں گا۔

ان دنوں دماغ پر جمود طاری ہے، کچھ نہیں لکھا، ایک تازہ نظم کہی تھی وہ ''نیا دور'' کے لیے بھیج دی ہے، ''نقوش لطیف'' چھپ گئی ہے، بھائی شاہین کے نام بھجوا رہا ہوں۔ والسلام

آپ کا بھائی: ندیم

(۴)

ریڈیو پاکستان۔ پشاور

۱۰۔ جنوری ۴۸ء

عزیز بہن، سلام مسنون

رسالے اور ایڈیٹروں کے نام دیکھ کر آپ حیران بھی ہوں گی اور مسرور بھی، مگر حیران کم ہوں گی اور مسرور زیادہ، ''نقوش'' میرا ذاتی رسالہ ہے، ایک دوست کی مدد سے جاری کر رہا ہوں، عزیز بہن ہاجرہ مستقل طور پر لاہور آ گئی ہیں، ہم بہن بھائی مل کر اسے مرتب کریں گے اور اسے اس معیار پر لے جائیں گے جو آپ ایسے خوش ذوق لکھنے والوں کے ہمیشہ مد نظر آئے۔

''سویرا'' سے الگ ہو رہا ہوں، چودھری صاحب کا برتاؤ اچھا نہ تھا، بھائی شاہین صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کا مقالہ واپس کیا گیا، اور کہیں کھو بھی گیا، شاید واپس کیا ہی نہ گیا ہو، کیا کہا جا سکتا ہے، بہر کیف اب وہ مقالہ یا کوئی اور مقالہ

اور ایک تازہ افسانہ۔ یہ دو چیزیں آج ہی۔ پہلی فرصت میں مجھے روانہ فرمایئے، کیونکہ نقوش کا پہلا نمبر وسط فروری میں پیش کر دینے کا ارادہ ہے، آپ کو یوں لکھ رہا ہوں جیسے گھر کا معاملہ ہے، اور جیسے ''نقوش'' کی ترتیب کی آپ ذمہ دار ہیں، اس اپنائیت کے لہجے کو۔ ہو سکے تو۔ محسوس فرمایئے گا۔

میں ہر ڈاک سے آپ کے مقالے اور افسانے کا انتظار کر رہا ہوں، میں مایوس ہونے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں، کوئی عذر کام نہیں دے گا، بس!

بھائی شاہین نے مفصل حالات سے مطلع فرمایا ہے، اللہ کرے باغات اور جاگیر کا کوئی سودا ہو جائے اور آپ جلد کراچی آسکیں، آپ کی آمد پر ہم بہن بھائی کراچی ضرور حاضر ہوں گے، محض آپ دونوں سے ملنے کے لیے، مقالے اور افسانے کے ہمراہ اس سوال کا مختصر یا مفصل جواب بھی لکھیے گا کہ ''آپ'' کے خیال میں اردو کے مستقبل کو کس طرح نکھارا جا سکتا ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے، اور اب انتظار، ذرا جلدی کیجیے۔

آپ کا بھائی

احمد ندیم

ریڈیو پاکستان پشاور

(۵)

نقوش لاہور

۱۲راگست ۱۹۴۸ء

عزیز بہن، سلام مسنون

آج ہاجرہ بہن کے نام آپ کا خط ملا، وہ افسانہ نقل کرنے میں بری طرح مصروف ہیں، اس لیے جواب میں عرض کر رہا ہوں، اور ویسے بھی میں نے ایک مدت سے آپ کو خط نہیں لکھا، اس لیے خود بھی لکھنا چاہتا تھا۔

ہاجرہ کا افسانہ پرسوں یا شاید کل ہی یہاں سے پوسٹ کر دیا جائے گا، مجھے تو یہ افسانہ اس قدر پسند آیا ہے کہ ایک بار اسے ''نقوش'' میں شائع کرنے کی ہوس میں آپ کا حق غصب کرنے کے بارے میں سوچا، مگر شرمندہ ہو کر رک گیا، اور پھر ہاجرہ بہن بھی تو بار بار اس خیال کا اظہار کرتی تھیں، کہ آپ کو افسانے کا کس قدر انتظار ہوگا، وہ سخت علیل ہو گئی ہیں ورنہ اب تک کہانی آپ کو مل چکی ہوتی، بورژوا طبقے کی ''مہاجر نوازی کی'' پر بے پناہ طنز ہے۔

میں نے اب تک کوئی کہانی نہیں لکھی، اور نہ کوئی تازہ نظم کہی ہے، شادی، خاص نمبر کی ترتیب اور ہاجرہ کی بیماری، ان چیزوں نے چکرائے رکھا، شرمندہ ہوں، کہ آپ ایسے محبوب کرم فرماؤں کی خدمت سے اب کے قاصر رہا عفو خواہ ہوں۔

۱۴۔۱۵ کا انتظار ہے خاص کر خدیجہ بہن کو، کیونکہ ان کی کتاب کی اشاعت محض اس افسانے کے لیے، مہینوں سے ملتوی ہے، اور ان کے پاس اس کی نقل نہیں، آج آپ کے مرسلہ اشتہار میں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ خدیجہ کا افسانہ ناہید عالم کے بعد درج کیا گیا ہے، نہ جانے یہ کیا اتفاق ہوا، پیش پس کا گلہ بے معنی ہوتا ہے، ایک حد تک، مگر جب اس اصول سے کوئی ایڈیٹر دامن نہیں بچا سکتا تو گلہ کرنا ہی پڑتا ہے، ادبی تنقید میں جتنی حق تلفی ان دو ذہین بہنوں کی ہوئی ہے، وہ آپ سے پوشیدہ نہیں، اس

لیے کہ آپ نے ان کے افسانوں کے بارے میں ہمیشہ صحیح تنقید فرمائی، سنجیدہ افسانہ نویسی میں خدیجہ کا درجہ کافی بلند ہے، اور میں نے خدیجہ ہی سے سنا تھا کہ آپ نے اس افسانے کی بے انتہا تعریف کی تھی، بہرکیف یہ ایک برادرانہ شکایت تھی، جس کے مخاطب آپ اور شاہین بھائی ہیں، اور بس، خدیجہ ان دنوں مری میں ہیں، کل تک شاید آجائیں۔

''یا خدا'' کل پڑھی، قدرت اللہ شہاب کی میں نے بہت کم چیزیں پڑھی ہیں، اس کتاب کی تعریف سن کر اسے فوراً پڑھا، مگر شہاب صاحب کی زبان سے اس قدر مایوسی ہوئی کہ بوکھلا سا گیا، پھر آپ کا دیباچہ پڑھا، معاف کیجئے گا، آپ نے اب کے بے انتہا مبالغے سے کام لیا ہے، ایک درمیانے درجے کی کہانی کو ''ان داتا'' کے ہم پلہ قرار دینا آپ ایسی صاحب بصیرت ادیبہ کے معاملے میں حیران کن ہے، اور پھر ''ہیروشیما'' کو بھی تو آپ ''ان داتا'' ایسا عظیم افسانہ قرار دے چکی ہیں، اس کا ذکر تک نہیں، ہاجرہ نے خدیجہ نے عزیز احمد نے اور میں نے تو فسادات پر کہانیاں لکھی ہیں، جن کا اچھا بر اذکر دیباچے میں آسکتا تھا، جب کہ ہر کہ و مہ کا ذکر آ گیا۔

اب کے آپ مجھے بہت پست سا انسان تصور کر رہی ہوں گی، لیکن میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ باتیں کسی اور سے سر زد ہوتیں تو میں نوٹس تک نہ لیتا، آپ دونوں سے قلبی تعلق ہے، اس لئے شکایت کی اور پرزور شکایت کی۔

''نقوش'' کا جشن آزادی نمبر (نمبر۴) پرسوں پریس میں گیا ہے، اب اگر ہم آپ کا یہ اشتہار نمبر ۵ میں بھجوائیں، تو شاید بعد از وقت ہو، اس لیے آپ فسادات نمبر کا اشتہار بنا کر فوراً بھجوایئے، تا کہ نمبر ۵ کے لیے لکھوالوں، اور اگر جب تک اس نمبر کا اشتہار ہی چھپنا مناسب ہے تو بھی لکھئے، نقوش میں نیا دور کا اشتہار دے کر مجھے دلی مسرت ہوگی، خاص نمبر کا اشتہار فسادات نمبر کے لیے ضرور بھجواتا، لیکن خاص نمبر ۲۰۔۲۲ تک شائع ہو جائے گا، اور فسادات نمبر کے شائع ہونے میں شاید دیر لگ جائے، جب تک ہمارا پرچہ انشاء اللہ بک جائے گا، اس لیے یہ لکھئے کہ فسادات نمبر زیادہ سے زیادہ کب تک شائع ہوگا۔

بھائی شاہین صاحب سلام محبت، ہاجرہ بہن آپ کو اور بھائی کو سلام بھجواتی ہیں، نقوش کے آئندہ نمبر کے لیے آپ کے مقالے یا افسانے کا انتظار رہے گا۔

آپ کا بھائی

احمد ندیم قاسمی

بنام حکیم حبیب اشعر دہلوی

(۱)

لاہور

۹؍فروری ۱۹۴۵ء

پیارے اور محترم بھائی، السلام علیکم

کل میں گاؤں جا رہا ہوں، محض اس لیے کہ شاید آب و ہوا کی تبدیلی اور والدہ کی شفقت بھری تھپکیوں سے اچھا ہو جاؤں، انشا اللہ تعالیٰ یکم مارچ تک واپس آجاؤں گا۔

حامل رقعہ محمد طفیل صاحب ناشر ہونے کے علاوہ میرے نہایت عزیز دوست ہیں ''دھڑکنیں'' کا تیسرا ایڈیشن ۲سو

قطعات کے اضافے کے ساتھ ''رم جھم'' کے نام سے میں نے انہیں چھاپنے کے لیے دیا ہے۔ چونکہ میں اب گاؤں جا رہا ہوں اور لاہور بھر میں آپ کے سوا مجھے اور کوئی صاحب نظر نہیں آتے، جو برادرانہ ہمدردی اور بے لوث خلوص سے اس کتاب کی کاپیاں اور پروف دیکھیں۔ اس لیے آپ کو یہ تکلیف دے رہا ہوں۔ مجھے اپنے قطعات بے حد عزیز ہیں۔ اس لیے تمنا ہے کہ ان میں کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ آپ نہایت تیزی سے انہیں پڑھ لیں گے اور مجھے یہ بھی یقین ہے، کہ اس تیزی کے باوجود آپ اغلاط چن لیں گے۔ ازراہ کرم میری استدعا کو شرف پذیرائی بخشیں اور ممنون فرمائیں۔

آپ کا مجموعہ میرے آنے تک مکمل ہی گا، آپ نے جو تجویز پیش کی تھی، وہ میرے لیے اس قدر عزت کا باعث ہے، کہ اگر میں خود مصنف نہ ہوتا، تو بھی یہی سعادت میری ناموری کے لیے کافی تھی، سو واپسی پر اس کے بارے میں باتیں ہوں گی۔

ایک اور بات۔ ''رم جھم'' کے بارے میں کسی سے ذکر نہ کریں،، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس کی اشاعت سے پہلے کسی ادیب یا ناشر کو اس کا علم ہو۔

میری صحت کے لیے دعا فرمایئے گا اور میری گستاخی معاف فرمایئے گا۔ والسلام

آپ کا بھائی

احمد ندیم

(۲)

۲۲ر ستمبر ۱۹۵۳ء

برادرِ عزیز۔ سلام محبت۔

ایک مدت کے بعد آپ کا خط ملا۔ اس تمام عرصے میں مجھے آپ کے پتے کی تلاش رہی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آپ سے جو تعلق خاطر ہے وہ مجھے بار بار آپ کی ''تلاش'' پر مجبور کر رہا ہے۔ ''نگار'' میں جب ''میر درد'' پر آپ کا مضمون پڑھا تو بے حد لطف آیا اور میں نے منیجر ''نگار'' سے آپ کا پتہ پوچھ بھیجا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بہر کیف شکوہ ہے کہ آپ ہی نے اپنا سراغ بتایا۔ بے حد ممنون ہوں۔

اگر چہ میں نقاد نہیں ہوں اور نہ ایسا دعویٰ ہے مگر گزشتہ سال سے مجھے میر درد کے کلام سے بڑی دل چسپی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں جو چیز بھی ملی پڑھ ڈالی اور اسی ضمن میں آپ کا مضمون بھی دیکھا۔ آپ یہ سن کر ذرا سا حیران ضرور ہوں گے کہ درد کے کلام کے سلسلے میں میرا صد فی صد یہی نقطۂ نظر تھا اور میں نے جو نوٹ لیے تھے ان میں یہی پہلو نمایاں ترین تھا۔ بہر کیف اب یہی ہو سکتا ہے کہ خدا توفیق دے تو درد پر اپنے کتابچے کو مکمل کر کے آپ کے پاس بھجووں اور آپ اس سے جو چاہیں کریں!

میرا دوسرا مجموعہ کلام ''شعلہ گل'' کے نام سے چھپ چکا ہے، وہ اور تازہ افسانوں کا مجموعہ ''سناٹا'' اور قطعات کا مجموعہ ''رم جھم'' کا چوتھا ایڈیشن۔ یہ۔ سب آپ کو بھیجنا چاہتا تھا۔ اب چند روز کے اندر یہ کتابیں بھیج دوں گا۔ پڑھ کر اپنی مفصل رائے لکھیے گا۔

محترم اختر انصاری صاحب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام شوق کے کے بعد ان سے کہیے گا کہ چند روز ہوئے میں نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس میں ایک طالب علم کے سٹیفکیٹ کا ذکر تھا اب تک جواب نہیں ملا اور مجھے شدید انتظار ہے۔

میں مارچ سے ''امروز'' کا ایڈیٹر ہوں، صحافتی زندگی میں داخل ہونے پر کوئی خاص تردد محسوس نہیں ہوا لیکن ادبی سرگرمیاں کم ہوگئی ہیں اور اب توازن قائم کرنے کی فکر میں ہوں، سرما میں ایک ناول اور ایک مثنوی لکھنا چاہتا ہوں، اور یوں شدید معاشی ضرورت کا باعث صحافی بن جانے کی حقیقت سے انتقام لینے کی سوچ رہا ہوں۔

کتابوں کے ساتھ ہی آپ کو ''امروز'' کا خاص نمبر بھیج رہا ہوں آپ اسے پسند ہی کریں گے۔ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا مضمون شائع کر دیا مگر آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ اس کی اشاعت کا مناسب ترین وقت یہی تھا۔

احباب کو سلام محبت۔

آپ کا مخلص

احمد ندیم

آپ ان دنوں کیا کر رہے ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں۔

کیا کچھ ایسا انتظام ہوسکتا ہے کہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے چھپنے والے رسالے ''اُردو ادب'' کی اب تک کی تمام اشاعتیں مجھے مل جائیں اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو اور کس سے درخواست کرنا مناسب رہے گا؟

ندیم

بنام عبدالسلام ندوی

(۱)

انگہ

۱۶ر نومبر ۴۶ء

محب گرامی، سلام مسنون۔

پارسل اور گرامی نامے ملے، یاد فرمائی اور کرم گستری کا ممنون ہوں، برادر عزیز طفیل صاحب کے بھائی صاحب کی اتنی شدید علالت کا مجھے علم نہ تھا، خدا کرے اب وہ صحت یاب ہو کر سیالکوٹ سے واپس آ چکے ہوں۔ دست بہ دعا ہوں، اور سخت متفکر ہوں،

جملہ چیزیں بحفاظت مل گئی ہیں، کل پشاور جا رہا ہوں، اس لیے سخت مصروف ہوں، اصحاب کہف اور جھانسی کی رانی کے اشتہارات پشاور ہی سے مکمل کر کے بھجواؤں گا، اور عزیزم طفیل صاحب کو بھی وہیں سے خط لکھوں گا، اب مجھے معرفت آل انڈیا ریڈیو پشاور خط لکھئے گا۔ والسلام

مخلص

احمد ندیم

ب۔ غیر مطبوعہ متفرق خطوط:

(بنام: قتیل شفائی، اختر انصاری، واجدہ تبسم)

قتیل شفائی

(۱)

بیرون بوہڑ دروازہ ملتان شہر

۱۷ر جون ۴۱ء

مکرمی۔ وعلیکم السلام

گرامی نامہ ملا۔ یادفرمائی کا ممنون ہوں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے آپ کا کسی رسالے میں دیکھنا ضروری تھا لیکن چونکہ یہ دھندلی ہے۔اس لئے میں یہ اعتراف کرتے ہوئے معافی چاہتا ہوں کہ آپ سے متعارف نہیں ہوں۔

بغیر کسی کی کسرِ نفسی کے عرض کرتا ہوں کہ میں تصحیح کے فن سے قطعی طور پر نابلد ہوں۔ میرا کوئی رہنما نہیں۔ اس لئے میں نہیں جانتا کہ وہ کونسے اصول ہیں جن کے مدِ نظر ایک شاعر کے خیالات ''اپریشن'' کیا جاتا ہے، میں اس تصحیح کو ''اپریشن'' سمجھتا ہوں جو ہمارے نوجوان شعراء کے دماغ میں سما چکی ہے، ویسے چونکہ آپ کا خلوص مجھے مجبور کر رہا ہے اس لئے یہ ضرور عرض کروں گا کہ میں برادرانہ مشورہ کے لئے ہر وقت حاضر ہوں، مجھے بہت بڑا شاعر ہونے کا دعویٰ نہیں۔ میں نے اپنے جزبات واحساسات کو الفاظ میں مشکل کرنے کی کوشش کی ہے۔فن کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر اور عروض وقوافی کی قیود سے آنکھیں پھیر کر۔ میں نے ''عریاں'' اور ''جانا'' کو ہم قافیہ باندھا ہے۔ میں نے ''کرنیں'' اور ''جھرنے'' کو ہم قافیہ باندھا ہے۔ اور اگر ایک ایسے انسان سے مشورہ لینا چاہیں جو الفاظ کی شکل وصورت کے بجائے ان کی موسیقی کے مدِ نظر بحور وقوافی کا پابند ہو تو جس طرح پہلے عرض کیا ہے میں آپ کو برادرانہ مشورہ دینے کے لئے ہر وقت تیار ہوں، ہاں یہ جتا دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں نہ آپکا رہنما بننا چاہتا ہوں نہ استاد۔ میں آپ کو صرف مشورہ دینے کو تیار ہوں کہ آپ شاعر ہیں میں بھی شاعر ہوں۔یعنی صاف الفاظ میں یہ کہ ہم ''ہم مکتب'' ہیں کائنات کے مکتب کے نوخیز متعلم!

آپ اپنی دو چار نظمیں بھیج دیجئے اگر آپ کو میرے مشورے پسند آئیں تو فبہا، ورنہ باور کیجئے کہ میں ریاکاری سے کام نہیں لے رہا۔ میری بساط ہی یہی ہے۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

آپ کا بھائی احمد ندیم قاسمی

(۲)

انگہ ۲۶ر فروری ۴۶ء

برادرِ عزیز، سلام مسنون

گرامی نامہ ملا، ممنون ہوں۔

میں نے ایک حقیر مشورہ پیش کیا تھا، اور آپ پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ آپ کی ادبی شخصیت کو بلند سے بلند تر ہوتے دیکھنا میری عزیز ترین آرزو ہے۔ آپ کا میرا لگاؤ نیا نہیں، اور نہ رسمی ہے اور فانی ہے۔ میں نے آپ سے شکوہ کیا تھا، تو محض اس لئے کہ انتہائے محبت شکایت کی جان ہوتی ہے، ورنہ یقین کیجئے کہ اگر میری تجویز پر اس نوع کا اعتراض کسی اور گوشے

سے ہوتا، تو بجائے خود رہی، میں کوئی اور طرزِ عمل اختیار کر لیتا۔

دراصل آپ کو آپ کی خفگی کا احساس دلا کر میں یہ بتانا چاہتا تھا، کہ میں آپ کے بھلے کی بات کروں گا، خدا کرے میں کسی کے بر ے میں کچھ نہ کر سکوں اور پھر قتیل کے برے میں جو مجھے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز ہے، اور جس کے مستقبل کی تابانی میرے چند عزیز مدعاؤں میں سے ہے، سو اب اس قصہ کو چھوڑ یئے۔

میں نے ادبِ لطیف کی ادارت سے مجبوری ظاہر کر دی تھی۔ دراصل مالکان مجھے لاہور بلاتے ہیں۔ اور میں ابھی یہاں سے باہر نکلنے کے قابل نہیں ہوں۔ سالنامہ پر بہت محنت کی، مگر استدعا کی ہے کہ سالنامہ ہی سے کسی نئے ایڈیٹر کا نام لکھوانا شروع کیجئے۔ اس طرح میری خط وکتابت وغیرہ گڑ بڑ پڑ جاتی ہے۔ اب میں نے چار سو صفحات کے مدنظر مضامین ترتیب دیئے اور دوسو یا اڑھائی سو صفحات کی اجازت ملی ہے۔ وہ خود ہی کانٹ چھانٹ کریں گے، خدا کرے معیار قائم رہے۔

کل پشاور میں مشاعرہ ہے۔ مجھے بلایا گیا تھا۔ شاید اب کے آنکلتا، مگر بارشوں نے سڑکیں بہا دیں ہیں اور یہاں سے نکلنا مشکل ہے۔ اب کے حلقے خوشاب سے جیت ہماری تھی۔ لیکن تعجب کی حد نہیں رہی، جب معلوم ہوا کہ لیگ کی پانچ ہزار کی بینتی یونینسٹ کی تین کی بینتی میں بدل گئی، میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ صاف دھوکہ ہوا ہے۔ گورنمنٹ گزٹ کا اعلان اور تردید وغیرہ آپ نے پڑھے ہوں گے، یہ کس کی غمازی کرتے ہیں؟ بہر کیف مجموعی حیثیت سے پنجاب نے ٹوڈی پنے کا کلنک اپنے ماتھے سے دھو ڈالا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ والسلام

آپ کا بھائی: ندیم

بنام اختر انصاری

(۱)

انگہ۔
تحصیل خوشاب۔ ضلع سرگودھا (پنجاب)
۲۸/اکتوبر ۱۹۵۴ء

برادرِ مکرم، السلام علیکم۔

نہایت شرمندہ ہوں کہ آپ کے نامے گرامی کا جواب ایک قابلِ اعتراض تاخیر کے بعد عرض کر رہا ہوں۔ دراصل خود میری ناسازیٔ طبع اور اس کے بعد میرے برادرِ بزرگ کی خطرناک علالت اس تاخیر کی وجوہات ہیں، طالبِ درگزر ہوں۔

اگر بھائی اکرام قمر نے آپ کو یہ لکھا، کہ میں آپ سے ناراض ہوں تو یہ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ عین ممکن ہے، کہ اکرام صاحب کے سامنے میں اس نوع کا ذکر کیا ہو اور انہوں نے نسبتاً ''شدید'' معانی نکالے ہوں۔ آپ کی شرافت اور صاف دلی کا معترف ہوں اور اپنے محترم مخلص دوستوں سے ناراض ہونا گناہ سمجھتا ہوں ساتھ ہی ڈائری میں جو چند سطور آپ نے سپردِ قلم فرمائی ہیں، ان کے متعلق معمولی سا دوستانہ شکوہ کیا جا سکتا ہے، ناراضی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہر صورت اس قصے کو چھوڑ یئے۔

آپ کی شاعری، افسانہ نگاری اور تنقید نگاری اردو ادب میں یقیناً اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں تو ان دنوں سے آپ کا اسم گرامی سن رہا ہوں، جب شعر کہنے کا شعور تک نہ تھا۔ ہمارے ترقی پسند حضرات کی یہ خامی یقیناً تخریبی اور جانبدارانہ

ہے، کہ وہ ان لوگوں کے کام کو فراموش کر بیٹھے ہیں، جنہوں نے نئے ادب کے ایوان کی دیواریں اٹھائیں۔ نہ جانے کیا سبب ہے کہ وہ چھت کی آئینہ رنگ چکا چوند پر ریجھ جاتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ چھت ان دیواروں کے سہارے کھڑی ہے، اور یہ پرانے معمار ابھی تک زندہ ہیں۔ شاید آپ کو اس لیے نظر انداز کیا جا رہا ہے، کہ آپ کی شاعری وجدان کے بعید ترین گوشوں کو چھو آتی ہے، اور نئے شعرا میں سے اکثر حضرات خیال کو صورت پر اور پھر صورت کو الفاظ پر اور اس کے بعد الفاظ کو نام نہاد حقیقت پر اور حقیقت کو خالی خولی شہوانی انداز کی جنسیات پر اور جنسیات کی صحیح صورت کو فن کے ''بناؤ سنگھار'' پر قربان کر دیتے ہیں، اور کامیاب کسی میں بھی نہیں ہوتے۔ مجھے یقین ہے، کہ موجودہ دور کے اکثر شعرا دس پندرہ برس کے اندر ادبی حیثیت سے مر جائیں گے، صرف اگر ہمارے پڑھنے والوں کے ذہنوں میں صحیح ادبی شعور نے جڑ پکڑ لی۔

لیکن میں استدعا کروں گا، کہ آپ اردو سے ناامید نہ ہوں۔ آپ کے پاس سچی شاعری کے گہر ہائے بے بہا ہیں، انہیں اگر اپنے دل و دماغ میں چھپائے رکھیں گے تو یہ سرمایہ دارانہ حرکت ہوگی، آپ لکھتے چلے جایئے، اپنے کام کی حیثیت تسلیم کرائے بغیر لکھتے چلے جایئے، میرا یقین ہے، کہ وقت مجبور ہو کر آپ کی حیثیت کو تسلیم کرے گا، سچا ادب نقاد کا محتاج نہیں۔

میری صحت میں بدستور افاقہ ہو رہا ہے، انشا اللہ دسمبر جنوری تک لاہور واپس جانے کے قابل ہو جاؤں گا۔

''فلمستان'' کے لیے بھائی سعادت حسن (منٹو) مجھے مجبور کرتے رہے ہیں، مگر فی الحال میں نے پختہ ارادہ نہیں کیا۔

''ادب لطیف'' کی ادارت اپریل ہی میں چھوڑ دی تھی۔

سنا ہے ''آبگینے'' کا نیا ایڈیشن شائع ہوا ہے، خدا جانے کہاں سے!

امید ہے آپ بخیر ہوں گے، مجھے ہمیشہ اپنے قریب سمجھئے۔ والسلام

آپ کا: احمد ندیم

بنام واجدہ تبسم

(۱)

فنون۔ ۱۷۰، انارکلی، لاہور

فروری ۶۵ء

پیاری واجدہ بہن، دعا اور محبت

امید ہے آپ بخیر ہوں گے، مجھے ہمیشہ اپنے قریب سمجھئے۔ والسلام

جس انداز سے آپ نے مجھے میرے کلام کی داد دی ہے، اس سے سرشار ہو رہا ہوں لیکن اس بھرپور داد میں ایک کمی رہی۔ آپ نے اشفاق بھائی کا ردِ عمل تو لکھا ہی نہیں حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ وہ خوش ذوق ہیں۔ یقیناً میرے کلام کی پسندیدگی ہی ان کی خوش ذوقی کی دلیل نہیں ہو سکتی، وہ اسے ناپسند بھی کر سکتے ہیں مگر ان کے تاثر کا مجھے انتظار ہے۔ یہ ایک عجیب سی خواہش ہے۔ بالکل بچوں کی سی۔ مگر میں جسے اپنا بناتا ہوں اسے سارے کا سارا اپنا بناتا ہوں، اور وہ آپ کا ایک ناگزیر حصہ ہیں، اس لئے۔ اس سے پہلے آپ کا مفصل خط ملا تھا جس کے فقرے سے میں لرز کر رہ گیا تھا کہ ''آپ تو ولی اللہ خوب جچتے! نہیں واجدہ بہن، میں تو اسی دنیا کا ایک انسان ہوں جو روتا بھی ہے تو ہنستا بھی ہے، حسن و خیر کا پرستار ہے مگر گناہ کی معصومیت پر بھی اسے پیار آ جاتا ہے۔ میری ایک نظم کا حصہ ہے، شاید یہ نظم ''دشتِ وفا'' سے پہلے کے مجموعے ''شعلۂ گل'' میں شامل ہے۔ عنوان ''میری

شکست'' ہے۔اس میں ایک جگہ میں نے کہا ہے:۔

اسی شکست ِ تمنا کے دم سے، آج مجھے
دکھائی دیتے ہیں کتنے صنم چٹانوں میں
رہی عزیز کچھ ایسی ذمیں کی لاج مجھے
کہ میں بھٹک نہ سکا تیرہ آسمانوں میں
مری بہشت ہے تنکوں کے آشیانوں میں
بڑا سرور ہے انساں کی داستانوں میں
لبھا سکا فقط انسان کا مزاج مجھے

سو آپ خود تو اپنے بچوں میں خوش ہیں، اپنے آپ سے خوش ہیں اور مجھ غریب پر ''ولی اللہ'' تھوپے دے رہی ہیں جس کا مفہوم کم سے کم ان دنوں تو آدم بیزاری ہے اور میں آدمی بیزار ہوں تو تڑپ کر مر جاؤں۔ میرا تو عقیدہ ہے کہ

وہ اعتماد ہے مجھ کو سر شتِ انسان پر
کسی بھی شہر میں جاؤں، غریب شہر نہیں

اور دیکھیے، یہ آپ نے لکھا تھا کہ جب آپ میں عورت پن کی حس جاگتی ہے تو آپ بچوں کو دھن دھن کوٹ کر بھی رکھ دیتی ہیں، تو آئندہ نہ لکھیئے گا ورنہ اس بات پر لڑائی ہو جائے گی۔ بچوں کو ذرا سی سزا دینا الگ بات ہے مگر اس دھن دھن کو ٹنے کے فعل سے مجھے ازلی چڑ ہے۔ بچے کی سی چیز کو دھن دھن کوٹنا! یہ ایسا ہی ہے جیسے کلیوں کو جوتے لگائے جائیں کہ جلدی جلدی سے پھول بن کر خوشبو کیوں نہیں دیتیں۔ نہیں اچھی واجدہ بہن، ایسا نہ کیا کیجیئے، ورنہ یاد رکھیئے۔ میں آپ سے شائد دگنا بڑا ہوں اور بڑے بھائی بھی چھوٹی بہنوں کو پیٹ ڈالتے ہیں۔ (یہ اس لئے کہہ دیا ہے کہ کہیں میری اوپر والی نصیحت سے آپ مجھ پر پھر سے ولی اللہ کا الزام نہ چپکا دیں)

اور وہ کہانی؟ جو آپ مجھے بہر حال دے رہی تھیں؟ وہ کہاں ہے؟

اور وہ ناولٹ جو کم سے کم پاکستان میں تو صرف ''کتاب نما'' ہی چھاپے گا؟

کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے اشفاق بھائی کی اور اپنی اور بچوں کی تصویر بھجوا دیں؟

میں گزشتہ دنوں خاصا بیمار رہا ہوں۔ مگر اب تندرست ہوں اس لئے تفصیل لکھ کر آپ کو پریشان کروں۔

بچوں کو پیار۔ اشفاق بھائی سلام شوق۔

دعا اور محبت کے ساتھ،

آپ کا بھائی ندیم

۱۷۰۔انارکلی۔

لاہور (مغربی پاکستان)

بہت پیاری بہن۔ میرے خیال میں جس روز آپ مجھے خط لکھ رہی تھیں، اسی روز میں ایک پوسٹ کارڈ لکھنے کی بیہودگی کا مرتکب

ہورہا تھا۔ یہ خط آپ کو اب تک یقیناً مل چکا ہوگا۔ بہرحال اب آپ کی بہت پیاری، بہت مکمل اور بہت موثر کہانی مل چکی ہے۔
غالب نے سچ کہا تھا۔ ؎ بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے

یہ کہانی کتابت کے لیے دے دی ہے۔ مکمل ہوتے ہی اصل ہی آپ کو بھجوا دوں گا۔ تاکہ آپ اسے ہندی میں منتقل کراسکیں۔ یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ آپ اپنی گھریلو مصروفیات کے باوجود نہ صرف لکھ رہی ہیں بلکہ مسلسل بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ سال میں دو کہانیاں میرے نام الاٹ کر دیجیے۔ جنوری میں جب میں پرچے کو دو ماہی کردوں گا تو جب بھی میرے اس مطالبے میں اضافہ نہیں ہوگا۔ ''بے طلب دینے'' کی بات دوسری ہے۔ اگر فنون کاروباری سطح پر ہندوستان جارہا ہوتا تو میں معاوضے کا بھی انتظام کرسکتا تھا۔ فی الحال ایسا ممکن نہیں جس کی مجھے ندامت ہے۔

آپ نے اس سے پہلے بھی محض پوسٹ کارڈ پر اکتفا کی تھی اور اب کے بھی اختصار سے کام لیا ہے۔ یوں بھی آپ خاصے طویل وقفوں کے بعد لکھتی ہیں اس لیے کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ آپ جب بھی لکھیں مفصل لکھیں۔ سارے گھر کی صحت کے بارے میں، اپنی مصروفیات کے بارے میں، اپنے مطالعے کے بارے میں، مجھے یہ تفصیلیں معلوم کرکے یک گونہ مسرت ہوگی۔ دراصل آپ کی طرف سے بھرپور اپنائیت نے آپ کو مجھ سے اتنا قریب کردیا ہے کہ جب آپ کی طرف سے خط میں تاخیر ہو یا آپ غیر ضروری اختصار سے کام لیں تو تشنگی سی رہتی ہے۔

اب کے پرچہ ۲۵۔ اگست کو پوسٹ ہوگا آئندہ باقاعدگی کا ارادہ ہے۔ پھر آپ سے جنوری کے پرچے کے لیے افسانہ مانگوں گا اور یہ کہانی آپ کو نومبر کے وسط تک بھیجنی ہوگی۔ پانچ مہینے کا وقفہ ہے۔ اتنی ''وسیع القلبی'' آپ نے اور کس ایڈیٹر کے ہاں دیکھی ہوگی؟ اور وہ ناولٹوں والا قصہ کہاں گیا؟ مجھے تو مہینوں سے انتظار تھا۔

ان دنوں بہت مصروف ہوں اور یہ مصروفیت تخلیقی کم اور معاشی زیادہ ہے۔ سوچتا ہوں اگر اتنی فکریں نہ ہوتیں تو میں کیا کچھ لکھتا، مگر پھر سوچتا ہوں کہ اگر یہ فکریں نہ ہوتیں تو شاید لکھ ہی نہ سکتا۔

عزیزان کو دعائیں۔ برادرم اشفاق صاحب کو محبّت بھرے سلام۔

پیار کے ساتھ۔

آپ کا بھائی ندیم